بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفہیم القرآن

فی البیان

رسولؐ اللہ کے اسلام کے تناظر میں

از حضور پاکؐ
کا سپاہی
امیر افضل خان، ۱۹، ذی شان کالونی راولپنڈی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفہیم القرآن فی البیان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلام کے تناظر میں

از حضور پاک کا سپاہی

امیر افضل خان ۔ ۱۹، ذی شان کالونی راولپنڈی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشاعت اول	جون 1997
مصنف اور ناشر	میجر (ریٹائرڈ) امیر افضل خان۔
	19 ذیشان کالونی، قاب لائنز، راولپنڈی
	فون۔ 583778
تعداد	ایک ہزار (1000)
طابع	ایس۔ ٹی۔ پرنٹرز، گوالمنڈی، راولپنڈی
قیمت	50 روپے۔ (بغیر پوسٹل چارجز کے)

مصنف کا آبائی گھر سکنہ مصطفیٰ آباد، علاقہ سون سکیسر، سب تحصیل نوشہرہ، ضلع خوشاب۔

کتاب بذریعہ وی پی پی نہ بھیجی جائے گی۔ منی آرڈر یا بنک کمیشن سمیت چیک وصول ہونے کے بعد۔ کتاب رجسٹرڈ کر دی جائے گی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیش لفظ

1 ۔ عاجزی:۔

الحمد للہ رب العالمین۔ الرحمن الرحیم۔ مالک یوم الدین۔ ایاک نعبد وایاک نستعین۔ اھدنا الصراط المستقیم۔ صراط الذین انعمت علیھم۔ غیر المغضوب علیھم۔ ولاالضالین۔آمین

اے میرے خالق اور مالک! سب سے پہلے میں آپ کے دربار میں سجدہ میں جاتا ہوں۔ پھر اپنے آقا اور آپ کے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لاکھوں کروڑوں مرتبہ درودوسلام بھیج کر اپنی ذاتی اور اجتماعی دعاؤں کو یاد کرتا ہوں۔ کہ آپ نے مہربانی فرما کر ان دعاؤں کو میری زندگی کا حصہ بنا دیا ہے۔ مجھے ان پر قائم رکھنا اور میرا خاتمہ ایمان پر کرنا۔ میرے اہل وعیال، رشتہ داروں، قرابت داروں اور رفیقوں پر بھی تیری لاکھ لاکھ رحمت ہو۔ اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ ہو۔ نگاہ یارسول اللہ نگاہ ہے۔

2 ۔ مثبت پہلو۔ حضور پاکؐ کا جلال اور جمال:۔

اے اللہ تعالیٰ! آپ کی بڑی مہربانی کہ آج تک آپ نے مجھ سے سب کتابیں مثبت پہلوؤں پر لکھوائیں۔ اور ہر کتاب کے لفظ لفظ میں لوگوں کو گزارش ہے۔ کہ آئیے ہم ذاتی طور پر اور اجتماعی طور پر مسلمان قوم کی حیثیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسلام کو سمجھیں۔ اور اس کا نفاذ کر کے اپنے دونوں جہان سنوار لیں۔ میں نے اپنی کوتاہیوں کا ذکر بھی اختصار سے کیا ہے۔ اور ان نتائج کی بھی جھلکیاں دیں کہ اللہ تعالیٰ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کر کے ہم کس ذلت کی زندگی سے دوچار ہیں۔ آؤ! توبہ وندامت کریں۔ اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو سمجھیں کہ انؐ کے

جمال سے اس خطہ کو معطر و منور کر دیں اور ان کے جلال سے غیرت حاصل کر کے جہاد کو طرز زندگی کے طور پر اپنا کر عشق بلاخیز کا قافلہ سخت جان بن جائیں کہ میر عرب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس خطہ سے ٹھنڈی ہوائیں جائیں۔

3 - صراط مستقیم کے خلاف گہری سازش:۔

میری باتوں کے کوئی اثرات ہو رہے ہیں یا نہیں۔ اے رب العالمین! میں تو تیرے دربار میں پھر سجدہ میں جاتا ہوں۔ اور تیرا شکر ادا کرتا ہوں کہ مجھے تو نے سکون قلب عطا فرمایا اور یہ سعادت عطا کی کہ میں آپ اور آپ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے صراط مستقیم کی نشاندہی کر رہا ہوں اور میں لوگوں کو اس سازش سے بھی آگاہ کر چکا ہوں کہ شیطان جو اپنے چیلوں کی ہدایت کرتا ہے کہ "وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا روح محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو"۔ وہ زوروں پر ہے۔ علاوہ ازیں وہ سازش بھی جاری ہے "کہ فتویٰ ہے شیخ کا نہیں رہی اب تلوار کارگر" اور ادھر "باطل کے فال وفر سے یورپ زرہ میں ڈوب گیا دوش تا کمر"۔ لیکن ہمارے بارے ان کی سازش یہ ہے۔ کہ

تعلیم اس کو چاہیئے ترک جہاد کی
دنیا کو جس کے پنجہ خونیں سے ہو خطر

4 - سازش جاری ہے:۔

قارئین! جب تک ہم ان سازشوں کو نہیں سمجھتے۔ تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسلام کو نہیں سمجھ سکتے۔ چنانچہ میں اپنی کتاب کو اگر کوئی "رد سازش" والا منفی نام دیتا یا تنقیدی نام دیتا کہ اس سازش کی "کڑیاں" کون ہیں؟ یا اپنی بے علمی اور کم سمجھی سے ہم میں سے کس کس پر ان سازشوں کے دانستہ یا نادانستہ طور پر اثرات ہو رہے ہیں؟ یا اسلامی فلسفہ حیات ہماری آنکھوں سے کیوں دور ہو رہا ہے؟ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسلام پر کون سے بڑے بڑے پردے پڑے ہوئے ہیں؟ تو مضمون اتنا لمبا ہو جاتا کہ کئی کتابوں میں ختم نہ ہوتا۔ کہ سازش اتنی گہری ہے کہ خود علامہ اقبالؒ شاعری میں تو ایک آدھ شعر کو چھوڑ کر اس سازش سے بچ گیا کہ وہ الہامی تھی۔ لیکن نثر میں

اس سازش سے وہ بھی نہ بچ سکا کہ اپنی کتاب کو نام ہی Reconstruction of Religious Thoughts رکھ لیا اور ایک طرح سے تسلیم کیا کہ اسلامی خیالات "فرسودہ" ہو چکے ہیں۔ ان کو اس زمانے کے لحاظ سے تراشا یا ڈھالا جائے۔ فرسودگی والی بات تو ٹھیک تھی۔ کہ ہم غلط راستے پر چل پڑے ہیں۔ اور یہ امت خرافات میں کھو گئی ہے۔ لیکن اسلام نہ جدید ہے نہ قدیم۔ کہ علامہ اقبالؒ خود کہہ چکا ہے۔

زمانہ ایک حیات ایک کائنات بھی ایک

دلیل کم نظری قصہ جدید و قدیم

علامہ اقبالؒ کو کہنا یہ چاہیے تھا کہ آیئے ہم رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے بتائے ہوئے صراط مستقیم کو تلاش کریں کہ اسلام تو کسی انقلاب کو بھی تسلیم نہیں کرتا۔ کہ وہ بھی پیچھے مڑنا یا اوندھے منہ گرنا ہوتا ہے۔ اور یہ تلمیح فرانس اور روس کے مادی انقلابات سے وابستہ ہے جو غیر اسلامی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین یا مادیات میں گھسنے کو سورۃ اعراف کے آیات مبارکہ 176 میں کتے سے مشابہت دی۔ "اگر ہم چاہتے تو آیتوں کے سبب اسے اٹھا لیتے مگر وہ زمین میں داخل ہو گیا یا زمین کا باسی بن گیا اور اپنی خواہش کے تابع ہوا۔ تو اس کی مثال کتے کی طرح ہے۔ بوجھ رکھیں تو بھی ہانپے، بوجھ نہ رکھیں تو پھر بھی ہانپے"۔ اور شاید علامہ اقبالؒ نے بھی یہ کچھ اس زمانے میں لکھا ہو۔ جب وہ "سارے جہاں سے اچھا ہے ہندوستان ہمارا" کے گیت گا رہے تھے۔ کہ بعد میں اسلام کے فرزند بن گئے۔

5 ۔ جہاد میں جمود:۔

لیکن علامہ اقبالؒ سے یہ معمولی بھول شاید اس وجہ سے ہو گئی کہ اس نے سن رکھا تھا کہ شیخ احمد سرہندیؒ ۔ "مجدد الف ثانی" ہیں۔ کہ ہزار سال بعد اسلام کو تجدید کرنے والا اگر کوئی پیدا ہو سکتا ہے تو اسلام کے ہر زمانے میں نئے سرے سے ڈھالا یا تراشا بھی جا سکتا ہے۔ یہ تو شاید علامہ اقبالؒ کو وفات تک معلوم نہ ہو سکا کہ جناب شیخ احمد سرہندیؒ نے اپنی زندگی میں کوئی ایسا دعویٰ نہ کیا۔ کہ اس برصغیر میں اگر وہ اسلام کی تجدید کر رہے تھے۔ تو باقی ممالک میں ایسا کون کر رہا تھا؟ یہ سازش اور شوشہ تو انگریزوں نے انیسویں صدی

میں علامہ اقبالؒ کے ایک "گرائیں" علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی سے چھڑوایا کہ جناب احمد سرہندیؒ مجدد الف ثانی تھے۔ اور ہم نے اس پر یقین کر لیا۔ حالانکہ انگریزوں کے سامنے مقصد یہ تھا کہ بعد میں پہلے مرحلہ میں مرزا غلام کذاب قادیانی کیلئے راہ نکلوانی تھی کہ وہ مجدد ہونے کا دعویٰ کرے۔ اور بعد میں غلام کذاب قادیانی سے نبوت کا دعویٰ کرا کے جہاد کو یک قلم موقوف کرانا تھا کہ انہی دنوں میں سیالکوٹ میں ایک مولوی چراغ علی سے جہاد کو جدوجہد کے معنیٰ پہنوا کر جہاد کو بے جان کیا جا رہا تھا اور اس چراغ علی کو نواب حیدرآباد دکن سے "اعظم یار جنگ" کا خطاب دلا کر ہماری آنکھوں میں دھول جھونکی جا رہی تھی۔ حالانکہ مردود چراغ علی کیلئے بہترین خطاب "فرار جنگ" تھا۔ اور اس مردود کی سازش کے سلسلہ میں میرے سمیت کافی صاحبان، بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔ اور علامہ اقبالؒ بھی اس دوسری سازش سے اپنی شاعری میں تو آگاہ معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن نثر میں اس چیز کو بھول گئے۔ ہم سب سے بھول ہو سکتی ہے، معصوم تو صرف انبیاء کرامؑ اور ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

6 - کافرانہ نظام اور ہم:۔

اگر نثر میں علامہ اقبالؒ سے صرف کتاب کو نام دینے کی بات، بھول تک محدود رہتی تو کوئی بات نہ تھی، لیکن علامہ اقبالؒ نے تو لوگوں کے چنے ہوئے بے دین سیاستدانوں کو اجتہاد کا حق دے دیا۔ کہ یہ لوگ نیا اسلام تراشیں گے یا ڈھالیں گے۔ ادھر شاعری میں تو جمہوریت کی ایسی تیسی کر بیٹھے تھے۔ لیکن ادھر صحیح طور پر "مولوی" سے بھی تنگ تھے۔ کہ غیر تو جہاد کے نظریہ کو سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں اور ہمارا "مولوی" امت کیلئے "فساد فی سبیل اللہ" کو تلاش کر رہا تھا۔ تو علامہ اقبالؒ نے الیکشن، ممبری، کونسل اور آزادی کے پھندوں کو رد کرنے کے باوجود۔ اسلامی قانون بنانے کی "ذمہ داری" ان آزاد خیال لوگوں کے سپرد کر دی۔ جن کے بارے خود کہہ چکے تھے کہ "آزادی افکار انسان کو حیوان بنا دیتی ہے"۔ بات تو سیدھی تھی کہ اہل مغرب کے تمام نظام، کافرانہ ہیں۔ اور ان کو سمندروں میں ڈبو دینا چاہیئے۔ کہ علامہ اقبالؒ ہی کہہ گئے تھے۔

"میں تیری نظر میں کافر تو میری نظر میں کافر
تیرا دین نفس شماری میرا دین نفس گزاری"

بات بڑی سیدھی ہے کہ اس دنیا میں ہم امتحان کیلئے وارد ہوئے ہیں کہ آخرت میں بہتر زندگی گزاریں۔ لیکن یہ بنیادی بات ہماری آنکھوں سے اوجھل ہے۔

7۔ کافرانہ نظام کے اثرات:۔

خدا بھلا کرے سید ابوالحسن علی ندوی کا کہ انہوں نے اہل مغرب کے ہم پر اثرات اور سرسید تحریک یا کمال ترکی کی سازش کو جس طرح ننگا کیا ہے۔ کاش! ہم اس سے سبق سیکھتے۔ اور اب تو بوسینا کے موجودہ صدر عالیجاہ عزت بیگ نے کمال ترکی کو بالکل ننگا کر دیا ہے۔ اور عملی طور پر بھی ثابت کیا ہے کہ یورپ کی نقالی ترکوں کو دوسو سال پیچھے لے گئی ہے۔ اللہ کی رحمت ہو، ترکی کے موجودہ وزیراعظم اربکان پر، کہ ان کی رفاہ پارٹی اب ترک بچوں کو دوبارہ اسلام کا سبق پڑھا رہی ہے۔ کاش! ہمارے ملک میں بھی کوئی اللہ کا بندہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلام کو تلاش کر کے قوم کو اس راستے پر لگا دیتا۔ میں عاجز اس سلسلہ میں بیس کتابیں لکھ چکا ہوں اور بیسویں کتاب اسلامی نظام حکومت یعنی رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلام کا نفاذ۔ ان بیس کتابوں کا اختصار ہے۔ اس کو پڑھ کر سید شبیر حسین پکار اٹھا کہ "عنوان بڑا پیارا ہے کہ اس سے پہلی نظر میں ظاہر ہوتا ہے کہ ہم رسول عربی صلی علاہ علیہ وسلم کے اسلام سے روگردانی کر رہے ہیں۔ اور جو لوگ شکایت کرتے ہیں کہ ان کے پاس تفصیلی اسلام پڑھنے کا وقت نہیں۔ ان کو ان کے سب سوالوں کے جوابات اس چھوٹی سی کتاب میں مل جائیں گے۔ چنانچہ میں موجودہ کتاب کا نام بھی رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلام رکھنا چاہتا تھا" کہ ایک کرم فرمانے مشورہ دیا کہ محدود صفت والے اسم مبارک کی بجائے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم صفات والا اسم مبارک بہتر رہے گا۔ بہرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلام تو زیادہ تر میری کتاب "حضور پاکؐ کے جلال و جمال" میں موجود ہے کہ جنرل سید رفاقت، جنرل امیر حمزہ اور بریگیڈیئر صدیق ستی مرحوم جیسے دانشوروں کا خیال ہے کہ اس کتاب میں اس عاجز نے قرآن

پاک کی عملی تفسیر لکھ دی ہے کہ کس طرح ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے احکام پر خود عمل کیا اور کس طرح اپنے عظیم رفقا سے اس عملی اسلام پر عمل کرا کے ان کو ایک سپرنگ بورڈ پر کھڑا کر گئے کہ وہاں سے اٹھ کر دنیا پر چھا گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چند سالوں بعد انہوں نے اس جہان دنیا پر اللہ تعالیٰ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قوانین کو نافذ کر دیا۔ اور یہ تفصیل خلفاء راشدین پر میری چار کتابوں میں ہے کہ آپؐ کے رفقاء نے اسلام پر کیسے عمل کیا۔ کہ اسلام میں نہ کسی فرقہ داری کی اجازت ہے نہ کسی فقہی گروہ بندی کی۔

8 ۔ فرقہ بندی:۔

ایک حدیث مبارک کچھ کتابوں میں نظر آئی کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کی امت 73 فرقوں میں بٹ جائے گی اور ان میں صرف ایک فرقہ ناجی ہو گا۔ چنانچہ آج ہر فرقہ یہ کہتا ہے کہ وہ ناجی ہے اور اس فرقہ کے عالم اپنے آپ کو علماء حق کہتے ہیں۔ دوسروں کو علماء سو۔ میں نے تیسری صدی ہجری اور چھٹی صدی ہجری تک، کچھ الگ گروہوں اور فرقوں کو گنا تو تعداد اس زمانے میں بھی 73 سے تجاوز کر گئی تھی۔ فرقے ضرور پیدا ہوئے اور ان کی تعداد سینکڑوں ہو سکتی ہے۔ اور یہ لوگ اپنی موت آپ مرتے رہتے ہیں۔ اس لئے میرے لئے یہ حدیث شکیہ ہے۔ اور ہمیں اپنے آپ کو صرف مسلمان کہلانا چاہیئے۔ اسی وجہ سے کتاب کا نام "رسول اللہ کا اسلام" رکھا۔ ایک اور حدیث مبارکہ نظر سے گزری کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" کہ اسلام میں اختلاف باعث رحمت ہے"۔ لیکن قرآن پاک کی سورۃ الذاریت تو اس اصول کی نفی کر رہی ہے کہ" مختلف اقوال والے خراصوں" کیلئے قتل کا حکم ہے۔ بہر حال مجھے یقین ہے کہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو گا کہ اختلافات کو طے کرنا باعث رحمت ہے۔ تو ہمارے موجودہ دیوبندی، بریلوی یا اہل حدیث علماء یا اہل سنت اور اہل تشیع میں جو اختلافات ہیں، مجھے وہ بودے نظر آتے ہیں۔ میں خود حنفی گھر میں پیدا ضرور ہوا اور رواجی طور پر اس فقہ کی پیروی کرتا ہوں کہ یہ فقہ مدون ہوا۔ باقی فقے کچھ عرب وعجم تعصب کی پیداوار والوں نے اپنا لئے یا نامکمل ہونے کی وجہ سے ایک استاد کے ایک شاگرد اور اس کے شاگرد جس نے حنفی فقہ

بھی پڑھا تھا، کے ناموں سے منسوب ہو گئے۔ مجھے تو اتنا فرق نظر آیا۔ جتنا کوئی جج مقدے کا الگ فیصلہ دے دیوے۔ ہمیں اس سلسلہ میں وحدت پیدا کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ اور میں اس سلسلہ میں بہت کچھ لکھ چکا ہوں۔

9 - فرقہ بندی کے اثرات:-

پھر فرقہ داری تو قرآن پاک کی سورۃ انعام کی آیت مبارکہ 160 کے لحاظ سے بالکل غلط عمل ہے۔ میں علوی ہوں اور میں نے اپنے اجداد سے سینہ بہ سینہ علوی اسلام سیکھا، کہ میرے دادا جناب علیؓ کو اصحاب ثلاثہؓ کے ساتھ کوئی سخت اختلاف ہوتا تو وہ ان کو چیلنج کرتے۔ لیکن انہوں نے تو اپنے بیٹوں کے نام ابو بکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کے ناموں پر رکھے اور نام پیاری چیز کو مدنظر رکھ کر رکھا جاتا ہے۔ البتہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ صحابہ کرامؓ پہ تبرا نہ بھیجا جائے۔ یہ بھی مولا کل حضرت علی کرم اللہ وجہ کا فرمان ہے۔ اس لئے یہ اختلافات کوئی بنیادی ضروریات نہیں۔ روز قیامت ہم سے یہ کچھ نہ پوچھا جائے گا کہ " فلاں صحابہؓ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے "۔ جہاں تک دیوبندی، بریلوی اختلافات ہیں۔ یہ میری سمجھ سے باہر ہیں۔ قبر کی پوجا کی ہر گز اجازت نہیں۔ لیکن قرآن پاک کی سورۃ الممتحنہ کی آیت مبارک 13 کے مطابق قبر والوں سے مایوس تو صرف کافر ہوتے ہیں۔ اور حضور پاکؐ نے اپنی وفات سے سینکڑوں سال بعد، خواب میں جناب نورالدین زنگیؒ کو بتایا کہ ان کی قبر کو بے حرمتی سے بچایا جائے۔ یہ تفصیل دوسرے باب میں ہے کہ زندگی جاری ہے۔ قبر والے کو پکارنا، سلام دینا، قبر پر حاضری دینا یہ سب جائز باتیں ہیں۔ جہاں تک مرادیں مانگنے کی بات ہے، تو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مانگو کہ وہ خود اللہ تعالی سے سب کچھ مانگتے تھے۔

10 - حضور پاک کی شان محبوبیت:-

اگلا اختلاف حضور پاکؐ کی شان پر ہے۔ اس سلسلہ میں خدارا ہم اپنے بشری پیمانے اپنے پاس ہی رکھیں۔ ہم تو اپنے نفس کو پہچان نہیں پائے۔ اگر اپنے نفس کو پہچان لیتے تو اللہ تعالیٰ کو بھی پہچان لیتے۔ اور نہ یہ اختلافات ہوتے نہ ہم اس ذلت کی زندگی سے دوچار ہوتے۔ یہ عاجزی کا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان محبوبیت

کے سلسلہ میں بہت کچھ فرمایا۔ یا حضور پاک ؑ بشر کے طور پر معراج کے بعد زمان ومکان پر حاوی ہو گئے یا جس طرح اللہ تعالیٰ زمان ومکان کے تحت سب عالموں کا رب ہے۔ ہمارا آقا صلی علیہ وسلم اسی طرح تمام عالموں کیلئے رحمت ہیں۔ اس سلسلہ میں دوسرے باب میں تفصیلی بحث موجود ہے۔ لیکن ہمارے بے لگام دانشور اور مولوی، اپنے غلط عقائد کے ایسے چکروں میں گرفتار ہو چکے ہیں کہ بے ادبیوں اور گستاخیوں سے باز نہیں آتے۔ تو میں دوبارہ ایک صاحب کی بے ادبیوں کو عملی طور پر اس کتاب میں زیر بحث لا رہا ہوں اور کچھ کی طرف اشارہ ہی کافی رہے گا کہ لفظ "مولانا"۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کیلئے بھی استعمال ہوا۔ تو میں ان خود ساختہ دین کے عالموں کیلئے لفظ "مولانا" استعمال نہیں کروں گا کہ میں کسی کو مجدد ماننے کیلئے بھی تیار نہیں کہ ابھی ابھی ثابت کیا جا چکا ہے کہ اسلام، اسلام ہے۔ اس میں تجدید نہیں ہو سکتی۔

11 ۔ رباب طاؤس اول۔ اسلام مکتبوں میں محبوس:۔

برا ہو دو سو سال کی غلامی کا، یہ ایسے نہیں آئی۔ مغل زمانے کے رباب اور طاؤس اول نے ہماری اخلاقی قدریں ختم کر دیں۔ اور یہ اللہ پاک کی نافرمانی کی وجہ تھی کہ ہم ذلت کی زندگی سے دوچار ہوئے۔ احمد شاہ ابدالیؒ کے افغانستان چلے جانے کے بعد اور سلطان ٹیپوؒ کی شہادت کے بعد، اس برصغیر میں مسلمان قوم کی رہنمائی شاہ ولی اللہؒ اور اس کے جانشینوں جیسے لوگوں، یعنی علماء کے ہاتھوں میں چلی گئی۔ تو اسلام مکتبوں اور خانقاہوں میں "محبوس" ہو گیا۔ محمد بن قاسمؒ اور محمود غزنویؒ کے ساتھ جہاد کو طرز زندگی کے طور پر اپنا کر مجاہدین اس خطہ یا برعظیم میں داخل ہوئے تھے۔ لیکن آہستہ آہستہ نظریہ جہاد سے روگردانی ہوتی رہی۔ حتیٰ کہ مغلوں کے آخری تاجداروں کے زمانے میں جہاد کو بالکل جمود آ چکا تھا۔ اور انیسویں صدی کے شروع میں شاہ اسماعیل دہلوی نے جو محدود مقاصد کے تحت محدود علاقہ میں جہاد کی طرح ڈالی وہ اونٹ کے منہ میں زیرا دینے کے مترادف تھا۔ اور 1857ء کی جنگ آزادی، کسی جہاد کے تحت تیاری کے ذریعہ نہ لڑی گئی۔ بلکہ مواقعات اور حادثات کا فائدہ اٹھا کر جذبہ جہاد کو اجاگر ضرور کیا گیا۔ لیکن نہ مقصود اور مقاصد واضح تھے۔ نہ شرکاء کے سامنے کوئی ایک واضح مقصد تھا۔ پس انگریز دشمنی اور باہر کی غاصب

طاقت سے آزادی حاصل کرنے کی تگ و دو ضرور تھی۔ اس کے بعد انگریزوں نے ہمارے اندر سرسید اور غلام کذاب پیدا کئے۔ جنہوں نے فتویٰ دے دیا۔ کہ برصغیر میں مذہبی آزادی ہے اس لئے یہاں جہاد جائز نہیں (براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ 69 اور سرسید کے مجموعہ لیکچر کے صفحہ 311 سے استفادہ کریں) اور غلام کذاب کشتی نوح کے صفحہ 100 پر یہ بھی کہتا ہے کہ قرآن پاک کی رو سے مذہبی جنگ کرنا حرام ہے۔ علاوہ ازیں غلام کذاب کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ 723 اور سرسید اسباب سرکشی کے صفحات 6 اور 7 پر کہتے ہیں کہ" 1857 کی بغاوت کو جہاد کا نام دینے والے بدچلن تھے اور ایسا جہاد شرعاً ان کے لئے ناجائز تھا۔ جو صاحبان تفصیل میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ وہ میری کتاب جہاد کشمیر 48-1947 کے ضمیمہ "ب" سے استفادہ کریں۔ اور شاہ اسماعیل دہلوی بھی انگریزوں کے خلاف جہاد کے حق میں نہ تھا۔

12 ۔ دہلی کے نزدیک مسلمانوں کے ادارے:۔

اب اس جنگ آزادی کے کچھ عرصہ بعد اور انیسویں صدی کے آخری آدھے حصہ میں برصغیر ہندوپاکستان میں دہلی کے نزدیک مسلمانوں کے تین ادارے وجود میں آتے ہیں۔ اول سرسید کا علی گڑھ جنہوں نے مسلمانوں کو مغربی تعلیم حاصل کرنے اور مغرب کی بڑائی کو تسلیم کرنے کی راہ پر لگا دیا۔ سرسید خود "نیچری" تھا۔ اور جنت و دوزخ کو استعارے سمجھتا تھا۔ وہ حیات بعد الموت کا قائل ہی نہیں تھا۔ اس ادارے یا اس جیسے اداروں کے تربیت یافتہ نہ اپنے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے محبت پیدا کرنے کے بارے سوچ سکتے تھے نہ جہاد کو طرز زندگی کے طور پر اپنانے کے بارے میں سوچ سکتے تھے۔ البتہ انگریزوں کے مکمل نقالی اور ان کے سیاسی نظاموں کی پیروی کرکے یہی لوگ بیسویں صدی میں مسلمانوں کے رہنما۔ بن گئے۔ اور پاکستان کے حصول میں بھی زیادہ کام ایسے اداروں کے تعلیم یافتہ لوگوں نے کیا۔ دوسرا ادارہ جناب قاسم نانوتویؒ نے دیوبند میں قائم کیا۔ جس میں درس نظامیہ کی نقل کی گئی۔ اور شاہ اسماعیل دہلوی کے محدود جہاد کو تو ان لوگوں نے کوئی پیش رفت نہ دی۔ البتہ اہل مغرب سے اثرات لے کر شاہ اسماعیل نے جو عقائد میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کو عقلی پیمانوں سے پرکھ کر کچھ بے ادبی بھی

کی تھی۔ اس کو ان لوگوں نے ضرور اپنایا۔ ان کے محمود الحسنؒ کی مالٹا میں نظر بندی کو کچھ لوگ "نورا کشتی" کہتے ہیں کہ حسین احمد مدنی نے جو افسانے گھڑے کو وہ اپنے بدن کی گرمائش سے اپنے استاد کے تہجد کیلئے وضو کے پانی کو گرمائش دیتے تھے۔ ان باتوں پر لوگ یقین نہیں کرتے۔ پھر تحریک پاکستان سے تھوڑا پہلے مدنی صاحب نے جو مسلم قومیت کی نفی کی اور اعلان کیا کہ اوطان سے قومیں بنتی ہیں تو علامہ اقبال چیخ اٹھا اور آزادی کے بعد حسین احمد مدنی نے جو سعودی عرب میں جواہر لعل نہرو کو مسلمانوں کے رہنما کے طور پر پیش کیا اور پاکستان کے رہنماؤں کے خلاف زہر اگلا۔ راقم اس کا چشم دید گواہ ہے۔ چنانچہ علماء دیو بند مسلم امت کی کوئی متحدہ خدمت نہ کر سکے۔ البتہ ان میں سے اشرف علی تھانویؒ اور بعد میں شبیر احمد عثمانیؒ نے قائداعظم کی حمایت کر دی۔ لیکن عثمانیؒ صاحب کا علمی معیار اتنا عامیانہ تھا کہ جب لیاقت علی کی 1949ء کی قرارداد مقاصد کو شبیر احمد عثمانیؒ کی کاوش کہا گیا تو جسٹس منیر نے ایک نجی مجلس میں ان مولویوں پر صحیح طور پر یہ طنز کی، کہ یہ لوگ علم کے اتنے "کورے" ہیں کہ یہ معمولی بات بھی نہیں سمجھتے کہ حاکمیت یا اللہ تعالیٰ کی ہو سکتی ہے یا لوگوں کی۔ دونوں کی نہیں ہو سکتی۔ اور قرارداد مقاصد بیشک چوں چوں کا مربہ ہے۔ تیسرا ادارہ دارالندوہ کا ہے جو ذرا دیر سے شروع ہوا۔ اس کے علامہ شبلیؒ نے انگریز کی وفاداری کو اول شرط قرار دیا تو ان پر کفر کے فتوے لگے۔ اور اپنی کتاب سیرت النبی میں جہاد کو "بظاہر ظالمانہ عمل" بھی کہا ان کے شاگرد سید سلمان ندویؒ نے اپنی سات کتابوں میں نظریہ جہاد کو کل چار صفحات میں "ٹرخا" دیا۔ تو ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ تینوں اداروں میں کچھ اقدار مشترک ہیں۔ دہلی سے نزدیکی۔ حضور پاکؐ کی شان کو بشری پیمانوں سے ناپنا اور جہاد کو طرز زندگی والی بات کو نہ اپنانا۔ ظاہر ہے کہ ہم اگر ان اداروں کو سیدھے طور پر اسلام کے خلاف سازش کی کڑیوں میں نہ بھی شامل کریں تو یہ ضرور کہیں گے کہ ان پر دانستہ یا نادانستہ سازش کے "اثرات" ضرور ہیں۔ انگریز بڑا چالباز تھا۔ اس نے ہمارے علماء کی "کم علمیوں" کا فائدہ بھی اٹھایا۔ باہمی حسد پیدا کئے اور ہمارے بیچ تفرقہ ڈالنے کیلئے ہر ہتھیار اور ہر طریقہ اختیار کیا۔ علاوہ ازیں تبلیغی جماعت بھی دیو بندی مسلک سے وابستہ ہے۔

13 ۔ احمد رضا خان بریلویؒ اور عشق رسولؐ:۔

ان تین اداروں کے علاوہ انہی دنوں میں دہلی کے نزدیک احمد رضا بریلویؒ کی فکر عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی پروان چڑھی ۔ اور دیو بند کے علماء کے خلاف رد عمل کے طور پر جناب احمد رضاؒ نے " مصطفیٰ جان رحمت پر لاکھوں سلام" کا ورد شروع کیا۔ اور ساتھ کچھ الزام تراشی بھی ہوئی ۔ سر سید نے بھی ہندی مسلم الگ قومیت کو اپنایا۔ لیکن ہندوستانی قومیت کا معاملہ اتنے زوروں پر تھا کہ ایک دفعہ علامہ اقبالؒ بھی اس رو میں بہ گیا اور " سارے جہاں سے اچھا ہے ہندوستان ہمارا" کے گیت گائے ۔ لیکن احمد رضا خان بریلویؒ ڈٹ گئے ۔ انہوں نے اعلان کیا کہ دنیا میں صرف دو قومیں ہیں ۔ ایک حزب اللہ یعنی مسلمان اور دوسرے حزب شیطان یعنی کافر ۔ بیسویں صدی کے شروع سالوں میں اس برصغیر میں علی برادران (جناب محمد علیؒ اور شوکت علیؒ) نے مسلمانوں کے راہنما کے طور پر بڑی شہرت حاصل کر لی تھی اور ہندو مسلم اتحاد کے بھی بڑے داعی بنے ہوئے تھے ۔ وہ احمد رضاؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، کہ وہ اپنے خیالات پر مصلحت کے طور پر نظر ثانی کریں ۔ احمد رضاؒ نے صاف جواب دیا کہ اکیلی مغربی طاقتیں نہیں بلکہ ان کی شہ پر ہندوؤں نے بھی ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر رقیق حملے شروع کر دیئے ہیں ۔ اور بعد میں کچھ کتابیں بھی لکھیں کہ ہمارے بدنوں سے روح محمدؐ نکال سکیں ۔ لیکن احمد رضا بریلویؒ جیسے لوگوں کا عشق رسولؐ کام کر گیا، کہ اس صدی کی دو عظیم جنگوں کے درمیان اس برصغیر میں غازی مرید حسین شہیدؒ، غازی علیم الدین شہیدؒ، غازی عبدالرشید شہیدؒ، غازی ملک میاں محمد شہیدؒ، غازی دوست محمد شہیدؒ، غازی عبدالقیوم شہیدؒ، غازی محمد صدیق شہیدؒ، غازی محمد عبداللہ شہیدؒ، غازی امیر احمد شہیدؒ اور غازی محمد منیر شہیدؒ جیسے اسلام کے فرزند پیدا ہوئے جو ناموس رسولؐ پر قربان ہو گئے ۔ اور اللہ تعالیٰ کو یہ قربانی پسند آئی تو ہمیں مملکت پاکستان عطا کر دیا ۔ کہ کافرانہ سیاسی نظام کی کافرانہ عدالت میں ایک دیانتدار وکیل کی ضرورت تھی ۔ وہ اللہ تعالیٰ نے محمد علی جناحؒ کو سعادت عطا فرما دی ۔ ورنہ ہم نے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلام کو سمجھنے کی کوشش کی ۔ نہ ہمارے بیچ کوئی زیادہ باعمل مسلمان رہنما تھا ۔ نہ ہمارے بیچ اتحاد تھا اور میں تحریک پاکستان کا آدمی ہوں ۔ سب

کچھ آنکھوں سے دیکھا اور اپنے مشاہدات یاد آتے ہیں تو رونا آتا ہے، کہ نہ ہم منظم تھے۔ اور نہ ہمارے بیچ اتحاد تھا۔ اور بے حساب مسلمانوں نے پاکستان کی مخالفت کی۔

14 ۔ تحریک پاکستان کا پس منظر:۔

پاکستان کی تحریک میں حصہ لینے والے لوگوں کو میں اس زمانے میں فرشتہ سمجھتا تھا لیکن مسلم لیگ کی مخالفت میں صوبہ سرحد میں کانگرس یا غفار خان کے سرخپوش اتنے مضبوط تھے کہ 14 اگست 1947ء تک وہاں ان کی حکومت تھی۔ صوبہ پنجاب میں خضر حیات ٹوانہ کانگرس کی مدد سے مارچ 1947ء تک حکومت پر براجمان رہا۔ سندھ میں جی ایم سید اور مولا بخش سومرو نے کانگرس کے ساتھ مل کر غلام حسین ہدایت اللہ کی مسلم لیگی حکومت کو چنے چبائے، کہ شروع 1947ء میں دوبارہ انتخابات ہوئے تو مسلم لیگ کی حکومت نے کچھ سکھ کا سانس لیا۔ بلوچستان میں قبائلی سرداروں کا راج تھا۔ وہ کسی کا ساتھ دے سکتے تھے۔ بنگال میں فضل الحق مسلم لیگ کی مخالفت میں ڈٹا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ جمیعت العلماء ہند ہر جگہ مسلم لیگ کی مخالفت کر رہی تھی اور فضل الرحمن کا باپ مفتی محمود تو پاکستان بنانے کو مرتے دم تک ایک "گناہ" ہی کہتا رہا جس میں وہ "شریک" نہ تھا۔ اس کے علاوہ غلام غوث ہزاروی اور سب دیوبندیوں نے کھل کر پاکستان کی مخالفت کی۔ بلکہ میں نے چند سال پہلے امریکہ اور سعودی عرب میں بھارت کے دیوبندی علماء کو پاکستان کے برخلاف اب بھی زہر اگلتے دیکھا۔ اور اکثر کہا جاتا ہے کہ ہمارے ملک کے موجودہ کئی دیوبندی گروہوں کو اب بھی "ہدایات" بھارت کے دیوبند سے اور تبلیغی جماعت کو دہلی سے ملتی ہیں۔ علاوہ ازیں خاکسار علامہ مشرقی، گو اسلام کے عسکری پہلو کو سمجھتا ہے لیکن اس نے بھی کھل کر مسلم لیگ کی مخالفت کی۔ اس لئے پاکستان کا بن جانا ایک معجزہ ضرور ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ لنگڑا لولا پاکستان اینگلو امریکن بلاک کی بھی ضرورت ہے کہ یہاں بھی وہ لوگ کمال ترکی برانڈ اسلام نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ اول غلام کذاب کو میدان میں لایا گیا اور اس کو بھی آدھی کامیابی ہو گئی۔ لیکن سرسید کے "بت" کے ساتھ متبادل تجویز بھی تھی کہ حضور پاکؐ کی بجائے ہم سرسید کو دو قوموں کے نظریہ کا بانی سمجھیں ... نقالی ... قائداعظمؒ (اتاترک کی طرح) قوم کا باپ بنا دیا

ہے۔ یہ کچھ بھی اسی سازش کا نتیجہ ہے۔اور جو اخبار "نوائے وقت" ہر وقت قائداعظمؒ اور اقبالؒ کے پاکستان کی ڈفلی بجاتا ہے۔ یہ بھی اسی سازش کی کڑی ہے کہ ہم "رہبر ورہنما مصطفیٰؐ" کے نعرہ سے دور رہیں۔اور پاکستان کو اللہ اور رسول کا ملک نہ کہیں۔اب ذرا پس منظر میں جائیں۔ کہ غالب حکمران حکومت یعنی انگریز سے یہ ملک ہم نے اسلامی طریقہ نظریہ جہاد سے نہ حاصل کیا۔ کہ انگریز اس کی اجازت نہ دیتا تھا۔ تو بھیڑ بکریوں کی طرح قربانی دے کر کافرانہ سیاسی نظام کے تحت یہ ملک حاصل کیا۔ 14 اگست 1947ء کو ہمیں چاہیئے تھا کہ جہاد کو طرز زندگی کے طور پر اپنا لیتے، کہ مشرقی پنجاب کے فسادات نے موقع بھی فراہم کر دیا تھا کہ خان عبدالقیوم نے لیاقت علی کو مشورہ بھی دیا، کہ قبائلی مجاہدین کو وہاں داخل کر دیں۔ اگر ایسا کرتے تو بھارت میدان جنگ بن جاتا۔ ہم ستر ہزار نوجوان عورتیں بھی کفار کے پاس نہ چھوڑتے۔اور کشمیر سیدھے طور پر مل جاتا۔ لیکن ہم نے کافرانہ سیاسی نظام کو اوڑھنا، بچھونا بنایا، اور کشمیر میں جو جہاد کا موقع ملا تھا۔ وہاں غداریاں کر کے جہاد کو جمود دیا۔ ورنہ پانچ ایسے مواقع آئے تے کہ ہم کشمیر میں بھارتی فوج کو ایسے تہس نہس کرتے کہ ہندو حیدرآباد کی طرف میلی آنکھ سے بھی نہ دیکھتا۔ لیکن ہم کافرانہ نظاموں کے ساتھ چمٹے رہے۔ تو اٹھانوے ہزار فوجیوں سے ہتھیار ڈلوا کر ملک کو بھی دولخت کرایا۔ اور اپنی ہزار سال کی تاریخ کو سیاہ کر دیا۔ ان تمام کوتاہیوں میں ہمارے تعلیمی ادارے، مذہبی ادارے اور پوری قوم برابر کی قصوروار ہے۔ خاص کر مذہبی اور دینی رہنما، جو ہماری رہنمائی نہ کر سکے۔

15 ۔ اندرونی خلفشار کا شکار:۔

صلیبی جنگوں میں ناکامی کے بعد اہل مغرب پر واضح ہو گیا تھا، کہ مسلمانوں کو سیدھے یا بیرونی حملے سے ختم نہیں کیا جا سکتا۔ پھر انہوں نے ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث مبارکہ پڑھ لی کہ مسلمانوں کو صرف اندرونی خلفشار سے نقصان پہنچایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے سلطنت عثمانیہ جیسی مضبوط حکومت کے اندر اٹھارہویں اور انیسویں صدیوں میں ایسے اندرونی خلفشار پیدا کئے کہ "ینگ ترک تنظیم" بھی انہی لوگوں نے بنائی تھی اور کمال ترکی انہی کی "پیداوار" ہے۔ عرب دنیا میں جو

کچھ لارڈ ھمفرے یا لارنس اور متعدد بھیس بدلنے والوں نے جو عرب ازم کو ہوا دی یا ہمارے عقائد کو پاش پاش کر دیا۔ اس پر اب سینکڑوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ اور اس برصغیر ہندوپاکستان میں جہانگیر بادشاہ کے دربار میں سر تھامس رو کو بھیج کر جو سازش شروع کی گئی وہ انیسویں اور بیسویں صدی کے پروفیسر آرنلڈ تک پھیلی ہوئی ہے۔ اور سازش کے دو بڑے پہلو یہ ہیں۔ اول حضور پاکؐ کی ذات کو بشری پیمانوں سے ناپ وتول کر کے انؐ کی شان کو گھٹانا۔ شاہ اسماعیل کی کتاب تقویۃ الایمان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہی سازشی ہاتھوں نے وہ کتاب لکھوائی۔ اور سکھوں کے خلاف ان کا جہاد بھی انگریزوں کی شہ پر تھا۔ لیکن ہم صرف نتائج پر تبصرہ کریں گے کہ اس کتاب سے اثر لے کر محمود الحسن دیوبندیؒ۔ لفظ رحمۃ اللعالمین کے وہ معنی نہیں کرتے، جیسے اللہ تعالیٰ کے سلسلہ میں رب العالمین کے معنی کرتے ہیں کہ حضور پاکؐ کو لوگوں تک محدود کر دیتے ہیں اور پورے عالموں کیلئے رحمت نہیں لکھتے۔ اور قارئین باب دوم میں اس سلسلہ میں بہت کچھ پڑھیں گے۔ کہ اسی طرح یہ لوگ سورۃ نجم میں "قاب وقوسین" کے منظر کو دیدار الٰہی تسلیم نہیں کرتے۔ لطف کی بات ہے کہ یہ "کم علم" لوگ ان احادیث مبارکہ کو صحیح مانتے ہیں کہ پہلے پچاس نمازوں کا حکم ملا تھا۔ اور حضور پاکؐ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کہنے پر بار بار اللہ کے دربار میں جا کر نمازیں کم کراتے ہیں۔ کہ اس میں بھی حضور پاکؐ کی شان میں کمی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حالات کو بہتر طور پر جانتے تھے اور یہ سوچنے کیلئے تیار نہیں کہ پچاس نمازوں کے سلسلہ میں ہر پندرہ منٹ کے بعد اذان ہو رہی ہوتی۔ اور سارا دن نمازوں میں گزر جاتا۔ اب میں مختلف فرقوں کے بودے عقائد پر لکھنا شروع کر دوں، تو ایک اور کتاب لکھنا پڑے گی لیکن میرے سامنے واضح مثالیں اور نتائج ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسلام سے کتنی روگردانی کر رہے ہیں کہ اسلامی فلسفہ حیات کو دوسروں کے فلسفہ حیات میں گڈمڈ کر دیا ہے۔ کتاب حضور پاکؐ کے جلال وجمال میں اس پہلو پر ایک پورا باب ہے۔ تفصیل میں جانے والے صاحبان اس سے استفادہ کریں۔ اور سازش کا دوسرا پہلو جہاد میں جمود ہے۔

16 ۔ " نوائے وقت" اور "جنگ" کی اسلام دشمنیاں:۔

علاوہ ازیں ہم اسلام سے بہت دور ہو چکے ہیں۔ مثال کے طور پر جب کوئی مرجاتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ ان کے مرنے سے جو خلاء پیدا ہو گئی ہے۔ وہ پوری نہ ہو سکے گی۔ حالانکہ ایسے صاحبان میں اکثر ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو نماز پنجگانہ بھی باقاعدگی سے ادا نہ کرتے تھے۔ پھر ہر سال ان لوگوں کی برسیوں پر لاکھوں روپے خرچ کر کے ایسے لوگوں کو "پیرو پیمبر" ثابت کیا جاتا ہے۔ جیسے آپ لوگ "نوائے وقت" کے بانی حمید نظامی کے بارے میں پڑھتے ہوں گے کہ متعدد لیڈر آجاتے ہیں اور "دروغگوئی" کر کے حمید نظامی کو "پیرو پیمبر" ثابت کرتے ہیں کہ اخبار "نوائے وقت" میں ان کا فوٹو آجائے۔ اب میں کئی ثبوتوں کے ساتھ اپنی کتاب "اسلامی نظام حکومت" میں واضح کر چکا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلام کے نفاذ میں سب سے بڑا روڑا اخبار "نوائے وقت" ہے کہ سنجیدگی اور دائیں بازو والا ہونے کا "لبادہ" اوڑھ کر یہ اخبار سرسید کے اسلام اور قائداعظمؒ اور اقبالؒ کے پاکستان کا پرچار کرتا ہے۔ اور غیروں کی کسی سازش کی "کڑی" معلوم ہوتا ہے۔ ساتھ ہی یہ اخبار مادر پدر آزاد جمہوریت کا دعویدار ہے۔ گو باقی اخباریں بعض معاملات میں اس اخبار سے بدتر ہیں کہ انگریزی کے سب اخباریں جو کچھ لکھ رہی ہیں۔ اس کا اسلام کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں۔ لیکن اردو کا کوئی اور اخبار تو کامیاب ہو ہی نہیں سکتا کہ حکومت نے "جنگ" اور "نوائے وقت" کو ہر شہر سے اشاعت کی اجازت دے کر پورے ملک کو ان دو اخباروں کی "جائداد" (Monoply) بنا دیا ہے۔ کہ "جنگ" جو تھالی کا بینگن ہے۔ اس ملک میں بے حیائی اور بے پردگی پھیلانے میں اس اخبار نے ہراول کا کام کیا ہے۔ اور اب "نوائے وقت" زیادہ زور حمید نظامی کی "پوجا" پر دے گا اور "جنگ" "خلیل الرحمن" کی "پوجا" پر۔ حالانکہ مجھے ذاتی طور پر معلوم ہے کہ یہ دونوں "باعمل" مسلمان بھی نہ تھے۔ میرے لحاظ سے قائداعظمؒ، علامہ اقبالؒ کی یا کسی اور کو اگر اپنے بزرگوں کی برسی بنانے کی طاقت ہو۔ تو وہاں ان کی بخشش کیلئے دعا مانگی جائے۔ رہنمائی کیلئے ہمارے پاس قرآن پاک اور قرآن پاک کے تابع سنت نبویؐ میں سب کچھ موجود ہے۔ ہم نے کسی اور سے کچھ نہیں سیکھنا۔ بزرگوں نے اسلام کی جو خدمت کی، تو ان لوگوں کو حضور پاکؐ کی نبوت

میں "شرکت" تو نہ دی جائے۔ ہر زمانے کیلئے ہمارے رہنما مصطفیٰؐ ہیں۔

17 ۔ ہمارے مولوی اور مسلم لیگ:۔

جہاں تک پاکستان بنانے والے مسلم لیگیوں کا تعلق ہے جن کو میں کسی زمانہ میں فرشتہ سمجھتا رہا تھا۔ وہ زیادہ تر بے دین اداروں کے تعلیم یافتہ یا بڑے زمیندار اور جاگیر دار یا ابن الوقت سیاستدان تھے۔ پنجاب میں تو زیادہ تر مسلم لیگی بقول نواب کالاباغ کے چندہ مسلم لیگ کو دیتے تھے اور ہدایت ڈپٹی کمشنروں سے لیتے تھے۔ ان لوگوں نے اسلام کا کیا نفاذ کرنا تھا۔ دیو بند کے کچھ علماء حسین احمد مدنی سے الگ ہو کر شبیر احمد عثمانیؒ کے تحت مسلم لیگ میں شامل ہو گئے تھے۔ بریلوی مسلک سے متفق اکثر پیر فقیر، جن میں پیر صاحبان مانکی شریف، زکوڑی شریف، سیال شریف اور موسیٰ زئی شریف وغیرہ مسلم لیگ کے ساتھ تھے۔ حضور پاکؐ کے ساتھ محبت ان لوگوں نے ورثہ میں حاصل کی تھی۔ لیکن جہاد کے تقاضوں کو یہ لوگ بھی نہ سمجھتے تھے۔ بہر حال جن عالموں نے مسلمانوں کے رہنما بننے کا لبادہ اوڑھا ہوا تھا۔ یا جو لوگ اپنے آپ کو حضور پاکؐ کا "جانشین" سمجھتے تھے نہ وہ آزادی سے پہلے قوم کی رہنمائی کر سکے اور نہ آزادی کے بعد۔ ان کے سیاسی گروہ زیادہ تر عقائدی گروہ ہیں۔ جن کی تعداد دن بدن بڑھتی جاتی ہے اور یہ لوگ اپنی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجدوں میں "براجمان" ہیں۔ ہم کہتے ہیں پندرہویں صدی ہجری یا اکیسویں صدی عیسوی مسلمانوں کی صدیاں ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ مسرت شاہین کا مقابلہ کرنے والا فضل الرحمن، یا سمیع الحق یا ستار نیازی یا شاہ احمد نورانی یا قاضی حسین احمد، دنیا والوں کو خاک اسلام سمجھائیں گے؟ میری دانشوروں سے اپیل ہے کہ میں ان سب لوگوں کو بہت قریب سے دیکھ چکا ہوں۔ یہ لوگ "ٹکڑے اڑا" رہے ہیں۔ اور ہمارے ملک میں اچھے تعلیم یافتہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلام کو تلاش کرنا ہوگا۔ میں اس سلسلہ میں اپنی بیس کتابوں کو تحقیق کی بسم اللہ کہتا ہوں۔ لیکن پچھلے اٹھارہ سالوں میں میری کسی کتاب کے کسی ایک لفظ پر کسی نے تنقید نہ کی کہ میری کوئی ذاتی رائے نہیں۔ میں تمام نظریات کو قرآن پاک کے بیانات کے تابع کرتا ہوں اور واقعات کسی حوالے سے لکھتا ہوں۔ پھر بھی لوگوں کو دعوت دیتا ہوں کہ میں نے اگر کوئی غلطی کی ہے تو وہ میری تصحیح

کریں۔ میں جماعت اسلامی کے مودودی صاحب کی طرح اپنی بات کو حرف آخر ہرگز نہیں سمجھتا۔ میں غلطی کو تسلیم کر کے حضرت آدم علیہ السلام کی سنت کے طور پر " ربنا ظلمنا انفسنا" پڑھوں گا اور شیطان کی طرح تاویلیں نہیں پیش کروں گا کہ مودودی صاحب اکثر اپنی غلطی تسلیم نہیں کرتے۔ اگر عذر کرنے پر مجبور ہو جائیں تو ان کا عذر گناہ بدتر از گناہ ہوتا ہے۔ میں اپنی کتابوں کا ذکر کسی خود نمائی کی وجہ سے نہیں کر رہا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جو با مقصد اسلام لکھنے کی سعادت عطا فرمائی۔ جو اس زمانے کی ضرورت ہے۔ میں قوم کی توجہ ادھر کرنا چاہتا ہوں۔ کہ وہ سب باتیں میں یہاں دہرا نہیں سکتا۔

18 ۔ جماعت اسلامی اور مودودی:۔

اب میرے اس مختصر پیش لفظ میں صرف جماعت اسلامی اور مودودی صاحب باقی رہ گئے ہیں۔ جن کے کام پر میں نے تبصرہ نہیں کیا۔ لیکن جماعت اسلامی تو کئی کتابوں کا مضمون ہے۔ اگر میں کچھ لکھوں تو مجھے ان کتابوں کو " ردمودیدیت" کا نام دینا پڑ جائے گا۔ لیکن میں کسی منفی عنوان کے تحت کچھ لکھنے کو تیار نہیں۔ ویسے میں نے اپنی بیسویں کتاب "اسلامی نظام حکومت" کا دوسرا ایڈیشن ان الفاظ سے ختم کیا تھا:۔

19 ۔ عاجز سپاہی کی دعا:۔

" اے رب العالمین! تیرے حبیب پاک کا سپاہی، تیرے حبیبؐ پر لاکھوں سلام بھیج کر دوسرے ایڈیشن کا خاتمہ کرتا ہے۔ کہ اب توفیق دے کہ جن " دانشوروں " اور " علماء " نے مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھنے کے سلسلہ میں عاجزی نہیں کی اور بے لگام تحریروں سے " وہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا اس کے قلب سے روح محمدؐ نکالنے کی دانستہ یا نادانستہ طور پر عمل کر بیٹھے ہیں۔ یہ عاجز قوم کے سامنے ان کا کچا چٹھا کھول دے گا۔ اور بسم اللہ مودودی صاحب کی تفہیم سے ہوگی۔ جہاں قرآن پاک کی تفہیم کی آڑ میں اس نے اپنے بودے عقائد کا پرچار کیا ہے۔" آج شاید وہ وقت آگیا ہے کہ میرے رب آپ مجھے توفیق دے رہے ہیں کہ میں قوم کو یہ باور کراؤں:۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

مودودی صاحب اور جماعت اسلامی کا تعارف

1 ۔ ابتدائیہ:۔

مودودی صاحب کی تفہیم قرآن پر کچھ تبصرہ کرنے سے پہلے میں گزارش کروں گا کہ میں مودودی صاحب کا ہم عصر ہوں۔ اور ان کی تحریروں کے بارے میں آزادی سے پہلے سے باخبر ہوں۔ لیکن 1965ء تک میں مطالعہ، تجسس اور تحقیق کے دور سے گزرتا رہا۔ اپنی رائے کا اظہار نہ کرتا تھا۔ مودودی صاحب کو جب بھی پڑھا تو ان کے طرز بیان نے مجھے کچھ متاثر ضرور کیا۔ لیکن تحریر میں کوئی نہ کوئی ایسا لفظ ضرور ہوتا تھا جو مجھے مایوس کر دیتا تھا۔ چنانچہ 1948ء میں جب مودودی صاحب نے جہاد کشمیر کے سلسلہ میں کچھ بیانات دیئے تو مجھے بڑی مایوسی ہوئی اور میں یہ "مایوسی" 46 سال اٹھائے پھرتا رہا اور اب 1994ء میں اس کو اپنی کتاب جہاد کشمیر کا حصہ بنایا ہے۔ الفاظ یہ ہیں:۔

جماعت اسلامی اور مودودی صاحب:۔

جہاد کشمیر 48-1947ء کے سلسلہ میں مودودی کا فتویٰ یا بیانات، اب تک ہماری قوم میں زیر بحث ہیں۔ اس لئے یہ پہلو تفصیلی وضاحت چاہتا ہے۔ ویسے اس کا آسان جواب تو پیر پگاڑا نے ایک فقرہ میں دے دیا تھا کہ جماعت اسلامی ایسے تضادات کا شکار ہے کہ کشمیر کا جہاد حرام تھا اور افغانستان کا جہاد حلال ہے اور نواز شریف کی پہلی حکومت کے زمانے سے کچھ امداد مل گئی تو اب کشمیر کا جہاد بھی "حلال" ہو گیا ہے۔ اور یہ بات صحیح ہے کہ جماعت اسلامی کا اپنی مرضی کا اسلام ہے۔ کہ آزادی سے پہلے اور پاکستان بننے کے کئی سال بعد تک مودودی صاحب ٹھیک طور سے جمہوریت کو غیر اسلامی فلسفہ کہتے رہے۔ لیکن 1964 میں عورت کی سربراہی کو بھی نظریہ ضرورت کے تحت صحیح قرار دیتے ہوئے جماعت اسلامی خود بھی کافرانہ سیاسی جمہوری نظام میں کود گئی۔ اس طرح اگر یہ عاجز جماعت اسلامی

کے اپنی مرضی کے اسلام، تفہیم القرآن میں مودودی کے معتزلہ یا سرسید کی طرز پر تضاد سے بھرپور تجزیوں اور تاریخی غلطیوں اور سب باتوں کو یہاں بیان کرنا شروع کر دے گا تو ایک اور کتاب لکھنا پڑ جائے گی۔ لیکن جماعت اسلامی اور مودودی صاحب کا بڑا المیہ یہ ہے کہ وہ اپنے ہر بیان کو حرف آخر کہتے ہیں۔ اور کوئی بات غلط ثابت ہو جائے، تو تب بھی یہ لوگ حضرت آدمؑ کی طرح "ربنا ظلمنا انفسنا" پڑھ کر ندامت کرنے کے بجائے شیطان کی طرح تاویل دینے سے بھی گریز نہیں کرتے کہ "انا خیر منہ" اس کے اثرات کا ذکر آگے آتا ہے۔

جہاد کشمیر پر مودودی صاحب کا بیان:۔

میرے لحاظ سے کشمیر کے جہاد کے سلسلہ میں مودودی کا پہلا بیان اتنا خراب نہ تھا کہ انہوں نے کہا" کہ حکومت پاکستان کسی مصلحت کے طریق کار سے باشندگان کشمیر کے حق خودارادیت کو تسلیم کرائیں یا کھلم کھلا اپنی فوجیں کشمیر میں اس طرح اتار دیں، جس طرح بھارت نے جوناگڑھ میں اتاری تھیں۔ ان راہوں کے درمیان کوئی تیسری راہ دیانت اور سچائی کی نہیں۔" اس بیان کو کسی عالم دین کا بیان تو نہیں کہا جا سکتا کہ اس سلسلہ میں مودودی صاحب کو یہ کہنا چاہیے تھا کہ کافرانہ آئینی نظام ختم ہو گیا ہے اور ہمیں جہاد کو طرز زندگی کے طور پر اپنا کر اپنے جہاد کو اپنی مرضی کے وقت پر کشمیر تک پھیلا دینا چاہیے کہ بے شک ہمارے آقاؐ نے فرمایا "الحرب الخدعتہ"۔ لیکن اصل بات یہ تھی کہ قائداعظم کی وفات کے بعد لیاقت کی حکومت نے مودودی صاحب کی مراعات یعنی ریڈیو پر سے تقریریں اور الاؤنسز ختم کر دیئے تھے تو وہ اپنا "ساڑپھک" رہے تھے اور اسلام کو ہر وقت وہ اپنی مرضی کے مطابق "تراش" لیتے ہیں تو ملک میں شور اٹھ گیا۔

عذر گناہ بدتر از گناہ:۔

مودودی نے جواباً اس سلسلہ میں جو وضاحتی بیان دیا۔ اس میں انہوں نے کشمیر کے مسلمانوں کے ہتھیار اٹھانے کو بھی جہاد کہا۔ اور قبائلی مجاہدین کو مشروط طور پر کشمیر کے جہاد میں شرکت کی اجازت دی۔ کہ ان کی نیت صحیح ہو اور وہ اسلام کی پابندی کر رہے ہوں تو کشمیر کے جہاد میں شامل ہو سکتے ہیں لیکن پاکستان کے ہم باقی مسلمانوں کی جہاد

میں شرکت کو انہوں نے ناجائز قرار دیا، سوائے مالی امداد کے، کہ جماعت اسلامی صرف مالی امداد دے رہی تھی۔ مودودی کا یہ بیان ان کی "علمیت" کو پاش پاش کر دیتا ہے۔ کہ یا تو وہ اسلام سے نابلد ہیں، یا کسی سازش کی کڑی ہیں، کہ وہ مرزا غلام کذاب قادیانی اور سر سید کی طرح اسلام کی شکل وصورت کو تبدیل کر دینا چاہتے تھے اور یہ سازش جاری ہے۔ اس بیان پر پورے تبصرہ کیلئے ایک الگ مضمون کی ضرورت ہے۔ مسلمانوں کو تین الگ گروہوں میں بانٹ کر مودودی سورۃ انعام کی آیت مبارکہ نمبر 160 اور سورۃ توبہ کی آیت مبارکہ نمبر 122 اور متعدد اور آیات مبارکہ کو جھٹلا دیتے ہیں۔ اور ہم پاکستان کے مسلمانوں کے اس جہاد میں شرکت کو ناجائز قرار دے کر وہ سورۃ نساء کی آیت نمبر 75 کو جھٹلا رہے ہیں۔ جہاں ناتوانوں کی مدد میں لڑنے کا سخت حکم ہے۔ قبائلی مجاہدین کے دلوں اور نیت کو ان کے عمل سے نہ پرکھ کر مودودی صاحب حضور پاکؐ کے اس فرمان کو جھٹلا دیتے ہیں کہ "تم کون ہوتے ہو جو کسی کے دل کی بات کا فیصلہ کرو"۔ مزید مودودی صاحب نے یا تو جان بوجھ کر ایسا کیا یا وہ تاریخ سے نابلد ہیں کہ جنگ احد میں بنو عبدالاشل کے جناب اسیرؓ نے شہادت سے پہلے کلمہ پڑھنے کے علاوہ اسلامی حدود کے تحت کوئی عمل نہ کیا تھا۔ علاوہ ازیں مودودی صاحب، صلح حدیبیہ کے بعد جناب عتبہؓ بن اسید اور نو مسلم مسلمانوں نے کفار کے ساتھ جو جنگ جاری رکھی اس سے بھی نابلد معلوم ہوتے ہیں کہ ایسا اوٹ پٹانگ فتویٰ دیا یا وضاحت کی اور خیر ہم کشمیر کے جنگ کے شرکا، پر تو اس فتویٰ کا کوئی اثر نہ پڑا کہ دو تین دن بعد بھی جن شہداء کی لاش اٹھائی جاتی تھی۔ اس سے بھی ایسی خوشبو اور مہک آتی تھی کہ اس کے اثرات ہم کئی دن بعد بھی محسوس کرتے تھے اور یہی کچھ ستمبر 1965ء میں ہم نے دیکھا، حالانکہ ہم یہ جنگ باطل دفاعی نظام کے تحت لڑ رہے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے صحیح نیتوں کے صحیح عمل کا اجر ضرور دیا۔

مودودی صاحب کی کتاب۔ جہاد فی الاسلام:۔

مودودی صاب کی کتاب جہاد فی الاسلام میں "مصلحانہ دفاع" اور "مدافعانہ دفاع" یا اسلام کے پھیلاؤ میں تلوار کے اثر کو نفی کرنے کی باتوں کو پڑھ کر پہلے تو صرف ہنسی آتی تھی کہ علامہ اقبال بھی ایسی فضول تحقیق اور بیانات پر چیخ اٹھتا تھا کہ باطل کے فالو فر

سے یورپ زرہ میں ڈوب گیا دوش تا کمر۔ لیکن اب اور تانے بانے ملانے سے مجھے تو ایسے لگتا ہے کہ یہ کتاب بھی غیروں کو اس سازش کی کڑی ہے کہ مسلمانوں کے دل سے روح محمدؐ نکال دو، اور جاندار جہاد کے نظریہ کو پاش پاش کر دو۔ جماعت اسلامی نے تنخواہ دار لوگوں کی مدد سے "نہ نظر آنے والا" ایک "مودودیہ" گروہ تیار کر لیا ہے۔ جو حکومت کے تعلیمی اداروں میں بھی گھس گیا ہے اور ان کی ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ صرف مودودی برانڈ، کے اسلام کا پرچار ہو۔ جہاں کوئی ایسے اسلام کی نفی کرے۔ تو یہ لوگ اس کی تحقیق کی اشاعت یا پرچار میں روڑے اٹکاتے ہیں۔ ایسے ہی گروہ نے کرنل اشفاق حسین کو میجر جنرل ریاض اللہ کے ساتھ "نتھی" کروا دیا۔ کہ وہ آدمی جہاد کشمیر کی کتاب لکھے گا اور میں نے جنرل ریاض اللہ کو پوری بات تو نہ بتائی۔ لیکن اتنا ضرور کہا کہ وہ یہ کتاب لکھنے کا "امیدوار" ہے اور بہتر ہے آپ یہ کام اس کے حوالے کر دیں۔ تو ریاض اللہ کا جواب تھا کہ ایسے لفاظی والے لوگ شاید جو کچھ تم لکھو گے، اس کو پوری طرح سمجھ بھی نہ سکیں، کہ وہ ایک مستند متوازن اور بامقصد تاریخ لکھانا چاہتا تھا۔ اور معاہدہ کی یہی بڑی شرط تھی جس کو اس عاجز نے اللہ کے فضل سے قائم رکھا۔

2 ۔ جماعت اسلامی کی قلابازیاں:۔

1964ء میں جب مودودی صاحب نے کافرانہ سیاست میں شمولیت اختیار کی تو میں حیران ہو گیا، کہ آزادی کے وقت مودودی صاحب نے صحیح طور پر اس جمہوری نظام کو کافرانہ سیاسی نظام کا نام دیا تھا۔ پھر مودودی صاحب نے ایوب خان کے مقابلہ میں ایک عورت مس فاطمہ جناح کا ساتھ دیا، تو میں اور زیادہ حیران ہوا، کہ اس سارے عمل سے فائدہ غفار خان کے جانشین ولی خان نے اٹھایا کہ پاکستان کی مخالفت اور پختونستان سٹنٹ کی وجہ سے سرخ پوشوں کی وقعت جو کم ہو گئی تھی، ان کو دوبارہ "زندگی" حاصل ہو گئی۔ یا عوامی لیگ کے مجیب الرحمن نے فائدہ اٹھایا کہ پاکستان کو دولخت کرنے کی وہ جو سازش کر رہا تھا۔ اس کے لئے اس کو کچھ "حواری" مل گئے اور وہ ایک سیاسی طاقت بن گیا۔ ان اختلافوں کے ہوتے ہوئے، مودودی صاحب نے 1970ء میں جب شوکت اسلام منانے کا فیصلہ کیا تو فوج میں ہوتے ہوئے دل میں سے میں نے جماعت اسلامی والوں کی مدد کی

میرا بڑا لڑکا ڈاکٹر محمد خالد ریاض جو ان دنوں ایڈورڈ میڈیکل کالج کے آخری سال کا طالب علم تھا۔ اس کو جماعت اسلامی کے ساتھ وابستہ رہنے کی مکمل اجازت دی۔ وہ مولوی فتح محمد کے پولنگ ایجنٹ بھی تھے اور بچوں نے جماعت اسلامی کے لئے ووٹر اکٹھے کرنے کیلئے میری کار کو بھی استعمال کیا۔ اور کچھ لوگوں نے میرے اوپر والوں کے پاس میری شکایت بھی کی، کہ میں جماعت اسلامی کا "آدمی" ہوں۔ لیکن اس زمانے کے حکمران یحییٰ خان اور اس کے حواری جانتے تھے کہ میں کسی کا "آدمی" نہیں، صرف اللہ اور رسولؐ کا "آدمی" ہوں۔ تو میرے خلاف کوئی کارروائی نہ کی گئی۔ انتخابات کے نتائج سے تو اللہ کے فضل سے مجھے کچھ آگاہی تھی۔ اور میری پیش بینی تھی کہ جماعت اسلامی تین چار سیٹوں سے زیادہ کچھ حاصل نہ کر سکے گی۔ لیکن ذوالفقار علی بھٹو اور مجیب الرحمن کی کامیابی نے مجھے حیران کر دیا کہ میرے لحاظ سے پاکستان دسمبر 1970ء میں ہی دولخت ہو گیا تھا، اور 14 ستمبر 1970ء کو مجھے کسی غیبی طاقت نے ایوب ہال میں یحییٰ خان اور اس کے حواریوں کے سامنے کھڑا کر دیا تھا۔ اور میں خود یہ کہہ چکا تھا کہ "آنے والے انتخابات بہت مہنگے پڑیں گے۔ اور یحییٰ خان ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے پر صدارت کرے گا"۔ اور میں جو اس کے بعد کھل کر جماعت اسلامی یا دیگر "اسلام پسندوں" کی حمایت کر رہا تھا تو میں سوچتا تھا کہ شاید یہ اسلامی طاقتیں ملک کو دولخت ہونے سے بچالیں۔ فوج سے میرے مارچ 1971ء تک ریٹائر ہونے کے احکام بھی جاری ہو چکے تھے۔ اور مجھے اپنے بیٹے ڈاکٹر خالد کے ذریعہ سے معلوم ہوا کہ مودودی صاحب کے معاون خصوصی ملک غلام علی ہیں، جو ہمارے علاقے کے ہیں۔ تو مجھے یاد آیا کہ وہ صاحب میرے ہم مکتب رہے تھے۔ فوج میں بھرتی ہوئے، حوالدار کلرکی سے اوپر نہ جا سکے تھے۔ تو دوسری جنگ عظیم کے بعد فوج چھوڑ دی۔ بچپن سے اسلامی ذہن تھا، تو کسی اسلامی ادارہ سے وابستہ ہو گئے۔ یہی کچھ چودھری رحمت الٰہی کو لاگو ہے۔ وہ بھی فوج میں نائیک تھے۔ ہمارے ساتھ افسری کے امیدوار تھے۔ وہ نہ ملی تو فوج چھوڑ کر جماعت اسلامی میں شامل ہو گئے۔

3 ۔ مودودی مجھے ملنا نہ چاہتا تھا:۔

چنانچہ میں نے ملک غلام علی سے بذریعہ خط رابطہ باندھا۔ جنہوں نے بڑے پیارے

جواب دیئے۔ تب تک میں فوج سے ریٹائر بھی ہو چکا تھا۔ میں نے ملک صاحب کو ایک لمبے چوڑے خط میں کچھ سفارشات بھیجیں کہ مودودی صاحب مجھے ایک دو گھنٹے کا وقت دیں اور اسلامی طاقتوں کو اکٹھا کرنے کی سفارشات کا خاکہ بھی میں نے ان کو بھیجا اور مودودی صاحب کی کچھ تحریروں خاص کر تفہیم القرآن کے بیانات سے کچھ اختلافات بھی ظاہر کیے۔ ان اختلافات کی تفصیل اب دوسرے باب میں آ رہی ہے۔ اور جہاد کشمیر کے سلسلہ میں جو کچھ پہلے پیراگراف میں اب لکھا ہے اس کا خاکہ بھی بھیجا۔ ملک غلام علی نے بڑا مایوس کن جواب دیا کہ مودودی صاحب کسی کو پانچ یا دس منٹ سے زیادہ وقت نہیں دے سکتے اور میرے کچھ اعتراضات کا ملک صاحب نے بڑا بودا جواب دیا۔ خاص کر لفظ شرک کی تشریح کا۔ لیکن میرے زیادہ اعتراضات کے بارے میں ملک صاحب نے کہا کہ اپنی اپنی رائے ہے اور کسی کو رائے تبدیل کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ تو میں نے دوبارہ ملک صاحب کو خط لکھا کہ سورۃ کافرون کے مطابق کافروں اور مسلمانوں کی الگ الگ رائے ہونی چاہیئے۔ میں قرآن پاک اور مودودی صاحب کی اپنی تحریروں سے ہی مودودی صاحب پر واضح کروں گا کہ انہوں نے کافی غلطیاں کی ہیں۔ اور ہمیں حضرت آدمؑ کی طرح اپنی غلطیوں پر نادم ہونا چاہیئے۔ اسی وجہ سے میں نے ملاقات کیلئے زیادہ وقت مانگا تھا، اور اگر میں غلطی پر ہوں تو میں مودودی صاحب کا شکر گزار ہوں گا کہ انہوں نے مجھے راہ راست پر لگا دیا۔ ملک صاحب کا تیسرا جواب اور زیادہ مایوس کن تھا، کہ لکھا کہ "میں پہلے جماعت اسلامی میں شامل ہو جاؤں۔ جماعت کی تنظیم اور طریق کار کا مطالعہ کروں تو مودودی صاحب کے ساتھ ملاقات کی راہ بھی نکل آئے گی۔ فی الحال مودودی صاحب کی طبیعت بھی کچھ ناساز ہے۔ اور وہ کسی بحث مباحثہ میں نہیں پڑنا چاہتے"۔ اسی دوران فوج والوں کو پھر میری ضرورت پڑ گئی حالانکہ میں 33 سال خدمات کے بعد ریٹائر ہوا تھا۔ بہر حال فوج نے مجھے واپس بلا لیا اور میں پہلے کراچی گیا کہ اخباروں کو کچھ "کنٹرول" کروں۔ اور پھر مشرقی پاکستان چلا گیا، کہ جا کر معلوم کروں کہ کیا دونوں خطے اکٹھے رہ سکتے ہیں یا نہیں؟ قارئین! یہ لمبی کہانیاں ہیں اور ان کی جھلکیاں میری دوسری کتابوں میں موجود ہیں۔

4 - جماعت اسلامی کے فاؤنڈر ممبر:۔

میں جماعت اسلامی کا ویسے کافی مطالعہ کر چکا تھا۔اور مجھے معلوم تھا کہ میرے جیسے سیدھی بات کرنے والے کی جماعت اسلامی میں کوئی جگہ نہیں۔امین الدین اصلاحی کے ایک صاحبزادے راولپنڈی کی اخبار کوہستان کے ایڈیٹر تھے۔ان کے ساتھ لمبی چوڑی بات ہوتی رہتی تھی۔مودودی صاحب نے بڑی اچھی تنظیم بنائی۔لیکن اپنے نزدیک وہ صرف ایسے لوگوں کو رکھتے تھے۔جو ان کی ہر بات کو بسرو چشم تسلیم کریں۔اور خاص طور پر مودودی صاحب کے مخصوص عقائد کو۔زیادہ سمجھنے والے کیلئے وہاں بالکل جگہ نہ تھی۔ان کے پہلے جانشین مولوی طفیل صاحب ایک عامیانہ ذہن سے بھی بہت کم قابلیت کے مالک ہیں۔اور مومن کی فراست جس کی طرف میرے آقاؐ نے اشارہ فرمایا، اس میں ان کا معاملہ کچھ مستند نہ تھا کہ مولوی طفیل نے یہ اعلان کر دیا۔کہ یحییٰ خان ملک کو اسلامی قانون دے گا۔قاضی حسین احمد نے "ظالمو! قاضی آگیا" کے الفاظ سے اپنا مذاق اڑوایا۔اور جماعت اسلامی کے موجودہ حالات پر تبصرہ کتاب کے آخری باب میں ہوگا جہاں ثابت کیا جائے گا کہ درمیانی یا اس سے بھی کم ذہن والے بنیادی اسلام کے پیروکاروں کیلئے یہ جماعت "پناہ گاہ" بھی ہے اور روزگار کا ذریعہ بھی۔مجھے اس جماعت کا کوئی آدمی بھی آج تک متاثر نہیں کر سکا۔سوائے چھوٹی سطح کے مخلص کارکنوں کے۔کہ وہ نوجوان اس اندھی تقلید کے تحت، کہ "جماعت اسلامی والے" اسلام لے آئیں گے۔جماعت اسلامی کے ساتھ وابستہ ہو جاتے ہیں۔یہ بھی ایمان بالغیب کا ایک درجہ ہے اور مجھے ایسے مخلص لوگوں کے ساتھ ہمدردی ہے۔

5 - غازی عبدالجبار مرحوم:۔

جماعت اسلامی کے ایک "فاؤنڈر ممبر" غازی عبدالجبار کے ساتھ۔جو جماعت اسلامی سے مودودی صاحب کے ساتھ اختلافات کی وجہ سے الگ ہو گئے تھے۔بڑی ملاقاتیں رہیں۔جماعت اسلامی میں یہ نفاق یا پھوٹ تو چرب زبان ڈاکٹر اسرار احمد نے کسی ذاتی غرض سے ڈلوائی تھی، جس نے مودودی صاحب کے پرانے دوستوں، امین اصلاحی اور غازی عبدالجبار

کو بھی آخر ان سے الگ کرا لیا۔ بہر حال 1979ء میں جب میں فوج سے آخری بار ریٹائر ہوا تو میں نے اردو اور انگریزی دونوں اخباروں میں اپنے خیالات کا اظہار کرنا شروع کر دیا۔ ان دنوں میرے اس موجودہ گھر میں ٹیلیفون بھی نہ تھا۔ کہ ایک دن کیا دیکھتا ہوں کہ میرے پرانے دوست میجر ہاشمی صاحب کے ساتھ ایک سن رسیدہ صاحب بھی تشریف لائے۔ جن کا میرا ساتھ غازی عبد الجبار کے طور پر تعارف کرایا گیا۔ جن کو غائبانہ طور پر میں جانتا تھا۔ غازی صاحب نے کوئی لگی لپٹی نہ رکھی اور کہنے لگے کہ "تمہارے مضمونوں سے یہ تاثر ملتا ہے کہ تم اسلام کو بھی سمجھتے ہو اور شاید جنرل ضیاء الحق کے ساتھ بھی کچھ تعلق اور رابطہ ہے"۔ مزید جبار صاحب نے کہا" کہ وہ میرے ساتھ متفق ہیں اور ہم سب ساتھی ضیاء الحق کے پاس جائیں اور اس کو کہیں کہ وہ "اولی الامر" بننے کا اعلان کر کے اسلام کا نفاذ کر دے اور ہم اس کی بیعت کا اعلان کر دیں"۔ میں نے غازی صاحب کو وہ خطوط دکھائے جو میں پہلے سے ضیاء الحق کو لکھ چکا تھا، کہ اگر وہ مصلحت کے تحت بھی "منافقت" کرتا رہا ہے تو توبہ کرے اور جہاد کو نظام زندگی کے طور پر اپنانے کے احکام جاری کرے۔ غازی صاحب کو کچھ شک تھا کہ میں کھل کر سامنے نہیں آرہا اور ہم کوئی ضیاء الحق کا "گروہ" ہیں۔ اس لئے غازی صاحب میرے پاس کئی دفعہ تشریف لائے۔ میں نے ملک غلام علی کی طرف اپنے خطوط کا ذکر بھی کیا۔ اور غازی صاحب نے مجھے بہت کچھ بتایا۔ جو ایک کتاب کا مضمون ہے۔ جس کا اختصار یہ ہے" کہ جماعت اسلامی ایک ٹریڈ یونین ہے اور مودودی صاحب اس کے آمر ہیں۔ اسلام کے نفاذ کی بجائے مودودی صاحب کے سامنے بڑا مقصد حکومت ہے۔ اگر پاکستان کی حکومت نہ ملے تو جماعت اسلامی کی پکی "حکومت" ہی ان کیلئے کافی ہے۔ اس لئے وہ نہیں چاہتے کہ ان کی مجلس شوریٰ میں کوئی سمجھدار آدمی ہو۔ ان کو صرف ہاں میں ہاں ملانے والے آدمی چاہئیں۔ ان کے دنیا میں بڑے رابطے ہیں۔ اور یہ سب جماعت اسلامی کی تنظیم بننے کے بعد پیدا ہوئے۔ وہ اپنے غیر ملکی تعلقات سے مجلس شوریٰ کو آگاہ نہ کرتے تھے۔ اور کئی دفعہ پالیسی تبدیل کی اور متضاد فیصلے کئے، تو غازی صاحب وغیرہ کو ان سے الگ ہونا پڑا"۔ البتہ مجھ سے تو غازی صاحب بھی ناامید ہو گئے اور کہا کہ میں کچھ مصلحت سے بھی کام لوں۔ اور ضیاء الحق کو اتنی سخت باتیں لکھنے کی بجائے ان کو آہستہ آہستہ اسلام کے نفاذ کے

راستے پر لایا جائے۔ اس لئے انہوں نے میرے ساتھ رابطہ بند کر دیا۔ لیکن شاید ضیاء الحق کے پاس کسی اور وساطت سے پہنچ گئے کہ ان کو "اولی الامر" بنانے کی تگ ودو جاری رکھی لیکن مولوی طفیل صاحب اور کئی دیو بندی اور بریلوی علماء ضیاء الحق کے حلقہ یاراں میں شامل تھے۔ اس لئے غازی جبار کو "لفٹ" نہ ملی۔

6 ۔ مودودی کا عالمانہ تکبر:۔

مودودی صاحب کی تمام تحریروں میں "عالمانہ تکبر" بہت زیادہ ہے اور عاجزانہ دانشوری کی کوئی مثال مشکل سے ملے گی۔ اس لئے ان کی تحریر کے لفظ لفظ کی مخالفت میں کتابیں لکھی گئیں۔ میرے سامنے اس وقت جمشید پور (بھارت) کے عظیم دانشور راشد قادری کی کتاب ہے جو انہوں نے 1965ء میں لکھی اور انہوں نے دلائل سے ثابت کیا کہ محدثین، مجتہدین اور محققین سے کوئی آدمی مشکل سے مودودی صاحب کی تنقید سے بچا ہو گا۔ بلکہ قلم کی زور آزمائی صحابہ کرامؓ اور خلفاء راشدین پر بھی کی۔ لیکن جب ان کے رفقاء میں سے کسی نے ان کے ساتھ ذرا بھر اختلاف کیا، تو مودودی صاحب نے کہا کہ وہ بندہ حق نہیں، بندہ نفس ہے۔ مودودی صاحب اپنے غیر مقلد ہونے کو بڑے "تکبرانہ انداز" میں بیان کرتے ہیں کہ نہ وہ اہل حدیث کی تفصیلات کو صحیح سمجھتا ہی اور نہ حنفیت یا شافعیت کا پابند ہے۔ آپ ان کے الفاظ پر دھیان دیں۔ گو اصولی طور پر مقلد ہونا ضروری نہیں کیونکہ صحابہ کرامؓ اور پہلی صدی ہجری میں ابھی اماموں کی تقلید والا پہلو شروع نہ ہوا تھا۔ اور نہ ہی کسی امام نے کسی فقہی گروہ کی بنیاد ڈالی تھی۔ اس لئے اگر ہم پہلی صدی کی وحدت فکر کی طرف واپس جائیں تو بڑی اچھی بات ہے۔ لیکن ہمارے اماموں اور بزرگوں نے بڑی محنتیں کی ہیں اور ہمیں یہ اعتراف کے طور پر کہنا چاہیئے کہ بزرگوں نے جو وضاحتیں قرآن پاک سے مطابقت رکھ کر کی ہیں۔ وہ ہمارے سر آنکھوں پر۔ ہم کم از کم ان باتوں سے اپنی سوچوں اور عقائد کو تطہیر کے عملوں سے گزاریں، تو کتنا ہی بہتر ہو گا۔ جہاں انہوں نے ایک دوسرے سے اختلاف کیا۔ یا ان کی وضاحت ہماری سوچوں یا عقائد کو ٹھیس پہنچاتی ہے۔ وہاں اور زیادہ تحقیق اور تجسس کر کے اپنے لئے صحیح نشان راہ تلاش کریں تو کتنا ہی

جلائیں۔ اس لئے بغیر سوچ سمجھے، محققین کے خیالات کو رد کیا اور ایک طرح سے ایک نئے مسلک "مودودیت" کی طرح ڈالی۔ ان کے عقائد کا اندازہ قارئین کو دوسرے باب میں ان کی تفہیم پر میرے تبصرہ پڑھنے کے بعد خود بخود ہو جائے گا۔ میں انشاء اللہ ثابت کروں گا کہ انہوں نے قرآن پاک کی تفسیر یا تفہیم کم لکھی ہے اور اپنے عقائد کا پرچار زیادہ کیا ہے۔ وہ الفاظ کے اتنے "کنجوس" ہیں کہ کسی جگہ قرآن پاک کے ساتھ پاک کا لفظ نہیں لکھتے۔ ان کی "تنقیحات" کے صفحہ 312 پر یہ عبارت ہے "قرآن کیلئے کسی تفسیر کی حاجت نہیں۔ ایک اعلیٰ درجہ کا پروفیسر کافی ہے جس نے قرآن کا بہ نظر غائر مطالعہ کیا ہو"۔ میں نے البتہ ان کے الفاظ قرآن یا حضورؐ کے ساتھ اپنی طرف سے الفاظ پاک کا جگہ جگہ اضافہ کیا ہے۔ اور اگر مودودی تفسیر لکھنے کا قائل ہی نہیں۔ تو "تفہیم" کی "آڑ" میں تفسیر کیوں لکھی؟

7 ۔ مودودی کا حجاب اکبر:۔

اسی "تنقیحات" کے صفحہ 213 پر وہ لکھتے ہیں کہ "اصول فقہ، احکام فقہ، اسلامی معاشیات، اسلام کی عمرانیات اور حکمت قرآنیہ پر جدید کتابیں لکھنا نہایت ضروری ہے کہ قدیم کتابیں اب درس وتدریس کے لئے کارآمد نہیں"۔ اب بات الفاظ کی ہے۔ بات یہ صحیح ہے کہ ہر زمانے میں زمانے کے ماحول اور روزمرہ کو مدنظر رکھ کر کتابیں لکھنا چاہئیں۔ لیکن اپنے بزرگوں کے کام کے سلسلہ میں نہ صرف ادب ملحوظ رکھنے کی ضرورت ہے۔ بلکہ وہ لوگ علم کے خزانے اکٹھے کر گئے ہیں۔ اور ہم ان کے پاؤں کی خاک کے برابر بھی نہیں۔ میں نے خود بیس کتابیں لکھی ہیں۔ لیکن جگہ جگہ بزرگوں کو خراج تحسین پیش کیا ہے اور ان کی وضاحتوں سے فائدہ اٹھایا ہے اب مودودی صاحب نے جو قرآن پاک کی تفہیم لکھی ہے۔ اس میں جتنے حوالے دیئے ہیں یا تاریخ عالم کے واقعات بیان کئے ہیں یا یہودیوں اور عیسائیوں کے عقائد پر بات کی ہے یا جو آیات میں رابطہ و تسلسل باندھا ہے تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا لفظ لفظ تفسیر الجلالین سے نقل کیا ہے۔ لیکن مودودی یہ ذکر نہیں کرتا کہ اس نے ایسا کیا ہے کہ لوگوں پر اپنے علم کا رعب بٹھانا چاہتا ہے۔ اگر مودودی صاحب موجودہ زمانے کی دریافتوں یا کائنات کی تخلیق کے سلسلہ میں معلومات جن پر ماہرین نے اب تک لکھا ہے، ان باتوں کو قرآن پاک کی اپنی تفہیم کے ساتھ شیر و شکر کرتے۔ تو ہم

مودودی صاحب کی تفسیر / تفہیم کے بارے کہتے کہ یہ اچھی کوشش ہے۔ لیکن انہوں نے تو ترجے بھی اپنے مرضی کے کیئے ہیں۔ اور بیانات کی صحیح وضاحتوں کی بجائے اپنے عقائد کا پرچار کیا ہے۔ اس لئے اگر میں مودودی کی تفہیم پر تبصرہ یا صحیح تنقید کروں تو ان کی چھ جلدوں کی تفہیم پر مجھے کم از کم بارہ اتنی بڑی جلدیں لکھنا پڑیں گی۔ لیکن میرے پاس نہ وقت ہے کہ میں ایسا کام کروں۔ نہ ذرائع ہیں کہ ایسا کام کر کے اس کی اشاعت کروں۔

8 ۔ منفی نہیں مثبت مقصد سامنے ہے:۔

چنانچہ میرے سامنے اگر مقصد صرف مودودی صاحب کی قدر و منزلت کم کرنا ہوتا تو میں راشد قادری کی کتاب یا کوثر نیازی کا مودودی صاحبؒ کی طرف خط یا کتاب " عنایات مودودی " اور مودودی صاحب کی کتاب " خلافت اور ملوکیت " پر لوگوں کے تبصروں کو اکٹھا کر کے ایک کتاب شائع کر دیتا۔ لیکن میرے سامنے مثبت مقصد ہے کہ رسول اللہؐ کے اسلام کو واضح کیا جائے۔ کیا مودودی ایسا کر سکا اور قوم میں وحدت فکر پیدا کی یا تفرقہ؟ کیا مودودی قرآن پاک کی نظریات کی مدد میں حضور پاکؐ کی سنت کے عملی پہلوؤں سے اور شاندار روایت کو صحیح طور پر اجاگر کر سکا، یا کہ " کمزوریوں " وغیرہ پر " چسکے " لیتا رہا۔ کیا مودودی مسلمانوں کے مقاصد حیات، یا اہل حق کے روز ازل سے روز آخر تک صراط مستقیم پر رواں دواں ہونے یا تخلیق کائنات، یا انسان کے تخلیقی پہلوؤں وغیرہ اور حضور پاکؐ کی شان کو صحیح واضح کر سکا ہے؟ اگر وہ ایسا نہ کر سکا تو اس پر تنقید کرنے یا منفی پہلوؤں کی نشاندہی کے علاوہ مثبت ضرورتوں کی جھلکیاں دینا اشد ضروری تھا۔ میرے رفقاء یہ چاہتے ہیں کہ میں مودودی صاحب کو تفہیم پر اختصار سے کچھ تبصرہ کر دوں۔ اس لئے سورۃ الفاتحہ پر تو میں تفصیلی تبصرہ کروں گا کہ مودودی صاحب کی " علمیت " قارئین پر ظاہر ہو جائے۔ باقی تبصرے مختصر ہوں گے۔ صرف یہ واضح کروں گا کہ مودودی صاحب حضور پاکؐ کی شان بیان کرنے میں نہایت بے ادب یا " کنجوس " ہیں۔ یا فلسفہ جہاد کو ان کو بالکل سمجھ نہیں یا اس کو جان بوجھ کر بے جان کیا ہے اور سر سید کی طرح تخلیق کائنات یا موت و حیات اور اسلامی فلسفہ، حیات کی باتوں کو وہ بے چارے سمجھ ہی نہ پائے اور قارئین

، سلسلہ میں ثبوت پیش کیئے جائیں گے۔

مودودی صاحب کی تفہیم پر چھ جلدوں کے تقریباً پانچ ہزار صفحات بنتے ہیں۔ میں اپنے نکاۃ کو مودودی صاحب کے چند ایک الفاظ سے بھی واضح کر سکتا تھا۔ لیکن یہ تنقید برائے تنقید ہوتی۔ میرے سامنے یہ مقصد بھی ہے کہ مودودی صاحب نے جہاں میری سوچ کے حساب سے رسول اکرمؐ کے سچے اسلام سے روگردانی کی ہے۔ وہاں مودودی کی وضاحت بھی لکھوں اور اپنی سوچ سے بھی قارئین کو آگاہ کروں تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔ قارئین کو میرے ساتھ اختلاف کا حق ہے۔ اور جو صاحب میری تصحیح کریں گے۔ میں ان کا شکر گزار ہوں گا۔ یہ عرض بھی کر دوں کہ یہ کام کرانے میں میرے محترم دوست کرنل شیخ عبدالرؤف نے جو میری مدد کی یا میرا سہارا بنے، اس کی تفصیل آخری باب میں اختتامی وضاحت کے تحت آرہی ہے۔ اور قارئین کیلئے ایک حیران کن بات اس باب کے آخر میں لکھی جارہی ہے۔ کہ مودودی کی تفہیم پڑھنے کے بعد حیات بعد الموت کے سلسلہ میں انسان ایسے ہی تاثرات سے دوچار ہوتا ہے جو سرسید کی تفسیر پڑھنے سے انسان پر وارد ہوتے ہیں۔ اب سرسید، جنت اور درزخ کو بھی "استعارے" کہتا ہے۔ اور کھل کر اپنے "دہریہ" ہونے کی بات تو نہیں کرتا۔ لیکن اپنے آپ کو "نیچری" کہتا تھا۔ مودودی کوئی ایسی بات کھل کر تو نہیں لکھتا۔ لیکن اس کی وضاحتیں پڑھ کر انسانی ذہن بری طرح انتشار کا شکار ہو جاتا ہے۔ بہرحال اب صورت حال اگلے باب میں خودبخود قارئین کے سامنے آجائے گی۔ اور وہ خود فیصلہ کرلیں کہ مودودی نے اسلام کی کیا خدمت کی ہے:۔

زمانہ اپنے حوادث چھپا نہیں سکتا
ترا حجاب ہے قلب و نظر کی ناپاکی

باب دوم

مودودی صاحب کی تفہیم

1 ۔ سورۃ الفاتحہ:۔

(مودودی کسی جگہ قرآن پاک کا لفظ استعمال نہیں کرتا، وہ صرف قرآن ہی لکھتا ہے)

مودودی صاحب کی "علمیت" کا پول تو ان کی سورۃ الفاتحہ کی تفہیم سے کھل جاتا ہے۔ کہ کہتے ہیں کہ یہ صرف ایک دعا ہے اور قرآن پاک اس کا جواب ہے۔ اور سورۃ الفاتحہ قرآن پاک کا مقدمہ نہیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحجر کی آیت مبارکہ نمبر 87 میں فرمایا "کہ اے میرے حبیب ہم نے آپ کو سات آیات (سبعاً من المثانی) دیں جو دہرائی جاتی ہیں۔ اور عظمت والا قرآن" اکثر مفسرین نے سورۃ الفاتحہ کی سات آیات مبارکہ کی قرآن پاک کا مقدمہ کہا اور آگے لکھا کہ سارا قرآن پاک ان سات آیات مبارکہ کی تفسیر ہے۔ یعنی قرآن پاک میں بھی یہ آیات مبارکہ بار بار مفہوماً دہرائی جاتی ہیں۔ اور قرآن پاک میں اسلامی فلسفہ حیات کے موثر انداز میں بار بار بیان کیا جاتا ہے۔ اور سورۃ الفاتحہ اس فلسفہ حیات کو اختصار سے اس طرح بیان کرتا ہے کہ سمندر کو کوزے میں بند کر دیتا ہے۔ اور آگے چل کر ہم مودودی سے اختلاف کرتے ہوئے جب ان آیات مبارکہ کی تفسیر لکھیں گے تو قارئین اس پہلو کو بہتر طور پر سمجھیں گے۔ فی الحال اتنا سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمان و مکان کو پیدا کرنے سے پہلے ایک حدیث قدسی کے مطابق جب چاہا کہ وہ پہچانا جائے تو اس نے اپنا عارف پیدا کیا اور اس کو سمجھایا کہ میں تمہارے لئے کائنات یا متعدد عالم پیدا کر رہا ہوں۔ اور تو ہر کام میری تعریف سے شروع کر، کہ عالم خلق میں میری بڑی صفت رحمن ہے اور عالم امر میں رحیم۔ کہ میں ہی نے تمہارے عالم خلق میں امتحان کے بعد عالم امر میں تمہارا امتحان لیتا ہے اور میں انصاف کے دن کا مالک ہوں۔ اس لئے تم ہمیشہ ہی اس

سیدھے راستے پر چلتے رہنے کی دعا مانگتے رہو۔ جو میں نے تمہارے لئے مقرر کیا ہے، کہ صرف میری عبادت کر اور صرف مجھ ہی سے مدد مانگ۔ اور ان لوگوں کے راستے پر چل جو صحیح راستے پر تھے اور میرے انعام یافتہ تھے۔ نہ کہ ان کے راستے پر جن پر میرا غضب ہوا یا وہ اپنی جہالت کیوجہ سے گمراہ ہو گئے۔

2 ۔ مودودی کی تفہیم:۔

مودودی نے آیات مبارکہ کے معنیٰ تو کچھ ٹھیک لکھے ہیں۔ باقی جو تین صفحات لکھے ہیں۔ ان میں کوئی عملی اور ٹھوس بات نہیں، کہ جو کہ سورۃ الفاتحہ کا مرکزی نقطہ ہے، وہ واضح نہیں کیا۔ کہ انسان کائنات کا مرکز ہے کہ ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہم کون ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ کہاں جا رہے ہیں؟ مومن کے مقاصد حیات کیا ہیں؟ اور ہمیں ہر کام کائنات کے رب کی تعریف سے شروع کرنا چاہئے اور لفظ الحمد للہ رب العالمین۔ اکٹھا بھی کئی مرتبہ۔ اور الگ الحمد للہ یا رب العالمین کے الفاظ قرآن پاک میں بے حساب دفعہ آتے ہیں اور اسلامی فلسفہ حیات کی پہلی ضرورت یہ ہے، کہ ہر کام اللہ کی تعریف سے شروع کیا جائے۔ مودودی نے الفاظ رحمن اور رحیم کی تفہیم یہ کی کہ عربی میں یہ الفاظ مبالغہ کے صیغہ میں آتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کی خوب تعریف کی۔ چلو صحیح مان لیتے ہیں۔ لیکن مودودی صاحب سوچتے، کہ رحمن اللہ تعالیٰ کا ایک صفاتی اسم مبارک ہے جو قرآن پاک میں 57 دفعہ دہرایا گیا ہے۔ اور ایک سورۃ اس پیارے لفظ سے شروع بھی ہوتی ہے اور اس کا نام بھی سورۃ رحمن ہے۔ جس کے بارے میں ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ قرآن پاک کی زینت ہے۔ اور چونکہ رحمن کے بعد علم القرآن۔ یعنی قرآن پاک کے علم کا ذکر اور انسان کی تخلیق کا ذکر ہے تو یہ صفاتی اسم عالم خلق پر رحمت کیلئے ہے اور رحیم کا لفظ زیادہ تر عالم امر۔ یا روز قیامت سے وابستہ ہے اور وہ بھی صفاتی اسم ہے اور یہ اسم مبارک اکیلے اور دوسرے اسماء مبارکہ کے ساتھ ملا کر کئی دفعہ قرآن پاک میں جمال کی جھلکیاں دیتا ہے۔ اور اکثر قرآن پاک میں روف رحیم کا لفظ استعمال ہوتا ہے جیسا کہ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 143 میں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی یہی صفات اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کر دیں۔ ملاحظہ ہو سورۃ توبہ کی آیت مبارکہ 128 ۔ کاش! مودودی پر یہ باتیں وارد ہوتیں

انصاف کے دن کے مالک کی تفسیر کچھ صحیح کی۔ لیکن افسوس، کہ اس پہلو کو بھی اسلامی فلسفہ حیات سے وابستہ نہ کیا کہ یہاں پر ایک حدیث مبارکہ بڑی موزوں تھی۔ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے لوگو یہ دنیا (عالم خلق) پیچھے کی طرف جا رہی ہے اور آخرت (عالم امر) آگے بڑھ رہی ہے۔ دونوں کی اولادیں ہیں اور تم آخرت کی اولاد بنو۔ اس دنیا کی اولاد نہ بنو۔ کہ آج یعنی اس دنیا میں اعمال (اچھے یا برے) ہیں۔ لیکن حساب کتاب نہیں اور کل (یعنی آخرت میں) حساب کتاب ہوگا۔ لیکن اعمال نہ ہوں گے۔ یعنی عمل کرنے کا وقت گزر چکا ہوگا۔ چنانچہ اسی انصاف کے دن کے مالک ہونے والی بات کو مودودی صاحب واضح نہ کر سکے۔ کہ اگلی آیت مبارکہ "کہ ہم اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور صرف اسی سے مدد مانگتے ہیں" اور ہمیں بتایا گیا ہے کہ اس پر عمل پیرا ہونے سے ہی آخرت میں بخشش ہو سکتی ہے۔

3 ۔ صراط مستقیم :۔

صراط مستقیم پر چلنے کی جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں دعا مانگنی سکھلائی وہ بہت بڑا وسیع مضمون ہے۔ جن صاحبان کو تفصیل سے دلچسپی ہے ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ کتاب حضور پاک کے جلال و جمال کا پورا دوسرا باب۔ اور کتاب " اسلامی نظام حکومت کا پورا تیسرا باب اس پہلو کی وضاحت پر ہے۔ مودودی اس سلسلہ میں دو سطریں لکھ کر اس وسیع مضمون کو کوئی خاطر خواہ اہمیت نہ دے سکا۔ حالانکہ یہی وہ مضمون ہے کہ جس کی عالم خلق میں ضرورت ہے اور عالم امر (آخرت) اس کا پھل اور ثمرہ ہے۔ اور وہ یہ بھی نہ کہہ سکے کہ یہ الفاظ قرآن پاک میں تقریباً سو دفعہ کے قریب آئے ہیں۔ اور یہی وہ دین حنیف ہے، جس سے اللہ تعالیٰ نے روز ازل کے وقت ہمارے نفوس کو آگاہ کیا۔ جس کا ذکر سورۃ اعراف کی آیت مبارکہ 172 میں ہے۔ اور اسی سلسلہ میں سب نبیوں سے میثاق لیا۔ جس کا ذکر سورۃ ال عمران کی آیت مبارکہ نمبر 81 میں ہے یہ ان مقربین اور دائیں والے صاحبان کا راستہ ہے جن کا ذکر سورۃ واقعہ میں کیا اور اس سورۃ کی آیات مبارکہ 91-90 میں فرمایا۔ " اے میرے حبیب آپؐ کو ان دائیں والوں کی طرف سے سلام پہنچے۔ اور قافلہ حق ازل سے آخر تک اس صراط مستقیم پر رواں دواں ہے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام بھیجتا

رہے ہیں اور جواب میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ان انعام یافتہ صاحبان پر سلام بھیجتے رہتے ہیں۔ جیسے حبشہ کے نجاشی کو جو خط لکھا۔ اس کا آخری فقرہ یہ ہے "کہ جو صراط مستقیم پر چل رہے ہیں۔ ان سب پر سلام ہو"۔ اور ہر نماز میں ہم جو آخر میں سلام بھیجتے ہیں یہ انہی صراط مستقیم پر چلنے والوں کیلئے سلام ہے۔ بہر حال صراط مستقیم۔ دین اسلام کی پیروی کا دوسرا نام ہے جس میں جماعت اسلامی کے نعرہ انقلاب کی ہرگز گنجائش نہیں کہ انقلاب پیچھے مڑنے یا اوندھے منہ گرنے کو کہتے ہیں۔ اور اس تلمیح کا تعلق روس اور فرانس کی مادی انقلابوں کے ساتھ ہے۔ اگلی دو آیات مبارکہ میں انعام والوں کا تمثیلی ذکر بھی قرآن پاک میں بھرپور ہے۔ اور جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا یا جو گمراہ ہوئے۔ ان کا بھی بھرپور ذکر ہے۔ یعنی قرآن پاک کے تمام تر نظریات، یا بیانات یا واقعات۔ سورۃ الفاتحہ کی ان سات آیات مبارکہ کے مفہوم کی وضاحتیں ہیں۔ نہ کہ دعا کا جواب جیسے مودودی صاحب نے لکھ دیا۔ سورۃ الفاتحہ ایک کتاب کا مضمون ہے۔ ہم اپنی تحقیقوں کو یہاں دہرا کر کتاب کے حجم کو بڑھانے کے حق میں نہیں۔ جو صاحبان اس مضمون کی وسعت میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ وہ کتاب "حیات بعد الموت" کے اکیسویں باب (صفحہ 329 تا 350) اور کتاب "اسلامی نظام حکومت کے دوسرے باب (صفحہ 61 تا 104) سے استفادہ کریں، تو قارئین پر یہ واضح ہو جائیگا کہ مودودی کا یہ بیان کہ سورۃ الفاتحہ صرف دعا ہے۔ اسلام کے ساتھ بہت بڑا مذاق ہے۔

4 ۔ سورۃ البقرہ:۔

مودودی صاحب الفاظ بغیر سوچے سمجھے اپنی مرضی سے استعمال کرتے ہیں۔ سورۃ البقرۃ کے وضاحتی بیان کے سلسلہ میں کہتے ہیں کہ اسلامی ریاست کی بنیاد پڑ جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمدن، معاشرت، قانون اور سیاست کے متعلق بھی اصولی ہدایات دینی شروع کیں۔ اب سیاست عربی کا لفظ ہے لیکن قرآن پاک اور حدیث مبارکہ میں کبھی اس حرف کا ذکر نہیں۔ باقی الفاظ کا چناؤ بھی مودودی کی اپنی ذہنی اختراع ہیں۔ اسلام دین ہے اور اس میں فلسفہ حیات۔ اور جہاد کو طرز زندگی کے طور پر گزارنے اور اپنانے کی ہدایات تو نظر آتی ہیں۔ سیاست پر تو مجھے سورۃ البقرہ میں کوئی آیات مبارکہ نظر نہ آئی۔ آیت نمبر 136 کے

نوٹ 136 میں اس طرح وضاحت کرتے ہیں "کہ پیغمبروں کو برحق تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں" یعنی مجبوری ہے۔ (نعوذ باللہ) حق پرست کو اللہ تعالیٰ مومن کی فراست دے دیتا ہے اور وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ اس لئے پیغمبروں کے برحق ہونے کو بسرو چشم تسلیم کیا جاتا ہے۔ آیت نمبر 145 کا ترجمہ یہ کرتے ہیں "بے شک تمہار اشمار ظالموں میں ہو گا" (نعوذو باللہ) الفاظ پر دھیان دیں۔ اور باقی مترجمین نے یہ ترجمہ کیا ہے "بے شک یہ بڑے ظلم کی بات ہو گی" اور بہتر ترجمہ یہ ہے کہ بے شک یہ بڑی غلطی ہو گی" کہ ترجمہ میں کچھ ادب بھی ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ یہ خطاب اپنے حبیبؐ کو فرمارہے ہوتے ہیں۔

5 ۔ موت و حیات:۔

سورۃ البقرۃ کی آیت مبارکہ نمبر 154 پر جو نوٹ 155 دیا۔ اس کو پڑھ کر حیرانگی ہوتی ہے کہ مودودی صاحب فلسفہ حیات و موت کے بارے میں اتنا لاعلم تو نہیں ہو سکتا۔ پھر یہ الفاظ کیوں لکھ دئے۔ کہتا ہے موت کا لفظ اور اس کا تصور انسان کے ذہن پر ایک ہمت شکن اثر ڈالتا ہے۔ اس لئے اس بات سے منع کیا کہ شہدا فی سبیل اللہ کو مردہ کہا جائے۔" (نعوذ باللہ) مودودی صاحب کے اس بیان سے ازخود موت سے کراہت پیدا کر رہے ہیں۔ اگر موت کو بیان کرنا بھی مقصود تھا، تو قرآن پاک میں حوالہ موجود ہے۔ گو یہ خطاب یہودیوں کو ہے۔ "کہ اگر سچے ہو تو موت کی تمنا کرو" لیکن اس تمثیلی بیان میں ہمارے لئے نشان راہ ہے کہ سچے اور حق پر ہونے والے کو موت سے کوئی ڈر نہیں ہوتا۔ کہ یہ دنیا قید خانہ ہے اور موت کے بعد اچھے اعمال والے بہترین دنیا یا حالات یا جنت کے امیدوار ہوتے ہیں اور ہم پیراگراف 3 میں وضاحت کر آئے ہیں کہ مودودی حیات بعد الموت کے معاملات واضح نہ کر سکا ہے۔ اور یہاں ایک ثبوت مل گیا، کہ مودودی جاری زندگی کے معاملات کو نہیں سمجھتا۔ دراصل موت زندگی کا خاتمہ نہیں۔ بلکہ ہمارے سفر کا ایک دروازہ ہے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے "کہ موت مسلمان کو تحفہ کے طور پر پیش کی جاتی ہے"۔ اور علامہ اقبالؒ نے کہا موت کے وقت مومن کے لب پر تبسم آتا ہے (برلب تبسم آید) چنانچہ خلفاء راشدین کے زمانے میں دونوں محاذوں پر ہمارے بزرگ یہ اعلان کر دیتے تھے "کہ وہ لوگ موت کے ساتھ اتنی محبت کرتے ہیں۔ جتنے باقی

لوگ زندگی کے ساتھ۔ اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا کو مومن کیلئے قید خانہ فرمایا۔ موت کے بعد قید سے خلاصی ہو جاتی ہے۔ لیکن مودودی کے بیان سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ (نعوذ باللہ) ہمارے ساتھ فراڈ کر رہا ہے۔ افسوس! صد افسوس۔ مودودی صاحب کے مداح میری کتابوں میں فلسفہ موت وحیات کو پڑھیں۔ کہ یہ جاری زندگی ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو کہا ہے کہ ہم اس زندگی کا شعور نہیں رکھتے۔ تو مطلب یہ بھی ہے کہ اس زندگی کے تقاضوں کو ہم سمجھیں جو بہتر زندگی ہے۔ جو صاحبان اس مضمون کی تفصیل میں جانا چاہتے ہیں۔ وہ میری ترجمہ کی ہوئی مشہور سائنسدان سلطان بشیر محمود کی کتاب "حیات بعد الموت" سے استفادہ کریں۔

6 ۔ حذر الموت:۔

چنانچہ سورۃ البقرۃ کی آیت مبارکہ 243 میں موت کے خوف سے بھاگنے والوں کو نوٹ 266 میں مودودی یہ کہ کر ساری تمثیل کو بے جان کر دیتا ہے۔ کہ یہ وہی بات ہے جو سورۃ مائدہ کے چوتھے رکوع میں تفصیل سے بیان ہے۔ اور اس کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا۔ لیکن یہاں مودودی صاحب نے "الم تر" لفظ پر دھیان نہیں دیا کہ اللہ تعالی جب کسی ہونے والی بات یا ہو چکی بات کی طرف اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو متوجہ کرنا چاہیں۔ تو یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ہم آگے چل کر خوب طور سے وضاحت بھی کریں گے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو جب زمان و مکان پر حاوی کر کے کسی واقعہ کا مشاہدہ کراتے ہیں تو یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ مودودی ان الفاظ کے فلسفہ کے سلسلہ میں بالکل خاموش ہے۔ حالانکہ بات صاف ہے کہ اللہ تعالیٰ سوالیہ انداز میں اپنے حبیب کو یہ کہ کر "کیا آپ نے نہیں دیکھا" ان مشاہدات پر گواہ بناتے ہیں۔ پھر یہ بیان تمثیلی اور سبق آموز ہے کہ 1947 میں ہمارے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا کہ مودودی صاحب از خود بھی پٹھانکوٹ سے بھاگ کر لاہور پہنچ گئے۔ یہ ہجرت نہیں تھی۔ یہ موت کے ڈر سے بھگدڑ تھی۔ ہم نے بے غیرتی کی۔ ستر ہزار نوجوان عورتیں کفار کے پاس چھوڑ آئے۔ مدینہ منورہ کی ہجرت یا افغانوں کی ہجرت صحیح تھی۔ یہ غیرت مند لوگوں کی ہجرتیں تھیں کہ وہ لوگ جہاد میں مصروف ہو گئے۔ اور ہم نے اسلام کو مکتبوں اور مسجدوں میں قید کر دیا۔ تو

اللہ تعالیٰ کا یہ اشارہ ہمارے حالات پر بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب چاہتا تھا۔ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو زمان ومکان پر حاوی کر دیتا تھا۔ کاش مودودی صاحب ان گہرائیوں میں جاتے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو سمجھتے اور کم از کم اس تمثیلی اشارہ کو اپنی صورت حال پر منطبق کرتے۔ کہ آگے جو اشارہ ہے کہ میں نے پھر ان لوگوں کو "زندہ" کیا۔ اگر مودودی صاحب اس سے اگلی آیت پر دھیان دیتے۔ کہ وہاں مسلمانوں کا حکم مل رہا ہے کہ اللہ کی راہ میں جنگ کرو۔ اور اس جنگ کو اللہ تعالیٰ نے قرضہ حسنہ کا نام دیا ہے۔ اب اگر مودودی ہجرت کے عمل پر اس حقیقت پر غور کرتا جو کچھ پیش لفظ میں گزارش ہو چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پاکستان بننے کے بعد جہاد کے راستے کھول دیئے تھے تو اس پر ظاہر ہوتا کہ یہ احکام ہمارے لئے ہیں اور جیسا کہ آگے سورۃ الصف میں وضاحت آئے گی۔ کہ اس ذلت اور دردناک عذاب سے چھٹکارا تب ہو گا، جب جہاد کو طرز زندگی کے طور پر اپنالیں گے۔ لیکن مودودی جہاد کیلئے یا مصلحانہ طرز اختیار کرتے ہیں یا بات ہی نہیں کرتے۔ اور اللہ تعالیٰ یہاں پر ہی حضرت موسیٰؑ کے بعد بنی اسرائیل کے سرداروں یعنی حضرت داؤدؑ اور حضرت طالوتؑ کے زمانے کی کہانی بھی بیان کر دیتا ہے۔ اس کہانی میں پیروی کرنے کے اچھے اسباق بھی ہیں۔ اور کچھ کوتاہیوں کا ذکر بھی ہے کہ ہم اپنے حالات کو بہتر کرنے کیلئے تاریخ کا بامقصد مطالعہ کریں۔ لیکن مودودی اس بارے میں کوئی وضاحت نہیں کرتا اور بات کو ابہام میں چھوڑ کر اصلی مقصد سے دور چلا جاتا ہے۔

8 ۔ فضلنا بعضھم :۔

قرآن پاک کی آیات مبارکہ 252 اور 253 میں اللہ تعالیٰ کے رسولوں کا ذکر ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے کہ ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ اکثر مفسرین نے یہاں لکھا ہے کہ ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم افضل رسول ہیں لیکن مودودی اگر خود ایسا عقیدہ نہ رکھتا تھا۔ تو ان کو یہ توفیق تو ہوتی، کہ اتنی بات تو لکھ دیتے کہ دوسرے مفسرین نے ہمارے آقاؐ کے افضل المرسلین والے صفاتی اسم کا حوالہ دیا ہے۔

9 - سورۃ آل عمران:-

اس سورۃ کے وضاحتی بیان میں مودودی کہتا ہے کہ گو اہل ایمان کو بدر کی جنگ میں فتح حاصل ہوئی۔ لیکن یہ بھڑوں کے چھتے میں پتھر مارنے کے ہم معنی تھی۔ (نعوذ باللہ)۔ یہ بڑا بے ادبانہ بیان ہے۔ اللہ کی راہ میں جنگ لڑنے کیلئے ایسے الفاظ ادا کرنے کو مودودی کو کیسے ہمت ہوئی۔ جنگ بدر کے نتائج پر مودودی آگے کہتا ہے کہ مہاجرین کے وہاں آ جانے سے معاشی توازن بگڑ چکا تھا۔ اور اس پر مزید مصیبت اس جنگ کی وجہ سے نازل ہوئی۔ (نعوذ باللہ)۔ قارئین! جنگ بدر اس دنیا کی عسکری تاریخ کی عظیم جنگ ہے۔ یہ نہ ایک سنگ میل ہے بلکہ اس جنگ نے تاریخ کے دھارے کو تبدیل کر دیا۔ فوجی حکمت عملی اور تدبیرات کی ایسی بنیاد رکھی گئی۔ جس پر کتابیں کی کتابیں لکھی گئی ہیں، جو صاحبان تفصیل میں دلچسپی رکھتے ہیں، وہ اس جنگ کے نتائج اور اسباق کے سلسلہ میں کتاب "حضور پاکؐ کے جلال و جمال" کے صفحات 166 تا 169 سے استفادہ کریں۔ تو تب مودودی کی کم علمی ظاہر ہو گئی۔ کہ آگے بنو قینقاع پر حملہ کا ادھورا بیان دیتا ہے۔ اور یہ نہیں کہتا کہ وہ عبداللہ بن ابی کے حلیف تھے۔ عبداللہ منافق تھا اور جنگ بدر میں شریک نہ ہوا تھا۔ اور کفار کے بڑے لشکر کی خبر سن کر بنو قینقاع نے میثاق مدینہ توڑ دینے کا اعلان کر دیا تھا۔ بلکہ مودودی کو یہ بھی لکھنا چاہیئے تھا کہ اس سلسلہ میں قرآن پاک میں واضح احکام اتر چکے تھے "کہ اگر آپ کو کسی قوم سے خیانت (عہد شکنی) کا اندیشہ ہو تو آپ ان کے عہد کو مساوی طور پو واپس کر دیں۔ کہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے" (سورہ الانفال آیت مبارکہ 58)۔ اگر مودودی جنگ اور جہاد کے معاملات کی سمجھ نہ رکھتے تھے تو صرف ترجمہ کرتے اور وضاحت سے گریز کرتے اور لکھتے کہ یہ ان کا مضمون نہیں۔ لیکن مودودی اپنی ذاتی رائے اختراع کرنے سے گریز نہیں کرتا۔ اور جنگ احد کو مسلمانوں کی شکست لکھتا ہے (نعوذ باللہ)۔ یہ بے ادبی اور گستاخی ہے کہ حضور پاکؐ دنیا کے عظیم تر تزویرات اور تدبیرات کے ماہر بھی ہیں۔ ان کو کون شکست دے سکتا ہے۔ شکست تو ابو سفیان کی تھی۔ جو مدینہ منورہ کو تاخت و تاراج کرنے آیا تھا۔ اور نہ صرف ناکام لوٹ کر فرار اختیار کیا۔ بلکہ حضور پاکؐ نے اس کا حمراالاسد تک تعاقب بھی کیا۔ اگر

یہ جنگ کی بجائے کبڈی کے میچ کی طرح کوئی جھڑپ تھی، تو پھر بھی ہار کافروں کی تھی۔ افسوس کہ مودودی صاحب فوجی معاملات کو سمجھے بغیر سب کچھ لکھ گئے۔ جس پر پورا تبصرہ بعد میں آئے گا، جہاں مودودی نے کچھ آیات مبارکہ کی آڑلے کو ٹانک ٹوئیاں ماری ہیں۔ بے شک جنگ کے دوران اہم زمین کو چھوڑ دینے سے وقتی طور پر مسلمانوں کو جنگ میں کافی نقصان اٹھانا پڑا۔ لیکن جنگ احد، ایک عظیم جنگ ہے کہ اس کے بعد قریش کفار اکیلے مسلمانوں پر حملہ آور نہ ہو سکے۔ دو سال کی تیاری کے بعد اور پورے عرب قبائل کو ساتھ ملا کر بھی آئے تو منہ کی کھائی۔ پورا تبصرہ آگے آتا ہے۔

10 ۔ بے ادبیاں:۔

سورۃ ال عمران کی آیت مبارکہ 21 کے بارے میں مودودی نوٹ 19 میں کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہ الفاظ " کہ ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو"۔ طنزیہ بیان ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شان میں بے ادبی ہے۔ اللہ تعالیٰ کیلئے ایسے الفاظ نہیں لکھنے چاہئیں۔ زیادہ سے زیادہ ٹھٹھا یا مخولیہ انداز کے الفاظ کہا جا سکتا ہے۔ اور وہ بھی ان لوگوں کے خلاف جو اللہ تعالیٰ کے احکام کو ٹھٹھا سمجھتے تھے۔ آیت مبارکہ 44 یا متعدد جگہوں پر جب اللہ تعالیٰ حضور پاکؐ سے سیدھے طور پر مخاطب ہوتے ہیں تو مودودی ترجمہ کے طور پر "اے محمدؐ" یا "اے نبیؐ" کے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ اور ایسا سینکڑوں دفعہ کیا۔ یہ بھی بے ادبی ہے۔ اور مودودی شان محبوبیت کے فلسفے کو نہیں سمجھتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کا ولی اللہ وغیرہ کے ناموں سے ذکر کرتا ہے۔ ہمارے آقاؐ اللہ کے حبیبؐ ہیں۔ اور " اے محمدؐ" کی بجائے "اے حبیبؐ" لکھنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے دوسرے پیغمبروں کو یا آدمؑ، یا موسیٰؑ اور یا داؤدؑ وغیرہ کے اسماء سے خطاب کیا۔ حضور پاکؐ کا اسم مبارک محمدؐ قرآن پاک میں چار مقامات پر ہے۔ یعنی سورۃ ال عمران، سورۃ احزاب، سورۃ محمدؐ اور سورۃ فتح۔ کہ یہ محدود صفات والا اسم شریف اس دنیا یا عالم خلق کیلئے ہے۔ اور وہاں بیان بھی اس دنیا سے تعلق رکھتا ہے۔ کہ آپؐ روز ازل احمدؐ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آپ کا نور پیدا کیا اور آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے پہچاننے کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا کروڑوں، اربوں سال ورد کیا۔ ہم آگے چل کر احمدؐ، محمدؐ اور محمودؐ کے اسماء گرامی کو روز ازل، عالم شہادت اور عالم غیب کے تعلقات کو

واضح کریں گے۔ مودودی صاحب بیچارہ نہ شان محبوبیت کو سمجھتا ہے، نہ قرآن پاک کے ساتھ لفظ "پاک" نہ احادیث مبارکہ کے ساتھ لفظ "مبارکہ" لکھتا ہے۔ نہ صحابہ کرامؓ کے اسماء گرامی پر "ؓ" کے لفظ ڈالتا ہے۔ لیکن اپنے لئے "ابو الاعلیٰ" کے لفظ کا انتخاب کیا۔ جس کا مطلب اعلیٰ کا باپ یا سب سے بڑی بلندیوں والا ہے۔ ذرا سوچنا چاہیئے کہ "الاعلی" کا لفظ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کیلئے استعمال ہوا۔ ارشاد ہے "ماربکم الاعلیٰ"۔ اب مودودی نے حد کر دی کہ اپنے آپ کو ابو "الاعلیٰ" بنا دیا۔ جیسے ایک مصلی سے پوچھا گیا کہ بیٹے کا نام کیا رکھا ہے، تو بڑی "معصومیت" سے کہنے لگا "غریبوں کے کیا نام ہوتے ہیں۔ پس "پروردگار" نام رکھ چھوڑا ہے۔

11 ۔ مواقع تقدیر:۔

مودودی صاحب نے جو سورۃ ال عمران کی آیت مبارکہ 51 کے سلسلہ میں نوٹ 50 میں۔ ارادہ اختیار کی آزادی کا ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی طاقت سے کسی کو مجبور نہیں کرتا"۔ یہ قضاوقدر کا معاملہ ایسے ایک فقرہ کے محدود الفاظ سے مہمل صورت اختیار کر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اعمال کیلئے ہمارے سامنے "مواقع تقدیر" کو رکھا۔ اچھا اور برا کا سبق روزازل کو ہمیں سکھلا چکا تھا۔ جس کا ذکر سورۃ اعراف میں وسعت سے آئے گا۔ اب ہم "ان مواقع تقدیر" سے فائدہ اٹھاتے ہیں یا گھاٹے کا سودا کرنا چاہتے ہیں۔ مودودی صاحب کو تفصیل سے اس پہلو کو واضح کرنا چاہیئے تھا۔ کہ آگے آیات نمبر 54 اور 55 نے ایسی وضاحت کا بہتر موقع میسر کیا تھا۔ لیکن مودودی نے یہ وضاحت کر کے کہ حضرت عیسیٰ نے سارے کام اللہ کے اذن سے کئے "بااختیار کچھ نہ کیا"۔ اس سے مودودی کے پہلے بیان "اختیار کی آزادی" والے اصول کی نفی ہو جاتی ہے۔ "مواقع تقدیر" کے وسیع مضمون کو مودودی صاحب واضح نہ کر سکا۔ اس سلسلہ میں جناب عبدالرحمنؓ بن قتادہ کی روایت۔ اور ملک شام میں طاعون کے سلسلہ میں جناب فاروق اعظمؓ اور جناب ابو عبیدہؓ کا مکالمہ جس کی تفصیل کتاب حضور پاکؐ کے جلال وجمال کے صفحات 47-48 پر ہے تمام غلط فہمیاں دور کر دیتا ہے۔ تو یہاں مودودی نے جو دورخی اور مہمل وضاحت کی ہے۔

اس سے علامہ اقبالؒ بہتر طور پر بیان کر گئے۔

تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
مومن فقط احکام الٰہی کا ہے پابند

12 ۔ مخاطب یا تمثیلی نظریات:۔

سورۃ آل عمران کی آیت مبارکہ 65 اور اس کی وضاحت کا مودودی کا نوٹ 56 ایک مہمل اور بے مقصد بیان ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ نجران کے عیسائیوں سے مخاطب ہو رہے ہیں یا یہودیوں کے ساتھ، اس پر بحث وقت کا ضیاع ہے۔ یہ خطاب سب اہل کتاب پر لاگو ہے۔ اور ہم پر بھی لاگو ہے کہ ہم اس بیان کے قرآنی فلسفہ کو سمجھیں۔ کہ آؤ ہم ایک کلمہ توحید جس میں ایک اللہ کی حاکمیت اعلیٰ اور ایک اللہ کے معبود ہونے کو واضح کیا گیا ہے، اس پر متفق ہو جائیں۔ لیکن کونسا اللہ، جس کی وضاحت اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں رسول عربیؐ سے کراتا ہے۔ وہ اللہ ایک ہے۔ اور کسی کا باپ نہ کسی کا بیٹا اور نہ اس جیسا کوئی اور ہے اور اس کے جو صفاتی اسماء قرآن پاک میں ہیں ان پر متفق ہو جائیں۔ لیکن عیسائیوں کی طرح ایسا خدا نہ بنائیں جس کا بیٹا عیسیٰؑ یا یہودیوں کے مطابق عزیرؑ ہے یا تین خدا بھی ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر خطاب میں مثالوں سے ہم پر نظریات کا عملی پہلو واضح کرتے ہیں اور زیادہ زور اس پر ہونا چاہیئے۔ کہ اس خطاب سے ہم کیسے اپنے لئے نشان راہ تلاش کریں۔ لیکن مودودی وضاحت میں اس پہلو کو نہ واضح کر سکا۔

13 ۔ پیغمبروں کا میثاق:۔

آیت مبارکہ 81 پر مودودی صاحب کے اختراعانہ بیانات پڑھ کر میں نے صراط مستقیم کی وضاحت کے سلسلہ میں پیغمبروں کی میثاق کو اپنی کتاب "اسلامی نظام حکومت" میں بھی لکھ دیا تھا۔ جس کے الفاظ کو یہاں دہرایا جاتا ہے۔ "روز ازل یا عالم اروح میں اللہ تعالیٰ نے ہم عام لوگوں سے سورۃ الاعراف کے مطابق صرف ایک وعدہ لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں"؟ اور ہم نے "ہاں" میں جواب دیا لیکن تمام نبیوں یا پیغمبروں سے جنہوں نے

اس دنیا میں ہماری رہنمائی کرنا تھی۔ ان سے کچھ فالتو وعدہ بھی لیا۔ قرآن پاک کی سورہ آل عمران کی آیات نمبر 81 میں اس عہد کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے "اور جس وقت لیا اللہ تعالیٰ نے عہد نبیوں کا، البتہ جو کچھ دوں میں تم کو کتاب سے اور حکمت سے۔ پھر آوے تمہارے پاس رسولؐ سچا کرنے والا اس چیز کو، کہ ساتھ تمہارے ہے۔ البتہ ایمان لائیو ساتھ اس کے اور البتہ مدد دینا اس کو، کہا کیا اقرار کیا تم نے اور لیا تم نے اوپر اس کے بھاری عہد میرا۔ کہا انہوں نے اقرار کیا ہم نے۔ کہا پس شاہد رہو اور میں ساتھ تمہارے شاہد ہوں"۔ اس آیت مبارک کی تفسیر کئی مضامین میں ختم نہیں ہوتی، لیکن بد قسمتی سے کچھ لوگوں نے انگل پچو تفسیر بھی کی ہے اور تمام بات کی وضاحت میں ایک فقرہ لکھ دیا، کہ نبیوں کے مقدمہ میں بنی اسرائیل سے اقرار لیا۔" یعنی سارے فلسفہ کو بے معنی اور مہمل کر دیا۔ اب ذرا مودودی صاحب کی تفہیم پڑھنا۔ تو انہوں نے لکھا کہ "ہر پیغمبر جب دنیا میں وارد ہوا۔ تو اس سے عہد لیا گیا"۔ اور آگے لکھا کہ "البتہ ہمارے نبی سے کوئی ایسا عہد لینے کا ذکر نہیں"۔ "اب اللہ تعالیٰ کے اجتماعی میثاق کو مودودی صاحب نے اپنی مرضی کے معنی پہنا دیئے اور ساری تفہیم میں مودودی صاحب آیات مبارکہ کے مفہوم سے ہٹ کر کوئی ایسا فقرہ لکھ دیتے ہیں۔ کہ حضور پاکؐ کو جو بلندیاں عطا ہوئی ہیں ان میں کچھ کمی کر دی جائے اور جہاں حضور پاکؐ کے اتباع کا ذکر ہو۔ وہاں تفسیر کرتا ہی نہیں۔ یہاں اس میثاق کی وضاحت کیلئے یہ بھی ضروری تھا کہ حضور پاکؐ نے جو نبیؑ اور رسولؑ میں بھی فرق بیان فرمایا۔ اس وضاحت کو بھی تفسیروں میں لکھا جاتا۔ لیکن مودودی صاحب سمیت یہ چند مفسرین ایسی وضاحتوں کے بارے میں خاموش ہیں۔ بہر حال جناب ابوذر غفاریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسولوں کی تعداد 315 ہے اور رسولؑ وہ ہوتا ہے جسے خاص شریعت دی جائے، یا درایت دی جائے، کہ لوگ ان کی امت کہلائیں اور ہماری امت کو چھوڑ کر رسولؑ کے امتیوں میں آگے نبیؑ ہو سکتے ہیں جیسے حضرت طالوتؑ، حضرت داؤدؑ وغیرہ حضرت موسیٰؑ کی امت کے نبی تھے۔ رسولوں سمیت نبیوں کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار بتائی جاتی ہے۔ جن سے اللہ تعالیٰ ہم کلام ہوا۔ تو یہ عہد اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں تمام انبیاء سے لیا اور ان میں رسولؐ بھی شامل تھے۔ لیکن پھر ایک رسولؐ کا ذکر فرمایا کہ وہ ان کے پاس آکر یہ

سب یا اس سب کی تصدیق کرے گا۔ جو " تمہارے پاس ہے " اور پھر یہ اضافہ بھی کیا کہ اس پر ایمان لائیو اور مدد بھی دینا۔ پھر سوال کیا کہ کیا اقرار کرتے ہو؟ بعد میں بھاری عہد لیا کہ انہوں نے اقرار کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان سے گواہی بھی لی اور خود بھی گواہ بنے۔ اور یہ ہے شان ہمارے آقا محمد مصطفیٰ ؐ کی، کہ انجیل برنباس میں اس کا ثبوت ہے کہ حضرت عیسیٰ ؑ نے فرمایا۔ " بخدا میں نے دیکھا ان ؐ کو اور یہ جو کچھ میرے پاس ہے انہی ؐ کی وجہ سے ہے اور قرآن پاک کی سورۃ الصف کے مطابق حضرت عیسیٰ ؑ نے اپنے بعد اس رسول ؐ کے آنے کی خوشخبری دی جن کا اسم مبارک احمد ؐ ہو گا کہ احمد تعریف کرنے والے کو کہتے ہیں کہ عالم اروح میں ہمارے آقا اپنے رب کی تعریف میں رطب اللسان رہے۔ اس دنیا میں آپ محمد ؐ کے طور پر ظاہر ہوئے کہ آپ ؐ کی تعریف ہو رہی ہے اور ہر وقت دنیا کے کسی حصہ سے صدا آ رہی ہے۔ " اشھد ان محمد ؐ الرسول اللہ " اور عالم امر یا آخرت میں آپ محمود ؐ ہیں کہ اپنے مقام پر کامیابی سے پہنچ گئے۔ (سبحان اللہ)

حضور پاک ؐ کی شان :۔

یہ باتیں بے چارے مودودی صاحب یا اس جیسے لوگوں کو کیسے سمجھ آ سکتی ہیں۔ جن کو کائنات کا تصور ہی نہیں، تو وہ کائنات کا تخلیق، ارتقاء منزلوں اور تخلیق کے مقاصد کیسے سمجھ سکتے ہیں۔ ابن عربی ؒ اور جناب جلال الدین سیوطی ؒ نے ان آیات مبارکہ کی بہترین تفسیر لکھی ہے۔ جن کا کچھ اختصار پیش کیا جاتا ہے " کہ جس حدیث قدسی کا بیان پچھلے مضامین میں ہو چکا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جو چھپا خزانہ تھا۔ جب اس نے چاہا کہ وہ پہچانا جائے اور اپنا عارف پیدا کیا۔ جس کا ذکر بھی پہلے ہو چکا ہے کہ سورۃ رحمن میں خلق الانسان سے پہلے جو علم القرآن کا ذکر ہے۔ یعنی قرآن پاک کا علم تو یہی ہمارے آقا کا نور ہے اور تب ہی علامہ اقبال ؒ بھی پکار اٹھا کہ وہی قرآن، وہی طہٰ۔ اس سلسلہ میں سیرت حلیبہ میں جناب ابو ھریرہؓ سے ایک حدیث مبارکہ منسوب کی جاتی ہے کہ " رسول پاک ؐ نے حضرت جبرائیل ؑ سے پوچھا کہ تمہار عمر کتنی ہے؟ تو انہوں نے عرض کی کہ حجاب رابع میں ایک ستارہ ہر ستر ہزار سال کے بعد ظاہر ہوتا ہے جس کو وہ بہتر ہزار مرتبہ دیکھ چکے ہیں۔ تو ہمارے آقا ؐ نے

فرمایا کہ مجھے اپنے رب کی قسم وہ ستارہ میں ہی تھا۔" حضرت علیؓ سے بھی ایک روایت منسوب ہے کہ حضرت آدمؑ کی پیدائش سے بھی کئی ہزار سال پہلے حضور پاکؐ اپنے رب کے ہاں نور تھے تو اسی وجہ سے علامہ اقبالؒ نے فرمایا کہ عشق و مستی میں وہی اول بھی ہیں اور آخر بھی ہیں۔ کہ قرآن پاک کا علم اس کائنات کیلئے ایک رحمت ہے کہ مخلوق کیلئے صراط مستقیم کی نشاندہی ہے باامر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا نظریہ ہے اور یہ رحمت ہمارے آقا کا نور ہے"۔ لیکن اب جو دوبارہ اس مضمون کو پرکھا۔ تو حیران رہ گیا کہ مودودی صاحب نے نہ صرف وضاحت بودی کی ہے بلکہ ترجمہ میں لفظ (دوسرا) کا اپنی طرف سے اضافہ کیا کہ بجائے صحیح ترجمہ کرنے کے کہ "جب آوے تمہارے پاس رسول"۔ تو مودودی نے لکھا کہ "کل اگر کوئی دوسرا رسول تمہارے پاس آئے"۔ یعنی ہمارے آقا کی شان یہ ہے کہ آپؐ افضل المرسلین ہیں۔ اور سب پیغمبروں سے آپ کی مدد کا وعدہ لیا گیا"۔ لیکن مودودی نے غلط ترجمہ کر کے سارے فلسفہ کو ختم کر دیا کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم افضل المرسلین ہیں اور پہلے جو پیغمبر آئے تھے وہ بھی اسی دین اسلام کے پیروکار تھے اور یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ دنیا میں رسول آتے رہتے ہیں۔ ایک کی زندگی میں کوئی دوسرا آگیا تو یہ اس کی مدد کا حکم ہے۔ (نعوذ باللہ)۔ مودودی نے لفظ (دوسرا) کیوں لکھ دیا۔ کسی اور مترجم نے ایسا ترجمہ نہیں کیا۔ میں مودودی کی اس روش سے حیران ہوں۔ قارئین اپنا فیصلہ خود کر لیں۔

14 ۔ جنگ احد:۔

سورۃ آل عمران کی آیات مبارکہ 121 تا 127 کے سلسلہ میں جنگ احد پر مودودی صاحب نے جو کچھ لکھا ہے، وہ ناسمجھی کی وجہ سے ہے یا مودودی دیدہ دانستہ حضور پاکؐ کی شان کو کم کرنا چاہتا ہے لیکن یہ فیصلہ قارئین خود کر لیں۔ وہ اس سلسلہ میں اکیلا نہیں، اس جیسے کئی اور بھی ہیں۔ اور اسی وجہ سے پہلے اپنی کتاب "جلال مصطفیؐ" اور اب اپنی کتاب "حضور پاکؐ کے جلال و جمال" میں یہ عاجز 23 بڑے صفحات لکھ چکا ہے کہ یہ بات غلط ہے کہ اللہ کے حبیبؐ کو شکست ہوئی تھی۔ قرآن پاک اس سلسلہ میں آیت نمبر

دفاع" (Firm Base) سے کیا جاتا ہے۔آپؐ نے اس مضبوط دفاع کی اہم زمین پر جناب عبداللہؓ بن جبیر کے ماتحت 50 تیر انداز مقرر کئے۔انہوں نے وہاں ہی پکے دفاع میں رہنا تھا کہ تیر ہی اس زمانے کے دور مار ہتھیار ہوتے تھے جیسے آج کل مشین گن وغیرہ۔آپ نے حیران کن طریقہ سے دشمن کے بازو پر ہی کم نفری سے تنگ محاذ پر حملہ کیا تھا۔جس سے دشمن کا سخت نقصان ہوا اور حضور پاکؐ کی سوچ کے مطابق دشمن نے پسپا ہونا تھا۔آگے محاذ کھل جاتا ہے اور مسلمانوں کی کم نفری دشمن کو مزید دھکیلنے کے قابل نہ تھی۔تو لازمی بات تھی کہ دشمن نے جوابی حملہ سیدھے طور پر کرنا تھا اور دشمن نے ایسے کیا۔جوابی حملہ جیسے آج کل تیز رفتار بکتر بند گاڑیوں کی مدد سے کیا جاتا ہے۔پرانے زمانے میں رسالہ کی مدد سے کیا جاتا تھا۔اور خالد جو اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔اس کے رسالہ نے مسلمانوں پر سیدھا حملہ کیا اور کم تعداد میں دشمن پر دباؤ ڈالنے والے مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اور حضور پاکؐ نے یہ سب سوچا ہوا تھا کہ ایسے ہو گا تو آپؐ نے دفاع کی کنجی یا اہم زمین رماۃ کی پہاڑی پر پچاس تیر انداز مقرر کئے ہوئے تھے کہ جوابی حملہ کو وہ لوگ تیروں سے چھلنی کر دیں گے۔

17 - حکم عدولی:۔

عبداللہؓ بن جبیر کے تیر انداز اگر حکم عدولی نہ کرتے، تو دشمن کا یہ جوابی حملہ مسلمانوں کا زیادہ نقصان نہ کر سکتا تھا۔اور یہ حملہ رماۃ کی پہاڑی کے ساتھ کے مسلمانوں کے "فرم بیس" تک پہنچ ہی نہ سکتا۔اور مسلمانوں کے دوسرے حملہ کے بعد دشمن تتر بتر ہو کر بری طرح فرار ہوتا اور بدر کی جنگ سے بھی بدتر شکست سے دوچار ہوتا۔مودودی نے جو قرآن پاک میں احد کی جنگ کا نقشہ بنایا ہے کہ خالد کا رسالہ احد پہاڑی کا چار میل چکر لگا کر کسی درہ پر حملہ آور ہوا۔وہ دیکھ کر ہنسی آتی ہے کہ وہاں کوئی درہ نہیں سیدھی زمین ہے۔رماۃ کی ٹیکری درمیان میں اونچی جگہ ہونے کی وجہ سے اہم زمین ہے۔دس بارہ تیر اندازوں کو چھوڑ کر باقی سب تیر انداز غلط فہمی کی وجہ سے اپنی پوزیشن چھوڑ کر دشمن کے تعاقب کیلئے چلے گئے تھے۔تو یہ دس بارہ تیر انداز دشمن کا جوابی حملہ نہ روک سکے۔اور دشمن کے ساتھ لڑتے لڑتے جناب عبداللہؓ بن جبیر سمیت وہاں ہی شہید ہو گئے اور دشمن نے رماۃ کی پہاڑی

پر قبضہ کر لیا۔ تو مسلمانوں کا "فرم بیس" یا دفاعی لائن ختم ہو گئی تو حضور پاکؐ نے صورت حال کا اندازہ کر کے احد کے دامن میں دوسری دفاعی لائن بنانے کا حکم دے دیا۔ اور اس میں تھوڑی سی پسپائی تھی اور جو لوگ دشمن کے تعاقب میں گئے تھے ان کو لڑتے لڑتے اس دوسری دفاعی لائن پر آنا پڑا۔ تو مسلمانوں کا کافی نقصان بھی ہو گیا۔ لیکن دشمن اس دوسری دفاعی لائن کو نہ توڑ سکا۔ اور کچھ دیر اس دفاعی لائن کے ساتھ اپنا سر پھوڑتا رہا۔ اور آخر قرآن پاک کی آیت مبارکہ (سورۃ ال عمران 165) کے مطابق اپنا دگنا نقصان کرا کے نامراد اور ناکام مکہ مکرمہ کی طرف لوٹ گیا، اب میں پوری تفصیل کیا لکھوں۔ کہ مودودی کی قسم کے لوگوں نے حضور پاکؐ کی شان کو کم کرنے کیلئے اودھم مچایا ہوا ہے۔ اور بھلے آدمیوں پر اس کے اثرات ہو رہے ہیں۔

18 ۔ جنگ کا نتیجہ:۔

پیر کرم شاہ الازہری موجودہ جج سپریم کورٹ بھی مودودی صاحب اور ان جیسے لوگوں کی کتابیں پڑھ کر جنگ احد کو شکست سمجھتے رہے۔ میری پہلی کتاب "جلال مصطفیٰ" پر جو تبصرہ آپ نے 1982ء میں وزارت مذہبی امور کو بھیجا۔ اس کے اس جنگ کے سلسلہ کے بارے میں الفاظ کچھ اس طرح ہیں:۔

"میں نے حضور پاکؐ کے غزوات و سریات کا کافی مطالعہ کیا ہے۔ اور بڑے بڑے قابل قدر مصنفین کی نگارشات پڑھنے کا موقع ملا۔ لیکن جلال مصطفیٰ کے فاضل مصنف نے جس اچھوتے اور انوکھے انداز سے اس موضوع پر جو حقیقت افروز تبصرے کئے ہیں۔ وہ انفرادی حیثیت کے حامل ہیں۔ غزوہ احد کے بارے میں جو تفصیلات آج تک پڑھیں، ان سے ذہن میں یہی تاثر پیدا ہوئے کہ یہ مسلمانوں کی شکست تھی۔ لیکن فاضل مصنف کے تبصرے پڑھ کر پہلے بنے ہوئے سارے تصورات درہم برہم ہو گئے۔ مصنف نے قرآن پاک، دلائل اور حقائق سے ثابت کیا، کہ حضور نبی کریمؐ نے جنگ احد میں جس جنگی مہارت اور عبقریت کا مظاہرہ کیا۔ یا بگڑے ہوئے حالات میں منتشر فوج کو از سر نو صف بند کر کے ابو سفیان اور اس کے لشکر جرار کو راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیا، انسان کی جنگی تاریخ

میں اس کی مثال نہیں ملتی۔وغیرہ وغیرہ۔

اب مودودی صاحب جیسے مسلمان جو کرگسوں میں پلے ہوں۔" اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ ورسم شاہبازی "یا" برے پرقاعدہ شیر کیسے فاش ہو سکتا ہے"۔اسلام سپاہیوں کا دین ہے، مسلمان اللہ کی فوج ہیں۔جو آدمی ذہنی طور پر فن سپہ گیری سے نابلد ہے۔وہ جہاد یا قتال کو کیسے سمجھ سکتا ہے۔لیکن علامہ اقبالؒ۔یا علامہ مشرقی جیسے سولین نظریہ جہاد کو سمجھتے تھے۔اور پیر کرم شاہ کی مثال یہاں موجود ہے۔کہ بات بھی سمجھ گئے۔اور غلطی بھی تسلیم کرلی۔مودودی بدقسمت ہے۔اس کو سوچنا چاہیئے تھا کہ شکست تب ہوتی ہے جب حملہ آور اپنا مقصد حاصل کرلے اور کسی علاقہ پر اس کا قبضہ ہو جائے یا بالمقابل لوگوں کو قیدی بنالے۔یا مفتوحہ علاقے میں اپنی حکومت قائم کرلے۔ان میں سے کوئی بات بھی پوری نہ ہوئی اور الٹا کفار ہی میدان چھوڑ کر مکہ مکرمہ واپس چلے گئے۔بلکہ پہلے مرحلہ میں مسلمانوں کے ہاتھ کچھ مال غنیمت بھی آیا۔

19 - خرافات:۔

چنانچہ آیت نمبر 143 پر مودودی کا نوٹ 102 بالکل بے مقصد ہے۔جب وہ کہتا ہے کہ یہ اشارہ ان لوگوں کیلئے ہے جنہوں نے (نعوذ باللہ) رسول پاکؑ کو مدینہ منورہ سے باہر لڑنے پر "مجبور" کر دیا۔ساری بات ہی غلط ہے۔یہ تمثیلی حکم ہم سب مسلمانوں کیلئے ہمیشہ کے واسطے ہے کہ حضور پاکؑ اپنا فرض ادا کر کے آنکھوں سے اوجھل ہو جائیں گے۔ آگے نوٹ 103 بھی مودودی کی ذہنی اختراع ہے کہ (نعوذ باللہ) صحابہ کرامؓ کی ہمتیں چھوٹ گئیں، یہ صحابہؓ پر بہتان ہے۔اگر ان کی ہمتیں جواب دے جاتیں تو ابو سفیان کیسے راہ فرار اختیار کرتا۔اور مودودی جو یہاں تک چلا جاتا ہے کہ لوگ عبداللہ بن ابی کے پاس جانے کو تیار ہو گئے کہ وہ ان کو ابو سفیان سے امان لے دے۔جب جنگ شروع ہو تو ایسی سوچوں کا وقت نہیں ہوتا۔یا آدمی لڑ رہا ہوتا ہے یا لڑائی سے بھاگ جاتا ہے۔افسوس مودودی نے خرافات لکھ کر اپنا بھی وقت ضائع کیا اور پڑھنے والوں میں بھی بد دلی پھیلائی، اور بغیر کسی ثبوت کے لشکر رسولؑ پر الزامات لگائے۔چنانچہ سورۃ ال عمران کی آیت نمبر

152 سے 159 تک مودودی کا تمام ترجمہ ایسے کمزور اور خود ساختہ الفاظ میں [illegible]

ثابت کرنا چاہتا تھا، کہ جنگ احد حضور پاکؐ کی بڑی شکست تھی اور صحابہ کرامؓ نے بڑی بزدلی یا کمزوری کا مظاہرہ کیا۔ (نعوذ باللہ)۔ حتیٰ کہ الفاظ "امنۃ نعاسا یغشی" کے معنی بھی "اونگھنے لگے" کیا، کہ اور سست ہو گئے۔ حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ پر امن کی "تسکین" نازل فرمائی تھی۔ جس کا راقم کو بھی ستمبر 1965ء کی جنگ میں کئی دفعہ تجربہ ہوا۔ جس کی وضاحت پر کئی صفحات لکھنے کی ضرورت ہے کہ یہ بڑی پر لطف کیفیت ہوتی ہے۔ البتہ یہ جو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے مدد بھیجتا ہے۔ وہ جسمانی مدد نہیں ہوتی وہ روحانی مدد ہوتی ہے کہ ان کا لطیفہ مجاہدین کے لطیفہ پر اثر کر کے ان کو سکون اور طاقت عطا کرتا ہے۔ اسی طرح مودودی نے "شاورھم فی الامر" کا ترجمہ دین کے کاموں میں مشورہ کیا۔ اصل ترجمہ اللہ کے امر یا احکام بجالانے کے طریقہ کار میں مشورہ ہے۔ اس پر پورا تبصرہ سورۃ الشوریٰ پر تبصرے کے وقت ہو گا۔ اور ایسے مرضی کے ترجمہ کی وجہ سے پچھلے دنوں مودودی کے اس ترجمہ کا سہارا لے کر مردود الطاف گوہر نے اخبار "نوائے وقت" میں اس کو "پارلیمانی جمہوری نظام" بنا دیا۔ اور "نوائے وقت" جو اس مردود اور چھپے قادیانی الطاف سے اسلام میں کفر کو داخل کرا رہا ہے۔ وہ الگ ایک بہت بڑا مضمون ہے۔ توبہ میرے اللہ! آج ایک طرف لوگوں کو کہا جاتا ہے کہ ہم مودودی کی تحریروں سے رہنمائی لیں۔ دوسری طرف حمید نظامی اور "نوائے وقت" کے خرافات سے رہنمائی حاصل کریں۔ تب ہی یہ عاجز بار بار کہتا ہے کہ ہمارے رہنما صرف حضور پاکؐ ہیں۔ آؤ رہبر و رہنما مصطفیٰؐ کا مل کر نعرہ لگائیں۔ بہرحال اس سلسلہ میں آگے بھی سورۃ ال عمران کی آیات نمبر 169 تک مودودی نے قرآن پاک میں بیان شدہ واقعات کو آدھا تیتر اور آدھا بٹیر بنا دیا اور نظریات کو بے جان کر دیا۔ کہ الہ تعالیٰ جب شہیدوں کی بارے میں پھر فرماتا ہے کہ ان کو مردہ نہ سمجھو، وہ زندہ ہیں۔ تو مودودی اپنے نوٹ نمبر 120 میں پھر سورۃ بقرہ کے نوٹ 155 کا حوالہ دیتا ہے۔ جس کو میں پہلے سے رد کر چکا ہوں کہ مودودی موت سے کراہت پیدا کر رہا ہے اور حقیقت سے فرار، کہ اللہ تعالیٰ بیانات سے مسلمانوں کے ساتھ (نعوذ باللہ) ایک قسم کا فراڈ کر رہا ہے۔ یعنی اس سلسلہ میں مودودی اور سرسید کی وضاحتیں ایک جیسی ہیں۔ اسی طرح آیت نمبر 175 کا ترجمہ بھی صحیح نہیں، کہ بجائے یہ کہنے کے کہ شیطان کے دوستوں سے نہ ڈرنا۔ لکھا

ہے کہ "انسانوں" سے نہ ڈرنا۔

20 ۔ غلط معانی:۔

مودودی نے قرآن پاک کا نہ صرف نقائص سے بھرپور ترجمہ کیا ہے۔ بلکہ بعض مقامات پر جان بوجھ کر ایسے معنیٰ کیے جو مودودی کے عقیدہ کی ضرورت تھی۔ کہ صحیح معنی کرنے سے مودودی خود کے بارے میں کہا جا سکتا تھا کہ یہ پہلو اس کو بھی لاگو ہے۔ ایسی مثالیں بے حساب ہیں لیکن میں صرف قرآن پاک کی سورۃ ال عمران کی آیت مبارکہ 167 کے پہلے مودودی کے لکھے ہوئے معانی لکھتا ہوں "۔ وہ (منافق) کہ جب ان سے کہا گیا۔ آؤ اللہ کی راہ میں جنگ کرو یا کم از کم (اپنے شہر کی) مدافعت ہی کرو تو کہنے لگے کہ اگر ہمیں علم ہوتا کہ آج جنگ ہو گی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے۔ (119) ۔ یہ بات جب وہ کہہ رہے تھے تو اس وقت وہ ایمان کی بہ نسبت کفر سے زیادہ قریب تھے۔" اب میں ایک عرب سید رفاعی جنہوں نے پچاس سال برصغیر ہندو پاکستان میں رہ کر اردو سیکھا اور پھر قرآن پاک کا ترجمہ کیا۔ ان کا ترجمہ لکھتا ہوں۔ " اور جب ان سے کہا گیا۔ آؤ اللہ کی راہ میں لڑو یا دشمن کے خلاف دفاع کرو۔ بولے اگر ہم کو قتال یا لڑنے کا علم ہوتا تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے۔ اور وہ اس دن ایمان کی بہ نسبت کفر کے زیادہ نزدیک تھے"۔ اب مودودی نے جو اپنی طرف سے لفظ "منافق" کا اضافہ کیا یا "اپنے شہر کی" مدافعت کی بات کی، یہ کچھ کرنے میں مقصد یہ تھا کہ جنگ مدینہ منورہ کے اندر لڑنا صحیح بات تھی۔ اور حضور پاکؐ "مجبور" ہو کر باہر نکلے یا یہ آیت مبارکہ صرف واقعاتی رہے کہ منافقوں کیلئے ہے اور تمثیلی نہیں کہ سب مسلمانوں پر لاگو ہو۔ لیکن منافقوں نے تو یہ کہا تھا کہ ان کو لڑائی لڑنا نہیں آتا، اس لئے جنگ میں شریک نہیں ہو رہے۔ مودودی نے معنی یہ لکھے کہ انہوں نے پیش بینی کی کہ آج جنگ نہ ہو گی۔ یہ الٹا پلٹا ترجمہ مودودی نے اپنے بچاؤ کیلئے کیا، کہ مسلمانوں پر جہاد فرض ہے۔ لیکن جہاد میں شرکت وہ کر سکتا ہے، جو فن سپہ گیری کو جانتا ہو۔ مودودی اور باقی مولوی چونکہ فن سپہ گیری سے نابلد ہیں۔ اور فن سپہ گیری سیکھنا بھی ایسا ہی فرض ہے جیسا جہاد۔ تو مودودی وغیرہ اس فرض سے بچنے کیلئے کبھی فرض کفایہ کے چکر میں پڑتے

ہیں۔ (حالانکہ فرض کفایہ اسلامی طرز جنگ کی حکمت عملی کے تحت آتا ہے)۔ اور کبھی قلمی اور زبانی جہاد کی آڑ لے کر "سرخرو" ہو جاتے ہیں۔ میں بھی آج ایک فتویٰ دیتا ہوں "جو آدمی فن سپہ گیری سے نابلد ہے یا کہے کہ میں جنگ لڑنا نہیں جانتا، وہ اللہ تعالیٰ کی اس آیت مبارکہ کے احکام کے تحت ایمان کی بجائے کفر کے زیادہ نزدیک ہے، اور مودودی ان لوگوں میں شامل ہے۔ تب ہی جہاد کشمیر کے سلسلہ میں اوٹ پٹانگ فیصلہ دیا۔ کیا ایسے لوگ قوم کے رہنما بن سکتے ہیں؟ سورۃ ال عمران کی آیت نمبر 190 میں لفظ "خلق" کا معنی بھی مودودی غلط کرتا ہے اور "ساخت" لکھتا ہے۔ ساخت صرف مکان (Space) تک محدود ہے۔ صحیح معنی تخلیق کائنات ہے جہاں زمان و مکان دونوں پہلوؤں کی شمولیت ہے اور ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ تخلیق کائنات کے معاملات مودودی کی سمجھ سے باہر ہیں۔ جس میں زمان و مکان دونوں ہیں۔ تو وہ خود ساختہ معنی کرتا ہے۔ آیت نمبر 195 کا مودودی کا ترجمہ بھی غلط ہے جہاں لکھتا ہے کہ "تم لوگ ہم جنس ہو"۔ یہاں صحیح ترجمہ یہ ہے کہ "تم عمل کے اعتبار سے ایک ہو" کہ بات اعمال کی ہو رہی ہے۔ اور سورۃ ال عمران کی آخری آیت نمبر 200 کا ترجمہ بھی غلط ہے۔ کہ یہ فوجی الفاظ مودودی سمجھ ہی نہیں سکتا کہ صبر سے مصابرہ اور مصابرہ سے رابطہ کے ذریعہ بنیان المرصوص بنتا ایک فوجی ضابطہ ہے۔ جو لوگ اس آیت مبارکہ کے پوری معنی سمجھنا چاہیں، وہ کتاب "اسلامی نظام حکومت" میں جہاد کے تقاضوں کے تحت اسلام کے جنگی اصولوں میں "اصول مصابرت" سے استفادہ کریں۔

(صفحہ 184۔185)

21 ۔ سورۃ النساء:۔

مودودی سورۃ النساء کی آیت مبارکہ نمبر 14 کو اپنے نوٹ 25 الف میں ایک بڑی خوفناک آیت اور دھمکی کی بات کہتا ہے۔ قرآن پاک کی آیات مبارکہ کیلئے ایسے اسم صفت استعمال کرنا ٹھیک نہیں، اور نہ دھمکی کا لفظ صحیح ہے۔ اگر مودودی کچھ وضاحت کرنا بھی چاہتا تھا تو اس کو یہ کہنا چاہیئے تھا کہ ان تلخ حقیقتوں سے ہمیں خوف کھانا چاہیئے۔ لیکن آیت مبارکہ 41 کے مودودی نے جو معنی لکھے ہیں وہ اس کے عقیدہ کی مجبوری ہے کہ

وہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے رسول پاکؐ بھی ایک عام قسم کے پیغمبر ہیں۔ اور صرف اپنی امت کیلئے پیغمبر ہیں۔ اس آیت مبارکہ کا ترجمہ شاہ رفیع الدینؒ، اشرف علی تھانویؒ اور سید رفاعیؒ اس طرح کرتے ہیں کہ "اور اس وقت کیا ہو گا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے (اور اے حبیبؐ) آپؐ کو ان سب پر گواہ بنائیں گے"۔ مودودی یہ ترجمہ کرتا ہے کہ "اس وقت یہ کیا کریں گے جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے۔ اور ان لوگوں پر تمہیں (یعنی محمدؐ کو) گواہ کی حیثیت سے کھڑا کریں گے۔ سارا چکر مودودی نے چلایا ہے کہ اپنی طرف سے لفظ "سب" کی بجائے "ان لوگوں" کر دیا۔ اور "لاویں" کی جگہ بے ادبی کا لفظ "کھڑا کریں گے" لکھ دیا۔ کہ آگے اپنے نوٹ 64 میں مقصد پورا کر لیا کہ حضور پاکؐ صرف اپنے دور یا اپنی امت کے گواہ ہوں گے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حضور پاکؐ کو زمان و مکان پر حاوی کیا کہ آپؐ تمام واقعات کے گواہ ہیں۔ جس کی ایک مثال سورۃ قصص کی آیت مبارکہ 44 میں موجود ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ کو نبوت دی جا رہی تھی تو ہمارے آقاؐ وہاں موجود تھے۔ پھر ہم پیچھے سورۃ ال عمران کی آیت مبارکہ 81 کی وضاحت کر آئے ہیں کہ ہمارے آقاؐ پیغمبروں کے سردار ہیں اور یہ دین حنیف یا دین اسلام حضرت آدمؑ کے زمانے سے سب پیغمبروں کا دین ہے اور اس صراط مستقیم کی جو اللہ تعالیٰ نے نشاندہی کی، اس کے عظیم گواہ ہمارے آقاؐ ہیں۔ لیکن مودودی کا دین چونکہ مختلف ہے کہ وہ خاتم النبین اور رحمتہ اللعالمین کو بھی ایک عام سا پیغمبر سمجھتا ہے۔ اس لئے آیات مبارکہ کے معنی اپنی مرضی سے اپنے عقائد کے مطابق تبدیل کر لیتا ہے۔ میں مفتی نہیں اور فتویٰ کو صرف ایک رائے سمجھتا ہوں۔ اس لئے یہاں یہ اعلان کرتا ہوں کہ مودودی جس اسلام کا پرچار کرتا ہے وہ ہمارے رسولؐ پاک کا اسلام نہیں بلکہ مودودی کا خود ساختہ اپنا اسلام ہے۔ سورۃ النساء کی آیت مبارکہ 59 کا مودودی نوٹ 89 اور 90 میں تفصیلی تجزیہ پیش کرتا ہے۔ لیکن اس مضمون کے ساتھ مودودی انصاف نہیں کر سکتا۔ اس کا تعلق اسلامی نظریہ حیات سے ہے کہ ایک "اولی الامر" یا امیر کو اس نظریہ پر عبور ہو۔ مودودی صاحب نے بیچ میں گندے سیاسی رہنماؤں اور ہر مسلط شدہ کو "اولی الامر" بنا دیا۔ مودودی اسلام کے فلسفہ "اطاعت امیر" سے بالکل نابلد ہے۔ اس وجہ سے وہ لکھتا ہے جہاں اللہ اور

رسولؐ کی طرف سے واضح احکام موجود نہ ہوں تو آزادی عمل کی اجازت ہے۔ اول تو یہ بات ہی غلط ہے کہ واضح امور نہ ملیں۔ لیکن شک کی صورت میں ملتے جلتے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے احکام سے استفادہ کیا جاتا ہے۔ جس کو ہمارے بزرگوں نے "قیاس" کا نام تو دیا۔ لیکن "آزادی عمل" کا نام نہ دیا۔ یہ بڑا وسیع مضمون ہے کہ ایسے امیر کی صفات کیا ہوں، مودودی وہاں تک نہیں پہنچ پایا۔ اگر اس میں مومن کی فراست ہوتی تو علامہ اقبالؒ کے مندرجہ ذیل شعروں سے استفادہ کر کے اپنا قبلہ درست کر لیتا۔

ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
موت کے آئینے میں تجھ کو دکھا کر رخ دوست
زندگی تیرے لئے اور دشوار کرے

ان اشعار کے مفہوم کی وسعتوں کا اندازہ لگائیں۔ کہ امام برحق نے دنیا کو مومن کیلئے قید خانہ فرمایا۔ اس لئے ہمیں یہاں کے حاضر اور موجود کے ساتھ ایک وقتی مسافر کا تعلق رکھنا چاہئے۔ اور اصلی زندگی "حیات بعد الموت" ہے۔ اور اس زندگی میں محنت کر کے اس حیات کی تیاری کریں۔ مودودی جو سرسید کی طرح حیات بعد الموت کے معاملات پر معتزلہ کی طرز پر عقلی وضاحتیں کرتا رہتا ہے، تو وہ مومن کے مقاصد حیات یا اطاعت امیر کے فلسفوں کو کیسے سمجھ سکتا ہے۔ قرآن پاک کی تفسیر ایسے صاحبان کو کرنی چاہئے۔ جن کے سامنے پورا قرآن پاک ہر وقت کھلا رہے۔ کہ وہ قرآن پاک جو اپنی تفسیر آپ ہے۔ اس کی آیات مبارکہ میں صحیح طور پر رابطہ باندھا جا سکے۔

22 ۔ آیت مبارکہ 65 : ۔

سورۃ النساء کی آیت مبارکہ 65 پر ہمارا سب کچھ قربان یہاں ارشاد ربانی ہے: اے حبیبؐ! تیرے رب کی قسم۔ اللہ تعالیٰ ایسے الفاظ کو سورۃ الحجر میں بھی دہراتا ہے جس کا ذکر وہاں آئے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے حبیبؐ کے شہر اور ہر پیاری چیز کی قسم اٹھاتا ہے۔ لیکن یہ قسم نرالی ہے کہ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہوتے ہوئے اپنے آپ کو یا اپنی صفات کو "رب

النبی محمدؐ" تک محدود کر کے بڑے پیار سے قسم اٹھاتے ہیں۔ جیسے دو دوستوں میں جب بغیر کسی رکھ رکھاؤ کے پیاری باتیں ہوتی ہیں تو ساتھ قسم بھی اٹھائی جاتی ہے۔ تو یہاں اللہ تعالیٰ نے رب العالمین کی قسم "رب النبی محمدؐ" کے طور پر اٹھائی۔ اس لئے مسند احمد میں حضور پاکؐ کی ایک حدیث مبارکہ میں دعا کیلئے اللہ تعالیٰ کے سامنے اس صفاتی اسم کی پکار سے گزارش کی جاتی ہے۔ یہ ہے شان محبوبیت۔ جس کا ذکر پچھلے صفحات پر ہو چکا ہے۔ لیکن افسوس اس سلسلہ میں مودودی کے قلب ونظر کا حجاب ہرگز نہ اٹھ سکا۔ اور شان محبوبیت کے سلسلہ میں ذرا بھر بھی وضاحت نہ کی۔ البتہ نوٹ 95 میں اس ساری آیت مبارکہ کے بارے میں ایک صحیح بات لکھی کہ یہ احکام "وقتی" نہیں روز قیامت تک کیلئے ہیں۔ جس کے الفاظ سے یہ شک بھی پڑ سکتا ہے کہ کچھ آیات "وقتی" ہیں۔ یہاں ناسخ اور منسوخ کی لمبی بحث چھڑ سکتی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرآن پاک کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے۔ کچھ آیات احکام کے عمل کے مرحلہ درمرحلہ کے سلسلہ میں ایک مرحلہ کیلئے احکام تھے۔ اس سلسلہ میں قارئین ہماری نئی کتاب "قرآن پاک کے معجزات۔ ترتیب اور نزول کے تناظر میں" سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ کہ قرآن پاک میں جو کچھ "وقتی" ہے وہ "دائمی" بھی ہے۔ مودودی اپنی تفہیم میں کئی آیات مبارکہ کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ یہ وقتی احکام تھے اور بے حساب جگہوں پر ایسے کیا۔ جس کو میں بار بار دہرا نہیں سکتا۔ یہاں البتہ یہ ضرور سمجھ لیا جائے کہ مودودی کو ساتھ یہ بھی کہنا چاہیئے تھا کہ یہ تمثیلی احکام بھی ہیں کہ ہم واقعات کا بامقصد مطالعہ کر کے ان واقعات سے اپنے لئے نشان راہ تلاش کریں۔ اسی طرح آیت مبارکہ 82 کی سیدھی وضاحت یہ تھی، کہ اتنی بڑی کتاب میں کوئی تضاد بیانی نہیں۔ لیکن مودودی نے یہ کہہ کر "کہ اللہ کے سوا باقی سب میں اختلاف بیانی ہوتی ہے"۔ اس آیت کی روح کو مہمل بنا دیا۔ بہتر تھا یہ کہتا کہ ایسا صرف اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے۔

23 ۔ جہاد اور قتال:۔

جہاد اور قتال کے سلسلہ میں سورۃ النساء کی آیت مبارکہ 84 کے الفاظ "حرض المومنین" بہت اہم ہیں جن کو سورۃ الانفال کی ایات مبارکہ 65 میں دہرایا بھی گیا ہے اور

اس نظریہ کو وہاں وضاحت سے بیان کیا جائے گا۔ اب اس آیت مبارکہ کے صحیح معنی یہ ہیں جو سید رفاعی صاحب نے لکھے۔ "اے حبیب! آپؑ اللہ کے راستے میں لڑائی کریں۔ کہ آپؐ کو سوائے اپنے نفس کے تکلیف نہ ہو گی اور باقی مومنین کو بھی ایسا کرنے کی ترغیب دیں"۔ مودودی صاحب کا ترجمہ اس طرح ہے۔ "پس اے نبیؐ! تم اللہ کی راہ میں لڑو، تم اپنی ذات کے سوا کسی اور کیلئے ذمہ دار نہیں۔ البتہ اہل ایمان کو لڑنے کیلئے اکساؤ"۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ مودودی صاحب یہ الفاظ کہاں سے لائے کہ "نبی پاکؐ اپنی ذات کے سوا کسی اور کیلئے ذمہ دار نہیں"۔ اور ایسا کرنے میں ان کا مقصد کیا ہے۔ حضور پاکؐ میدان جنگ کے سالار اعظم ہوتے تھے۔ یا لشکروں کے امیروں کو جھنڈے عطا کر کے باہر لڑائی کے لئے بھیجتے تھے۔ اور نبی پاکؐ تو ساری امت کیلئے حریص ہیں۔ مودودی نے یہ بے مقصد الفاظ کیوں لکھے۔ شکر ہے کسی نوٹ میں اس آیت مبارکہ کی وضاحت نہ کی۔ اگر کرتا تو اس کی حرب وضرب سے بیگانگی کھل کر سامنے آجاتی اور اس کی "علمیت" اور زیادہ پاش پاش ہو جاتی۔ لیکن آگے آیت مبارکہ 94 کے نوٹ 126 کے سلسلے میں میدان جنگ اور دوست اور دشمن کی تمیز کے سلسلہ میں کچھ غلط فہمی میں پڑ گیا کہ شاید وہ اپنی "علمیت" کا رعب ڈال سکے اور گو اس واقعہ کا ذکر تو نہ کیا لیکن حضور پاکؐ کے زمانے میں جناب اسامہؓ بن زیدؓ اس سلسلہ میں جو ایک پیچیدگی سے دوچار ہوئے۔ اس کی آڑ لے کر موت سے بھی کراہت پیدا کر دی اور جہاد کو بھی بے جان کر دیا کہ آئیں بائیں شائیں مارتا رہا۔ جس کا اس زمانے سے کوئی تعلق نہیں، کہ یہ پیچیدگیاں اور طرح سے بڑھ گئی ہیں۔ اور کوئی ہنرمند اعلیٰ فوجی افسر ہی اس وسیع مضمون پر کچھ لکھ سکتا ہے کہ یہ ہماری تربیت کا حصہ ہے۔ اسی طرح آیت مبارکہ 96 کے سلسلہ میں نوٹ 128 کے تحت اپنے جہاد سے گریز کے دفاع میں۔ اسلامی اصول فرض کفایہ کی آڑ لی۔ فرض کفایہ ہمارے لئے ہمارے عقیدہ کا حصہ بھی ہے اور فوجی حکمت عملی کا یہ ایک ضروری عنصر ہے کہ ہمارے لئے جنگ عبادت کا درجہ رکھتی ہے۔ لیکن فرض کفایہ کی قسم کی ضرورت اوروں کیلئے بھی اتنی اہم ہے اور وہ لوگ بھی ضرورت کے مطابق اور وقت کے تحت کچھ فوج کا استعمال کرتے ہیں اور اس مضمون پر صرف ایسا آدمی لکھ سکتا ہے جو اسلام اور عسکریت دونوں کو سمجھتا ہے۔ مودودی نے یہاں

دوسرے کاموں میں لگے رہنے کی آڑ لے کر جہاد کی اولین حیثیت کو ٹھیس پہنچائی ہے۔ اسی طرح آیت مبارکہ 102 میں صلواۃ خوف کے بارے میں جو 134 سے 137 تک نوٹ لکھے ہیں۔ ان سے اس زمانے کی جنگ کے سلسلہ میں کوئی رہنمائی نہیں ملتی۔ صرف ایک فقرہ صحیح لکھا کہ اس کی ترکیب جنگی حالات پر منحصر ہے۔ باقی جو دو صفحے سیاہ کئے وہ وقت کا ضیاع ہے۔ مودودی کی قلم جب چل پڑے تو پھر نہیں رکتی۔ آیت مبارکہ 134 میں سمیع وبصیر کے سلسلہ میں جو نوٹ 163 لکھا کہ اللہ اندھا، بہرا نہیں یہ پڑھ کر آدمی حیران ہوتا ہے کہ مثبت الفاظ کی بجائے مودودی نے زیادہ سہارا منفی الفاظ کا کیوں لیا ہے؟ لیکن اگر میں مودودی کی ساری ایسی ٹامک ٹوئیوں پر تبصرہ کروں تو کئی اور صفحات بڑھانے پڑیں گے۔ جس کا میرے پاس نہ وقت ہے نہ ذرائع کہ اتنا خرچ کر سکوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کیلئے الفاظ تو صحیح استعمال کئے جائیں۔

24 ۔ سورۃ المائدہ:۔

سورۃ المائدہ کی آیت مبارکہ 3 کے الفاظ "النصب" کا معنی مودودی نے "آستانہ" کیا ہے۔ جبکہ باقی مترجم "تھان" کرتے ہیں اور آیت کو ملا کر لکھتے ہیں کہ جو جانور کسی تھان پر شرک کے طور پر یا پانسے ڈال کر ذبح کیا جائے تو وہ حلال نہیں، کہ پرانے زمانے میں یہ بھی ایک قسم کا جوا ہوتا تھا۔ مودودی کہتا ہے جو جانور بھی کسی آستانے پر ذبح کیا جائے وہ حلال نہیں۔ کہ مودودی کو لفظ "آستانہ" سے چڑ ہے کہ آستانہ بوسی کو بھی شرک کہا ہے۔ کہ مودودی کے تصور میں آستانہ صرف کسی پیر فقیر کی بیٹھک یا خانقاہ ہوتی ہے۔ اور مودودی کسی خانقاہ یا قبر پر جانے کو بھی شرک کہتا ہے۔ یہ معاملہ وضاحت چاہتا ہے۔ آستانہ گھر کو کہتے ہیں اور خانہ کعبہ بھی اللہ تعالیٰ کا آستانہ ہے اور مدینہ منورہ حضور پاکؐ کا آستانہ ہے۔ بات سنت اور عمل کی ہوتی ہے کہ اگر آپ کسی قبر یا خانقاہ یا پیر و فقیر کے گھر پر اللہ واسطے حاضر ہوتے ہیں اور وہاں اللہ واسطے کوئی جانور بھی ذبح کر دیتے ہیں۔ اور آستانہ کی دیوار کو کھڑے کھڑے چوم لیتے ہیں۔ اور وہاں کوئی بدعت نہیں کرتے یعنی قبر کی پوجا نہیں کرتے یا جو جانور ذبح کرتے ہیں اس میں اس بزرگ کو اللہ کا شریک نہیں کرتے۔ تو وہ جانور کیسے

حرام ہو گیا۔ مودودی کے ہم خیال لوگوں کو اس پہلو کے فلسفہ میں جانا چاہیئے اور امت میں تفرقہ پیدا کرنے سے گریز کریں۔ آستانے پر محبت کا بوسہ ایسے ہی ہوتا ہے جیسے حجر اسود کو بوسہ دیا جاتا ہے۔ یا زندہ آدمی ملتے ہیں تو ایک دوسرے کو بوسہ دیتے ہیں۔ ہم تو بچپن میں مسجد کی دیوار کے پاس سے گزرتے تھے، تو وہاں بھی بوسہ دیتے تھے اور یہ محبت کا اظہار ہوتا تھا۔ یہ مولویوں نے معاملات کو سوچ کر حل کرنے کی بجائے جو نفرت پیدا کر دی ہے۔ تو ہم دن بدن بے ادب ہوتے جاتے ہیں۔ سورۃ المائدہ کی آیت مبارکہ 15 بڑی اہم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "اور اللہ کی طرف سے تمہارے پاس ایک نور آیا اور کتاب المبین یا ہدایت والی کتاب"۔ اب مودودی اس آیت مبارکہ کے مختصر معنی کر کے اس آیت مبارکہ کو آیت نمبر 16 سے ملا دیتا ہے اور سلامتی کے طریقوں پر زور دیتا ہے اور اس سلسلہ میں نوٹ 38 میں بھی سلامتی پر زور دیتا ہے۔ اب ہم تو حضور پاکؐ کے نور اور قرآن پاک کے نور کو ایک ہی چیز سمجھتے ہیں۔ اور دونوں کو اللہ تعالیٰ نے اکٹھا بیان کر دیا۔ بے شک حضور پاکؐ بشر بھی ہیں اور سورۃ کہف کے بیانات کے وقت اس پہلو کو کھل کر بیان کریں گے۔ لیکن حضور پاکؐ روشنی کا مینار ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو سراج المنیر جیسی صفات بھی عطا فرمائیں۔ لیکن مودودی اس سلسلہ میں حضور پاکؐ کی شان بیان کرنے سے ہمیشہ گریز کرتا ہے، جیسے یہاں کیا۔ کہ بیچارے کی بد قسمتی کہ غلط عقیدہ کے چکر میں پڑ گیا کہ حضور پاکؐ نور نہیں صرف بشر ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ آپؐ نے بشریت کو وہ شان بخشی کہ بشریت کا لبادہ اوڑھنے کے باوجود بھی عالم خلق کو نور علی نور کر دیا۔ آگے سورۃ المائدہ کی آیت مبارکہ 35 میں، مودودی نے جہاد کو جدوجہد کے معنی دے کر جہاد کو ہی بے جان کر دیا یا نظریہ ضرورت کے تابع کر دیا۔ یہ مولوی چراغ علی کی خرافات سے اثر لینے کا نتیجہ ہے۔ جس کا ذکر پیش لفظ میں ہو چکا ہے کہ اس کیلئے اعظم یار جنگ کی بجائے "فرار جنگ" کا خطاب بہتر تھا۔ (خدارا ڈاکٹر طفیل جیسے نیم تعلیم یافتہ لوگوں کی طرح اس آدمی کو بہادر یار جنگ نہ سمجھ لینا)۔ علاوہ ازیں مودودی صاحب نے سورۃ المائدہ کی آیت مبارکہ 48 کے نوٹ 80 میں جو وضاحت کی ہے وہ مہمل بات ہے۔ کہ آسمانی شریعتوں میں بھی تھوڑا بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہ بڑا وسیع مضمون ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ سب پیغمبر

ایک دین کے پیروکار تھے۔ جو اختلافات ہو جاتے ہیں، ان کا تعلق زمان و مکان کے اثرات سے ہے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر یا اصولوں میں ہرگز کوئی اختلاف نہیں۔ اعمال یا طریق کار پر زمانے اور جغرافیہ کے اثرات ہوئے۔ فلسفہ حیات کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔ مودودی نے خواہ مخواہ یہاں "جملہ معترضہ" کے الفاظ کا بھی استعمال کیا۔

25 ۔ سورۃ الانعام:۔

مودودی جب اپنے عقیدہ کی رو میں بہ جاتا ہے تو خواہ مخواہ کچھ لکھ دیتا ہے۔ جیسے سورۃ الانعام کی آیت مبارکہ نمبر 2 کے نوٹ نمبر 2 میں وضاحت کرتے یہ بھی کہہ دیا کہ انسانی جسم میں ایک ذرہ بھی غیر ارضی نہیں۔ یہاں وہ بھول گیا کہ انسان میں نفس بھی ہے جو روز ازل ایک Energy یا طاقت کے طور پر اللہ تعالیٰ نے شاید "کن فیکون" کے احکام سے بھی پہلے پیدا کئے۔ اور بچہ جب مادر رحم میں ہو تو یہ نفس وہاں ودیعت کرتا ہے۔ اس کے علاوہ انسان کے جسم میں روح بھی ہے۔ جو امر ربی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو کسی مرحلہ پر ہمارے بدن میں پھونک دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مودودی کی بے لگام قلم کے فسادات سے سادہ لوگوں کو بچائے۔ اسی طرح سورۃ الانعام کی آیت مبارکہ 9 کی مودودی نے جو نوٹ نمبر 7 میں وضاحت کی ہے۔ وہ بہت مہمل ہے۔ فرشتہ کی اصل صورت و شکل کیا ہے۔ بے شک اس سلسلہ میں ہم بے خبر ہیں۔ لیکن ہمیں معلوم ہے کہ فرشتہ شکل و صورت تبدیل کر سکتا ہے۔ اور وہ انسانی شکل بھی اختیار کر لیتا ہے۔ جیسے حضرت ابراہیمؑ کے ہاں وہ مہمان کے طور پر انسانی شکل میں گئے۔ لیکن انسانی شکل میں آنے کے بعد فرشتے کی باقی طاقتیں سلب ہو جاتی ہیں۔ اور وہ صرف انسان کی طرح کام کر سکتا ہے۔ فرشتے جو دوسری شکلیں اختیار کر سکتے ہیں وہ شاید ہماری مادی آنکھوں کو نظر نہ آئیں۔ یا ایسی خوفناک شکل ہو کہ دیکھ کر ہم ڈر جائیں۔ یا اتنی نورانی شکل ہو کہ ہم پر طلسماتی اثرات ہو جائیں۔ یا جیسے ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ فرشتہ کا ایک لطیفہ ہوتا ہے اور انسان کا بھی ایک لطیفہ ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرشتوں کے لطائف سے ہمارے لطائف پر اثر بھی کرا لیتے ہیں۔ یہ بڑے وسیع مضامین شاید مودودی صاحب کے بس کے نہ تھے۔ تو وہ مہمل باتیں لکھنے کی بجائے

خاموش رہتے تو بہتر تھا۔ مودودی نے جو فرشتہ کے مامور من اللہ کے الفاظ کی طرف اشارہ کیا ہے، یہ نامکمل بیان ہے۔ اور ایسی وضاحتیں شکوک کو بڑھا دیتی ہیں۔ سورۃ الانعام کی آیت مبارکہ 14 کے نوٹ نمبر 10 میں اللہ تعالیٰ کے روزی لینے سے پاک ہونے کے معاملہ کو خواہ مخواہ اہل قبور یا بڑے مقبرہ والوں سے موازنہ کر دیا کہ وہاں نذرانے چڑھتے ہیں۔ اور طنزیہ انداز میں بہت کچھ لکھ کر ان مقبروں کو مندر اور اس کے بیچ پجاریوں کے بت رکھنے کے متشابہ قرار دیا۔ قبروں کی پوجا منع ہے لیکن قبروں پر جانے کی اجازت ہے۔ یہاں یہ مضمون Out of Context یعنی موزوں نہیں تھا۔ سورۃ الانعام آیت مبارکہ 35 کے نوٹ 23 میں مودودی "اخلاقی انقلاب" کی اپنے پاس سے بات کرتا ہے۔ اسلام صراط مستقیم ہے۔ اس میں انقلاب یعنی پیچھے مڑنے یا اوندھے منہ گرنے کی کوئی بات نہیں۔ دو جگہوں کو چھوڑ کر قرآن پاک میں لفظ "انقلاب" کبھی اچھے معنی میں نہ لکھا گیا۔

26 ۔ سورۃ الاعراف:۔

قرآن پاک کی سورۃ الاعراف کی آیت مبارکہ 158 حضور پاکؐ کی شان اور اسلام کی عظمت کے بیانات کے سلسلہ میں سمندر کو کوزے میں بند کر دیتی ہے۔ جہاں ارشاد ربانی ہے۔ "اے میرے حبیبؐ! آپؐ فرما دیں کے اے لوگو! میں تمام انسانوں کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسولؐ بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ یا رسولؐ ہوں"۔ اس سے پہلے آیت مبارکہ 157 میں حضور پاکؐ کے رحمتہ اللعالمین ہونے کے فلسفہ کو واقعاتی طور پر بڑے پیارے انداز میں بیان کیا گیا۔ مودودی جو وضاحتوں سے صفحات کے صفحات اپنی دلکش عبارتوں سے سیاہ کرتا رہا ہے۔ اس کو یہاں کوئی معطر اور منور بیان شدہ لفظ نظر نہ آیا، کہ دین اسلام یا دین حنیف کی وضاحت میں کچھ لکھتا۔ اور اکثر جہاں حضور پاکؐ کی شان کی بات ہوتی ہے وہاں وہ ایسا کرتا ہے۔ اور ہم یہ کچھ پہلے بھی لکھ آئے ہیں۔ اب بات بڑی سیدھی ہے، کہ باقی سب پیغمبر محدود وقت کیلئے محدود جگہوں پر مبعوث ہوئے۔ یعنی محدود زمان و مکان پر حاوی ہوئے۔ ہمارے آقاؐ نے زمان و مکان کو گھیرے میں لیا ہوا ہے کہ وہ تمام انسانوں کیلئے پیغمبر ہیں۔ جس میں پہلے نبیؑ بھی شامل ہیں۔ اور یہی کچھ ہم سورۃ ال عمران کی آیت مبارکہ

81 اور سورۃ النساء کی آیات مبارکہ 40 اور 41 کے تحت واضح کر آئے ہیں۔ اللہ کا دین ایک ہے اور سب پیغمبر محدود طور پر اس اللہ کے لامحدود دین کیلئے مبعوث ہوئے۔ اور ہمارے آقا اسی وجہ سے پیغمبر اعظم یا پیغمبروں کے سردار ہیں۔ اگر مودودی "اتنا کم علم" ہے کہ وہ اسلام کی اس عظمت سے آگاہ نہیں، تو اس کی تمام کتابوں اور جائزوں کو جلا دینا چاہیئے۔ اگر ارادتاً ایسا کیا یا حضور پاکؐ کے سلسلہ میں بخل سے کام لیا۔ تو پھر بھی وہ مسلمانوں کا رہبر تو نہیں ہو سکتا۔ یاد رہے کہ ہمارے آقا دائمی یعنی Eternal پیغمبر ہیں اور قرآن پاک دائمی (Eternal) کتاب ہے۔ تب ہی ہمارے بزرگوں نے معتزلہ کے اس شوشہ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کہ قرآن پاک مخلوق ہے کہ سورۃ القصص کی آخری آیت مبارکہ کے مطابق سب کچھ ہلاک ہونے والا ہے۔ لیکن قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور دائمی ہے۔ امام احمدؒ بن حنبلؒ نے اس سلسلہ میں عباسی خلیفہ مامون الرشید کے ہاتھوں عمر کا بڑا حصہ جیل میں گزارا۔ کیا مودودی ان باتوں سے بے خبر ہے؟ لیکن مودودی کی نیت پر ضرور شک ہو سکتا ہے۔ کہ اس نے ان آیات مبارکہ کا ترجمہ بھی اپنے تلخ اور بے ادبانہ الفاظ میں کیا ہے۔ سورۃ الاعراف کی آیات مبارکہ 172 تا 177 کا تخلیق کائنات، روز ازل (یا وہ بھی ایک قسم کا عالم امر تھا)، عالم خلق یا شہادت، عالم الغیب یا امر یا روز قیامت اور حشر و نشر وغیرہ سے گہرا تعلق ہے۔ ان آیات مبارکہ کی وضاحت کیلئے اتنی زیادہ احادیث مبارکہ ہیں کہ وہ سب یہاں لکھ کر انسانی فلسفہ حیات یا نظریہ حیات کو بھرپور طور پر واضح کیا جا سکتا تھا۔ علاوہ ازیں قرآن پاک جو اپنی تفسیر آپ ہے۔ اس میں متعدد ایسی آیات مبارکہ ہیں جو یہاں بیان شدہ نکاۃ کو اور واضح کرتی ہیں۔ اس سلسلہ میں مودودی نے ابی کعبؓ کی ایک حدیث مبارکہ لکھی ہے۔ جس سے معاملہ کچھ واضح ہوتا ہے۔ لیکن آگے وضاحت میں سارے واقعہ کو تمثیلی کہہ کر مودودی نے اس حدیث مبارکہ کے بیانات نفی کر دی۔ اور اس سلسلہ میں جو بحث کی کہ کیا یہ واقعہ ہمارے شعور اور حافظہ میں مح ہے یا محو ہو چکا ہے تو یہ حجت شکیہ ہو جاتی ہے۔ قارئین! یہ بڑا وسیع مضمون ہے۔ اس سلسلہ میں بنیادی حدیث مبارکہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک چھپا ہوا خزانہ یا طاقت تھی۔ اس نے

کیا۔ جس نے احمد کے طور پر یعنی تعریف کرنے والے کے طور پر اللہ تعالیٰ کی خدائی کا ورد جاری رکھا۔ اس وقت ابھی زمان و مکان بھی اللہ نے پیدا نہ کئے تھے۔ اور بعد میں تمام انسانی نفوس کو پیدا کیا اور ان سے اپنی ربوبیت کا عہد لیا۔ تو اس کے بعد کن فیکون کے ذریعہ سے کائنات کا ڈھانچہ پیدا کیا، جس کے کئی عالم بنائے اور سائنسدان اس تخلیق کے وجود میں آنے کے ذریعہ کو Big Bang کہتے ہیں، لیکن یہ سب جھلکیاں قرآن پاک کی مختلف آیات مبارکہ میں موجود ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ انسان کی تسخیر کیلئے پیدا کیا۔ اور انسان روز ازل سے روز آخر تک اس راستے پر رواں دواں ہے۔ اہل حق صراط مستقیم پر اور گمراہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔ کہ روز آخر سے آگے بھی جہاں اور ہیں۔ اور یہ وسیع مضمون مودودی کے بس کا نہیں۔ قارئین زیادہ استفادہ کرنا چاہیں تو میری کتاب "حضور پاک کا جلال و جمال"، "اسلامی نظام حکومت" اور پاکستان کا مایہ ناز نیکولر سائنسدان سلطان بشیر محمود کی کتاب "حیات بعد الموت" پڑھیں، جس کا ترجمہ کرنے کی سعادت اللہ تعالیٰ نے مجھے دی۔

27 ۔ سورۃ الانفال:۔

سورۃ الانفال کی پہلی آیت مبارکہ اللہ و رسولؐ کے اسماء گرامی کو اکٹھا بیان کر کے ان کی اطاعت کا حکم دیتی ہے۔ یہی بات آیت مبارکہ 20 میں انہی الفاظ میں دہرائی جاتی ہے۔ اس آیت مبارکہ میں ارشاد ربانی ہے کہ "اے ایمان والو! اللہ اور رسولؐ کے بلانے پر لبیک کہو اور وہ تمہیں اس لئے بلائیں گے کہ وہ تمہیں زندگی بخشیں گے"۔ اب مودودی نے تو اس آیت مبارکہ کے معنی بھی غلط لکھے۔ کہ بلانے کی بجائے "پکار" کا لفظ استعمال کیا۔ پکار عام طور پر دکھی دل یا تکلیف میں مبتلا آدمی کی آواز کو کہتے ہیں۔ اور اللہ اور رسولؐ کیلئے ایسے الفاظ نہ استعمال کئے جائیں تو بہتر ہے۔ بہر حال میں جس نکتہ کی طرف آرہا ہوں وہ یہ ہے کہ یہاں پر خاص کر اور اکثر مقامات پر اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ اپنے حبیب پاکؐ کا بھی ذکر کرتا ہے۔ اس سے حضور پاکؐ کی شان کی عظمت کا اندازہ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ جہاں اپنی تابعداری کا حکم دیتا ہے، وہاں اپنے حبیبؐ کی تابعداری کا حکم بھی ہے۔ بلکہ یہاں تو زندگی کی بخشش کا مژدہ اور خوشخبری میں بھی اپنے حبیبؐ کا ذکر ساتھ کیا۔ اب ان آیات

مبارکہ سے متعلقہ جہاں مودودی نے بارہ صفحات سیاہ کئے۔ کیا وہ چند الفاظ حضور پاکؐ کی شان محبوبیت پر نہ لکھ سکتا تھا؟ خود پڑھ لیں، تو اندازہ ہو جائے گا کہ مودودی اس طرف آتا ہی نہیں۔

28 ۔ جہاد اور قتال:۔

سورۃ الانفال کی آیت مبارکہ 39 کے نوٹ 31 میں وضاحت کو مودودی صاحب ایسے محدود کر دیتا ہے کہ انسان سوچ میں پڑجاتا ہے کہ فتنہ کیا ہے؟ کہ مودودی کہتا ہے کہ فتنہ کے قلع قمع کے سوا کسی دوسرے مقصد کیلئے لڑائی جائز نہیں۔ فتنہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ میں ضرور فرمایا کہ فتنہ، قتل سے بھی بدتر ہے۔ یعنی فتنہ کیلئے اشد اور اکبر دونوں قسم کے الفاظ بیان کئے۔ مودودی یا تو خاموش رہتا یا یہاں فتنہ کی پوری وضاحت کرتا۔ سورۃ الانفال کو سورۃ الجہاد بھی کہا گیا ہے۔ کہ جہاد کی تیاری اور تقاضوں پر اس سورۃ مبارکہ میں اتنا کچھ ہے کہ حضور پاکؐ کی احادیث مبارکہ اور آپؐ کے وقت کے واقعات کو ان آیات کے ساتھ شیر و شکر کرنے کی ضرورت ہے۔ آیات مبارکہ 55 سے لے کر 75 تک سب واقعات اور نظریات جہاد سے تعلق رکھتے ہیں۔ یعنی دشمن کو ایسا سبق سکھلانا کہ وہ نہ صرف اکیلے حواس باختہ ہو جائے بلکہ اوروں کے دل میں بھی ڈر پیدا ہو جائے یا مسلمانوں کے دلوں کو جوڑنے کی ایمانی کیفیت یا طاقت اور غیرت مندی کا مظاہرہ کرنا مقصود ہے۔ مودودی اپنی وضاحتوں میں کسی پہلو کے ساتھ انصاف نہیں کر سکا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی ہے کہ ان بیانات سے میں نے جنگ کے اصول اخذ کر کے جہاد کے نظریہ اور جہاد کے تقاضوں کے سلسلہ میں متعدد آیات مبارکہ اور احادیث مبارکہ کو ہم آہنگ کر کے اپنی کتابوں میں سمودیا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ کوشش منظور فرمائے۔ اور قارئین ان کتابوں سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ لیکن یہاں پر صرف آیت مبارکہ 65 اور 66 کے بیانات پر مختصر تبصرہ کروں گا تاکہ قارئین مودودی کی وضاحتوں سے میرے بیان کا موازنہ کر کے خود فیصلہ کر سکیں کہ مودودی نظریہ جہاد سے کتنا نابلد تھا یا جان بوجھ کر ان بیانات اور اپنی کتاب "جہاد فی الاسلام" کے ذریعہ سے اسلام کا "مذاق" اڑایا ہے۔ سورۃ

النساء کی آیت مبارکہ 84 کی وضاحت کے وقت سورۃ الانفال کی ایسی ہی آیت مبارکہ 65 کا حسب وعدہ تجزیہ یہ ہے کہ یہاں حضور پاکؐ کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جو جنگ کرنے کی رغبت کا حکم دیا تو ساتھ خوشخبری بھی دی کہ اگر تم میں سے بیس آدمی صابر ہوں تو دو سو پر غالب آئیں گے وغیرہ۔ یہ ایک ایسا اصول اور طریقہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بخش دیا، جس کی وضاحت پر پوری کتاب لکھنے کی ضرورت ہے۔ مودودی نے اس کو صحیح طور پر اخلاقی قوت تو کہہ دیا لیکن کیا جنگ احد کی ایک معمولی غلطی پر اور زیادہ نقصان پر جو مودودی اس جنگ کو مسلمانوں کی شکست کہہ کر صفحات سیاہ کرتا رہا۔ یہاں اس اخلاقی قوت کی مدد سے مسلمانوں نے بدر، احد اور خندق کی جنگوں میں حضور پاکؐ کے زمانے میں اپنے سے برتر قوتوں کو شکست دی۔ یا صحابہ کرامؓ نے یہی کچھ اجنادین، یرموک، قادسیہ اور نہاوند کی جنگوں میں کیا۔ یہاں وہ مثالیں نہ دے سکتا تھا اور قوت ایمانی جس کی مدد سے اور حضور پاکؐ کی محبت جس کے واسطہ سے برتر طاقتوں کو شکست دی جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں مودودی کا "خانہ" خالی ہے تو اس نے کوئی تبصرہ نہ کیا۔ اور علامہ اقبالؒ نے یہ کچھ شاید مودودی جیسے لوگوں کیلئے لکھا تھا۔

وہ فریب خوردہ شاہیں کہ پلا ہو کرگسوں میں
اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسم شاہبازی

جنگ کے اصولوں کے مطابق دشمن کے مقابلہ میں تین گنا برتر طاقت ہو تو تب اس کو شکست دی جا سکتی ہے۔ مسلمانوں نے جب رسول اکرمؐ کی مدد سے جو کچھ کیا۔ اس کا عقلی پہلو بھی ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد انگریزوں نے ایک تجزیہ کیا کہ لڑائی کے میدان میں صرف دس فیصد جوان شست باندھ کر اور دشمن کو دیکھ کر فائر کرتے ہیں۔ باقی سر نیچے رکھ کر ٹریگر دباتے رہتے ہیں۔ حملہ کو بھی یہی بات لاگو ہے کہ شاید چوتھائی حصہ زور و شور سے بروقت اپنے دیئے ہوئے مقصود تک پہنچتا ہے۔ باقی آہستہ آہستہ فتح کے بعد ٹوٹل پورا کرتے ہیں۔ یعنی صحیح طور پر میدان جنگ میں لڑنے والوں کی تعداد صرف دس سے بیس فیصد ہوتی ہے۔ مسلمان چونکہ ایمانی قوت اور اخلاقی قوت کی وجہ سے سو فیصد لڑتے تھے کہ ان کے آقاؐ نے جنگ بدر میں ان کو فرمایا کہ "قوموا الی الجنۃ"۔ یعنی

صف بندی کے وقت وہ جنت کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ ان کے دلوں میں شہادت کی تڑپ اور انتظار ہوتا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ شہادت کی تمنا کرتے ہوئے موت سے نہیں ڈرتے۔ اسلام کے عظیم فرزند حضرت مثنیٰؓ بن حارث اسلام لانے سے پہلے بھی ایرانیوں کے ساتھ کچھ برسرپیکار تھے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ اسلام کے آنے سے پہلے ایک ایرانی دس عربوں پر حاوی ہو جاتا تھا۔ عرب جب مسلمان ہو گئے تو ایک عرب مسلمان دس ایرانی مجوسیوں پر حاوی ہو گیا۔ راقم یہ نظارہ 1965ء میں لاہور۔ واہگہ محاذ پر اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہے کہ ہماری دو کمپنیوں نے بھارت کے برگیڈوں کا مقابلہ کیسے کیا۔ میرے ساتھیوں اور ماتحتوں نے تھرتھراتے ہوئے آسمان سے گرجتے ہوئے جہازوں کی لہراتی ہوئے زمین پر بے پناہ بمباری اور دشمن کی ٹڈی دل فوج کے حملہ پر حملہ کا جواب نعرہ تکبیر اور نعرہ حیدری سے دیا۔ جو کچھ میرے ساتھیوں اور ماتحتوں نے کیا وہ عشق کے بغیر ناممکن تھا۔ اور یہ ان کو اس لئے نصیب ہوا کہ وہ حضور پاکؐ کی محبت سے لبریز میدان جنگ میں اترے تھے۔ اور اپنے عشق کا امتحان دے کر لاہور کے فوجی قبرستان میں ایک شہید گنج میں دفن ہیں۔ قوم سے یہ بات دو سال تک پوشیدہ رکھی گئی کہ فائر بندی سے دو دن پہلے ہم اپنے شہیدوں کو دفن بھی نہ کر سکے۔ اور فائر بندی کے بعد ہم جب اپنے تقریباً ساٹھ کے قریب شہداء کے جسدوں کو عزت سے اور چوم چوم کر میدان جنگ سے لاہور لا رہے تھے تو بھارتی بریگیڈیئر نرنجن سنگھ اور اس کے ساتھی تقریباً سات سو کافروں کی لاشوں کی ٹانگوں کے ساتھ رسی باندھ کر ان کو کھینچ کر گڑھوں میں لے جا رہے تھے، جہاں ان کو جلا دیا جاتا تھا۔ بھارتیوں نے بھی اپنی یہ قربانی اپنی قوم سے پوشیدہ رکھی۔ لیکن 21 اپریل 1969ء کو بھارتی پارلیمنٹ میں سناٹا چھا گیا۔ جب فرینک انتھونی نے اعلان کیا کہ واہگہ محاذ پر بھارتیوں کا کل نقصان دس ہزار افراد تھا جس میں ایک چوتھائی ضرور مارے گئے ہوں گے۔

خیر یہ ساری باتیں تو مودودی نہ لکھ سکتا تھا۔ لیکن اسلامی تاریخ سے تو مثالیں دے سکتا تھا۔ میں اب اگر مودودی صاحب کے بارے میں علامہ اقبالؒ کا یہ شعر لکھ دوں تو امید ہے کہ اس کے مداح زیادہ ناراض نہ ہوں گے۔

قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغام محمدؐ کا تمہیں پاس نہیں

29 ۔ سورۃ التوبہ:۔

سورۃ التوبہ کی آیات مبارکہ 24 سے لے کر 29 تک نظریہ جہاد، جہاد کے تقاضوں اور غزوہ حنین کا واقعاتی بیان ہے۔ مسلمان اس موقع پر جو کثرت کی وجہ سے کچھ ناز کر گئے تو ان پر کچھ وقتی مصیبت آئی۔ کہ قبیلہ ھوازن کی حیران کن کارروائی سے کچھ لوگوں نے پسپائی اختیار کی۔ لیکن نوٹ 23 میں مودودی نے جو لکھا ہے کہ ھوازن کے تیر اندازوں نے مسلمانوں کا منہ پھیر دیا، وہ غلط ہے۔ مودودی کو موقع چاہئے کہ وہ اپنے پاس سے کچھ غلط ملط لکھ کر مسلمانوں کی کمزوری پر خوب حاشیہ آرائی کرے اور مودودی صاحب نے اپنی پوری تفہیم میں ایسے مواقع کو مسلمانوں کے خلاف استعمال کرنے میں کبھی بھی گریز نہیں کیا۔ میری کتاب میں تمام جنگ کو تفصیل سے زیر بحث لایا گیا ہے۔ جناب خالدؓ بن ولید جو نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔ وہ ہراول میں تھے اور آج کل کی فوجی اصطلاح کے مطابق "ایڈوانس ٹو کنٹیکٹ" یعنی دشمن کی تلاش کیلئے پیش قدمی جاری تھی۔ اہل ھوازن نے خالدؓ کو آگے نکلنے دیا۔ فوج کی "مین باڈی" یعنی بڑے حصے پر جو بے فکر آگے بڑھ رہے تھے۔ اور ان پر اچانک حملہ کر دیا۔ اس سے تھوڑی افراتفری آئی۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے سبق سکھلانا مقصود تھا۔ اللہ تعالیٰ خود آگے فرماتا ہے کہ اس نے مسلمانوں پر سکینتہ اتار دی۔ اور دشمن کو شکست فاش ہوئی۔ کاش مودودی صاحب ان اسباق پر زور دیتے اور غلطیوں پر لفاظی سے باز آتے اور ادب ملحوظ رکھتے۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ جہاد کی فضیلت کے سلسلہ میں ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا کہ " تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارے عزیزواقارب، تمہارے مال، تمہارے کاروبار اور تجارت وغیرہ ہر چیز پر جہاد کو فضیلت حاصل ہے۔یہاں مودودی کو احادیث مبارکہ کے ذریعہ سے جہاد کو طرز زندگی کے طور پر واضح کرنا چاہئے تھا۔ یہ کم علمی ہے یا نیت کی بات ہے۔ مودودی کچھ بھی نہیں لکھتا تو میں اب کیا فتویٰ دوں۔ کہ مودودی کام کی باتوں پر

لیکن فلسفہ اور نظریات ملتی جلتی شے ہیں۔ بہتر تھا کہ مودودی عاجزی والے تجسس اور تحقیق سے آگے نہ بڑھتا، کہ فلسفیوں کے خیالات پر بھی بہت اختلافات ہیں۔ کچھ باتیں خواہ مخواہ کسی فلسفی کو منسوب کر دی گئیں۔ اب ارسطو، سکندر یونانی کا اتالیق تھا۔ اور ہمارے ہاں کہا جاتا ہے کہ وہ دیوی دیوتا کی پوجا کرتا تھا۔ لیکن امام غزالیؒ کہتے ہیں کہ یہی سکندر، ذوالقرنین تھا۔ اور پچھلے دنوں میں نے ایک کتاب پڑھی جو چینی زبان میں تھی اور اس کا ساتھ انگریزی ترجمہ بھی تھا۔ جس میں دنیا کے مشہور لوگوں کے سو خطوط شائع کیے گئے۔ خطوط ہیزی ہشتم اور فرائیڈ وغیرہ کے بھی تھے۔ اور ایک خط اورنگ زیب عالمگیرؒ کا بھی تھا جو انہوں نے اپنے استاد کو لکھا۔ لیکن حیران کن خط، ایران کے بادشاہ دارا کا سکندر یونانی کو تھا۔ اور سکندر یونانی کا خط دارا کو تھا۔ اور مزید حیران کن بات یہ ہے کہ سکندر اس خط میں اپنے آپ کو ذوالقرنین کہتا ہے۔ اور کسی دیوی دیوتا کی بجائے ایک اللہ کی پیروی کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر حیرانگی کی بات یہ تھی کہ دارا کے خط کے الفاظ بالکل اسی طرح تھے جس طرح اسلام کی پہلی صدی میں ایران کے بادشاہ یزدجرد کے حضرت مثنیؓ بن حارث کی طرف خط کے تھے۔ اور سکندر یونانی کے خط کے الفاظ حضرت مثنیؓ بن حارث کے یزدجرد کی طرف خط کے متشابہ تھے۔ علاوہ ازیں ارسطو کا استاد افلاطون تھا، جو نہ صرف ایک سپریم طاقت (یعنی اللہ) کے وجود کو تسلیم کرتا تھا۔ بلکہ حیات بعد الموت پر بھی یقین رکھتا تھا اور کہتا تھا کہ ہم بہتر عالم سے امتحان کیلئے اس مشکل عالم (عالم خلق) میں محدود طاقتوں کے ساتھ ہیں۔ مرنے کے بعد بہتر عالم میں بہتر طاقتوں سے وارد ہوں گے۔ یعنی سورۃ ق کی آیت مبارکہ 22 کے الفاظ "فبصرک یوم الحدید" یا حضور پاکؐ کے فرمان کہ یہ دنیا مومن کیلئے قید خانہ ہے، یا مرنے کے بعد مومن کی طاقتیں ستر گنا بڑھ جائیں گی۔ ان سب باتوں کا افلاطون قائل تھا۔ افلاطون کا استاد سقراط جس بیچارے نے خود تو کچھ نہیں لکھا۔ لیکن ایسی دانائی کی باتیں کر گیا کہ اس کے شاگردوں نے وہ باتیں پھیلا کر دنیا کی بڑی خدمت کی۔ چنانچہ ہمیں دین اسلام کو ہر جگہ تلاش کرنا چاہیے لیکن ہمیں مودودی جیسے "کم علم" یا متعصب لوگوں نے کہیں کا نہ چھوڑا۔ جنہوں نے اپنے خرافات سے تفرقات ہی تفرقات کو وسعتیں دیں۔ ہمیں تو اسلام کو ازل سے تلاش کرنا چاہیے۔ ممکن ہے یہ فلاسفر بھی دین

حنیف کے پیروکار ہوں۔ اور بعد میں کسی نے دیوی دیوتاؤں کی پوجا ان کی طرف منسوب کر دی ہو۔ اور ان کے نظریات بھی اسی طرح زنگ آلود ہو گئے ہوں جیسے اہل کتاب کے موجودہ مذہب زنگ آلود ہو گئے ہیں۔

اے مسلمان! اپنے دل سے پوچھ ملا سے نہ پوچھ

ہو گیا اللہ کے بندوں سے کیوں خالی حرم

32 ۔ سورۃ ھود:۔

سورۃ ھود کی آیت مبارکہ 87 کی وضاحت کیلئے نوٹ 97 میں آخر مودودی صاحب نے تسلیم کر لیا۔ "کہ انسان کسی چیز پر بھی اللہ کی مرضی سے آزاد ہو کر خود مختارانہ تصور کرنے کا حق نہیں رکھتا"۔ ہم پیرا نمبر گیارہ میں مودودی نے جو سورۃ ال عمران کی آیت مبارکہ 51 کے سلسلہ میں نوٹ 50 میں مودودی کے الفاظ "ارادہ اختیار کی آزادی" کو ایک مہمل بیان لکھ آئے ہیں۔ کہ مودودی کو یاد نہیں رہتا، کہ اس سلسلہ میں پہلے وہ کیا لکھ چکا ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ اپنے بیان میں "مواقع تقدیر" کے صحیح استعمال کے سلسلہ میں مودودی، حضور پاکؐ کی وہ حدیث مبارکہ بیان کرتا جس کے راوی جناب عبدالرحمٰنؓ بن قتادہ ہیں۔ (جن صاحبان کی تفصیل میں دلچسپی ہے۔ وہ کتاب " حضور پاکؐ کا جلال وجمال کے صفحات 47 تا 48 سے استفادہ کریں)۔ لیکن مودودی کی بد قسمتی کی آیت مبارکہ 88 کے سلسلہ میں جو نوٹ 99 لکھا۔ وہاں اپنی طرف سے یہ الفاظ حضور پاکؐ کی زبان پر ڈال دیئے۔ "اگر میں تم کو غیر اللہ کے آستانوں سے روکتا اور خود کسی آستانے کا مجاور بن بیٹھا ہوتا۔ تو بلاشبہ تم یہ کہہ سکتے تھے کہ اپنی پیری چمکانے کے لئے دوسری دکانوں کی ساکھ بگاڑنا چاہتا ہے"۔ اب حضور پاک کا فرمان ہے کہ جو الفاظ میری زبان سے نہ نکلیں، وہ میری طرف نہ منسوب کئے جائیں، بلکہ اس سلسلہ میں سخت الفاظ استعمال فرمائے۔ قارئین! مودودی اس سلسلہ میں کیا کسی کتاب کا حوالہ دے سکتا ہے کہ یہ حضور پاکؐ کے الفاظ ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ غیر اللہ کے آستانے پر پوجا پاٹ کرنا، قبروں کی پوجا کرنا، مزاروں پر ڈالیاں چڑھانا، غیر اللہ کے نام پر نذریں اور نیازیں بانٹنا، قبروں پر سجدہ کرنا اور غیر اللہ سے مرادیں مانگنا یہ سب غیر اسلامی اور مشرکانہ فعل ہیں۔ لیکن مودودی طنزیہ

الفاظ میں اسے نوٹ 108 میں بہت کچھ لکھتے ہیں۔اور تمام تر خانقاہی نظام کی جگہ جگہ ایسی تیسی کر کے امت میں تفرقہ پھیلا رہے ہیں۔اگر درس نظامیہ نے فقیہہ اور قاضی پیدا کئے ہیں۔تو خانقاہی نظام نے بڑے بڑے مجاہد پیدا کئے۔جن میں الپ ارسلانؒ اور محمود غزنویؒ سے لے کر انیسویں صدی کے مہدی سوڈانیؒ اور چیچنیا کے امام شاملؒ کو شامل کیا جا سکتا ہے۔بے شک اب یہ چشمے خشک ہو رہے ہیں، لیکن اکثر خانقاہوں یا آستانوں پر ہر کام شریعت کے مطابق کیا جاتا رہا۔اور اگر امام بریؒ کے عرس پر طوائفیں ناچ ناچتی تھیں تو یہ قصور امام بریؒ کا تو نہیں۔ایسی غلط کارروائیوں کی اصلاح کی جائے۔لیکن ان آستانوں نے ہمیں ادب بھی سکھلایا ہے۔حضور پاکؐ کی شان کو سمجھنے کی عاجزی بھی سکھلائی ہے۔اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو ہم سب مودودی کی طرح ہوتے۔کہ ایک غیر ملکی محقق نے بڑی پیاری بات لکھی ہے۔کہ "عربی جاننے والوں پر قرآن پاک کے سیدھے اثرات ہوئے۔لیکن غیر عرب یا عجمیوں نے اپنے پیغمبر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے سلسلہ میں جو عاجزی کی، تو ان کے مقامات اتنے بلند ہو گئے کہ ترک یا عثمانیہ والے اسلام کو یورپ کے وسط تک لے گئے۔اور ترکوں، مغلوں اور افغانوں وغیرہ نے برصغیر ہند و پاکستان میں اسلام کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ان "آستانوں" سے نفرت مودودی کیلئے اس سورۃ ھود میں مضمون خاص بن گئی اور نوٹ 111 میں بھی اپنے بغض کا خوب اظہار کیا۔اور اس وجہ سے ہمارے بیچ فرقہ بندی بڑھ رہی ہے۔تو مودودی جیسے لوگ قوم کی خاک رہنمائی کریں گے۔

قوم کیا چیز ہے قوم کی امامت کیا ہے
اس کو کیا سمجھیں یہ بے چارے دو رکعت کے امام

33 - **سورۃ یوسف:۔**

سورۃ یوسف کی آیت مبارکہ 102 بڑی اہم آیت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیبؐ کو باور کراتے ہیں کہ ہم غیب کی خبریں انؐ پر وحی کرتے ہیں، یہ بڑا لطیف نکتہ ہے۔بد قسمتی سے ہمارے کچھ علماء، علم غیب، کشف، وحی یا آگاہی یا الہام کے چکروں میں پڑ کر وحی کی حقیقت یا حضور پاکؐ کی غیب کے علوم پر دسترس کو اپنے بشری پیمانوں سے ناپنا شروع کر دیتے ہیں لیکن مودودی اس آیت مبارکہ کو جب نوٹ 72 میں وضاحت کرتے ہیں تو آدمی

کو سر پیٹنا پڑتا ہے۔ کہ یہاں وضاحت کی بجائے مودودی اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کی زبان پر فالتو الفاظ بھی ڈال دیتا ہے۔ ذرا یہ الفاظ پڑھیں "۔ "ان لوگوں کی ہٹ دھرمی کا عجیب حال ہے۔ تمہاری نبوت کی آزمائش کے لئے بہت سوچ سمجھ کر اور مشورے کر کے جو مطالبہ انہوں نے کیا تھا۔ اسے تم نے بھری محفل میں برجستہ پورا کر دیا۔ اب شاید تم متوقع ہو گئے کہ اس کے بعد انہیں یہ تسلیم کر لینے میں کوئی تامل نہ رہے گا"۔ بات کچھ ہو لیکن قارئین اندازہ لگائیں کہ مودودی بے ادبی اور گستاخی کی تمام حدیں پھلانگ گیا ہے۔ کیا سیدھے طور پر یہ نہ کہہ سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی ان آیات مبارکہ سے یہ مفہوم واضح ہوتا ہے۔ مودودی یہاں اللہ تعالیٰ کیلئے الفاظ خود "گھڑ" لیتا ہے۔ اسلام ایسی آزادی کی اجازت نہیں دیتا۔

گو فکر خداداد سے روشن ہے زمانہ
آزادی افکار ہے ابلیس کی ایجاد

34 ۔ سورۃ الرعد:۔

سورۃ الرعد کی آیات مبارکہ 38 تا 43 میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کے مبعوث ہونے کے فلسفہ، اس کے بشری تقاضوں اور پھر حضور پاکؐ کی نبوت کا زمان و مکان کو اپنے گھیرے میں لینے کے بعد اللہ تعالیٰ جو اپنے حبیبؐ سے سوال کرتا ہے کہ "کیا نہ دیکھا آپؐ نے۔ دراصل حضور پاکؐ کو زمان و مکان پر حاوی ہونے کی یہ ایک جھلکی ہے اور زمین کو گھٹانے یا محدود کرنے میں بھی حضور پاکؐ کے امت واحدہ کے تصور کو اجاگر کرنے کا اشارہ ہے۔ مودودی صاحب اپنی تفہیم میں ان میں سے کسی پہلو کو نہیں سمجھ سکے۔ کہ بیچارہ حضور پاکؐ کی شان کو سمجھنے میں عاجزی نہیں کرتا۔ اور یہاں کوئی وضاحت نہ لکھی۔

سینہ روشن ہو تو ہے سوز سخن عین حیات
ہو نہ روشن تو سخن مرگ دوام اے ساقی

35 ۔ سورۃ ابراہیم:۔

سورۃ ابراہیمؑ کی پہلی آیت کسی وضاحت کی محتاج نہیں کہ اللہ تعالیٰ خود نور ہیں۔ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں۔ اور قرآن پاک نور ہے۔ ان کی پیروی ہمیں

اندھیروں سے نور یا روشنی کی طرف لے جاتی ہے۔ یہ روشنی کیا ہے کہ حضور پاکؐ نے
کے طور پر اس نور کو کس طرح پردے میں رکھا۔ اور اس نور مجسم کی تصویر کشی ہمارے
قابو سے باہر ہے کہ علامہ قرطبیؒ کے مطابق سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
وسلم کے جمال مبارک کو پورے طور پر ظاہر نہیں کیا گیا کہ نسل انسانی میں حقیقت
محمدیؐ کو نہ دیکھنے کی طاقت ہے نہ ہمت۔ مودودی نے عقلی طور پر ان آیات کا جو مفہوم
بیان کیا ہے، وہ صرف کاغذات سیاہ کیئے ہیں۔ اس نور یا روشنی کے اثرات کی وضاحت نہیں
کر سکا۔ یعنی

تری سزا ہے نوائے سحر سے محرومی
مقام شوق و سرور و نظر سے محرومی"

36 - سورۃ الحجر:۔

سورۃ الحجر کی آیات مبارکہ 85 سے 92 بڑی وضاحتوں کی دعوت دے رہی ہیں۔
لیکن مودودی صرف بار بار یہ کہہ کر گزارا کر رہا ہے کہ یہ آیات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی
تسکین تسلی یا ان کے رفقاء کی تسلی کیلیئے ہیں جہاں مودودی صرف حاشیہ آرائی کرے تو ایسا
کرتا ہے۔ دراصل اللہ تعالیٰ کائنات کی تخلیق کے حق ہونے اور بامقصد ہونے پر دلائل
دے کر جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے۔ اس پہلو کی طرف اشارہ کر کے اللہ تعالیٰ تخلیق
کے علم کی وضاحت کر رہا ہے۔ جس پہلو پر متعدد احادیث مبارکہ کی مدد سے بہت کچھ لکھنے
کی ضرورت تھی۔ لیکن جیسے کہ پہلے کہا گیا ہے مودودی شاید ان علوم پر دسترس نہ رکھتا تھا۔
یا دیدہ دانستہ اپنے عقیدہ کی مجبوری کی بناء پر وضاحت کرنے سے گریز کر جاتا ہے۔ آگے اللہ
تعالیٰ سات آیات مبارکہ کا الگ ذکر کرتا ہے۔ اور قرآن پاک کا الگ جس سلسلہ میں ہم نے
سورۃ الفاتحہ کے بیان کے وقت اشارہ بھی کیا تھا کہ یہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ سات
آیات مبارکہ دہرائی جاتی ہیں۔ یعنی پورا قرآن پاک ان سات آیات کی تفسیر ہے۔ اور یہاں
مودودی، بخاری شریف کے حوالہ سے تسلیم بھی کر لیتا ہے کہ یہ سات آیات سورۃ الفاتحہ
ہے۔ لیکن جب سورۃ الفاتحہ کی تفہیم لکھی تو وہاں ایسا نہ کہا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی

ہیم "نقالی" ہے نہ کہ اپنی کوشش۔ کہ جہاں کچھ مل گیا وہاں وہ لکھ لیا، لیکن حوالوں کو خود
ربوط نہ کر سکا۔ اور اگر یہاں بھی تسلیم کر لیتا کہ سورۃ الفاتحہ صرف دعا نہیں۔ بلکہ قرآن
ک کا مقدمہ یا اختصار ہے۔ تو پہلی غلطی ٹھیک کرنا پڑتی۔ آگے اللہ تعالیٰ پھر اپنے حبیب
ے رب کی قسم اٹھاتا ہے۔ یعنی خود کو رب النبی محمدؐ کے الفاظ میں محدود کر کے اپنی اس
صفت کی قسم اٹھاتا ہے، تو مقصد اپنے حبیبؐ کی شان کو اجاگر کرنا تھا۔ لیکن کیا مجال کہ
مودودی اس سلسلہ میں کوئی ایک لفظ بھی اپنی تفہیم میں لکھے۔ بے چارہ اس سلسلے میں
بہت "کنجوس" ہے۔ حالانکہ ہم عاجز "رب النبی محمدؐ" کے الفاظ سے جب اللہ کے دربار میں
فریاد کرتے ہیں تو دل کو ایسی تسکین ملتی ہے جس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن
مودودی صاحب ایسے مقامات سے "تجاہل عارفانہ" کر کے گزر جاتے ہیں، کہ ان کے
حساب سے یہاں کوئی قابل ذکر وضاحت "ضروری" نہیں ہوتی۔

قلب مسلمان میں ہے اور نہیں ہے کہیں
آہ وہ مردان حق! وہ عربی شہسوار

37 ۔ سورۃ النحل:۔

سورۃ یونس کی آیت مبارکہ 61 میں ہم مودودی کی غلط فہمی کو ذرا ہلکے الفاظ میں
بیان کر آئے ہیں کہ وہ اس چیز کو حقیقت نہیں تسلیم کرتا کہ سب اصغر اور اکبر علوم قرآن
پاک میں موجود ہیں۔ لیکن اب سورۃ النحل کی آیت مبارکہ 89 میں دوبارہ جو اللہ تعالیٰ نے
فرمایا کہ یہ کتاب ہر چیز کی صاف صاف وضاحت کرتی ہے تو مودودی اپنے نوٹ 86 میں
وضاحت کرتا ہے کہ یہ صرف ہر ایسی چیز کا ذکر ہے جس میں حق اور باطل کا فرق نمایاں ہو
اور آگے کہتا ہے کہ غلطی سے لوگ قرآن پاک سے سائنس اور فنون کے عجیب عجیب
مضمون نکالتے ہیں۔ یعنی قرآن پاک نہ ام الکتاب کا اختصار ہے نہ اس میں سائنس یا فنون
کے مضمون ہیں (نعوذ باللہ)۔ مودودی یہ کچھ کم علمی یا ناسمجھی کی وجہ سے کہہ رہا ہے یا جو کچھ
بھی ہے۔ یہ بہت بڑی بے ادبی اور گستاخی ہے۔ آج تک سائنس کی جتنی دریافتیں ہو چکی
ہوئیں یا کائنات کی تخلیق کے عقدے کھولے گئے ہیں۔ یہ سب باتیں اور ان سے آگے کی باتیں

قرآن پاک میں موجود ہیں۔ (سلطان بشیر محمود کی کتاب "حیات بعد الموت" سے استفادہ کریں)۔ علاوہ ازیں ہم سورۃ یونس ہی میں ابن عربیؒ کا ذکر کر چکے ہیں کہ آپ ہر واقعہ کی بنیاد کو قرآن پاک میں تلاش کر لیتے تھے۔ لیکن مودودی کے کیا کہنے، اول تو آیت مبارکہ 89 میں حضور پاکؐ کی شان کو کم کرنے کیلئے اس کے معنی بھی بے ادبانہ کئے اور حضور پاکؐ کو آکر گواہوں کے مقابلہ یا کٹہرے میں کھڑا کر دیتا ہے۔ حقیقتاً یہ آیت مبارکہ بھی سورۃ النساء کی آیات مبارکہ 40 اور 41 کی مزید وضاحت ہے کہ حضور پاکؐ گواہوں پر گواہ ہوں گے۔ اور ہم سر تسلیم خم کرنیوالوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے جو یہاں خوشخبری دی ہے۔ تو جب میں ان آیات مبارکہ پر پہنچتا ہوں تو میرا سر جھک جاتا ہے اور رقت طاری ہو جاتی ہے لیکن بدقسمت مودودی اپنی تفہیم میں حضور پاکؐ اور قرآن پاک کی بے ادبی سے بھی گریز نہیں کر پاتا۔ سورۃ النحل کی آیات مبارکہ 120 سے 123 تک حضرت ابراہیمؑ کی شان بیان کرکے اور حضور پاکؐ کو ان کے صحیح جانشین کے اعلانات امت واحدہ کے تصور کو اجاگر کرنے میں سمندر کو کوزے میں بند کر دیتے ہیں۔ بیچارہ مودودی یہاں اونٹ کے حلال ہونے یا یہودیوں کے ہاں شتر مرغ حرام ہونے کی چھوٹی باتوں پر تو خوب صفحے سیاہ کرتا ہے۔ لیکن وہ صراط مستقیم جس پر ازل سے آخر تک اہل حق رواں دواں ہیں اور اللہ تعالیٰ آیت مبارکہ 121 میں یہ جھلکی دیتا ہے۔ اس عظیم نظریہ پر مودودی کی قلم کو کچھ لکھنے کی سعادت نہیں ملتی۔ اور یہ کچھ ہم نے سورۃ الفاتحہ پر تبصرہ کے وقت لکھ دیا تھا کہ شاید یہ کچھ کم علمی کی وجہ سے ہے۔ یا نہ سمجھی ہے یا ارادتاً ایسے کیا ہے۔ فیصلہ قارئین پر چھوڑا جاتا ہے۔

38 ۔ سورۃ بنی اسرائیل:۔

سورۃ بنی اسرائیل کی پہلی آیت مبارکہ معراج شریف کے متعلق ہے۔ مودودی کے طرز بیان سے معمولی اختلافات ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس نے جو وضاحت کی اس میں کوئی اختلاف برائے اختلاف کی بات کرنا ہمارا مدعا نہیں۔ لیکن یہ ضروری تھا کہ مودودی اس عظیم واقعہ کو آگے آنے والی سورۃ بنی اسرائیل کی آیت مبارکہ 60 کے بیانات سے رابطہ

لوگوں کو اپنے محیط میں لینے کا ذکر فرمایا۔ اس کو نوٹ 70 میں مودودی نے قریش کو کفار تک محدود کر دیا۔ اور آگے جو اللہ تعالیٰ اپنے حبیبؐ کو رویا یا نظارہ دکھانے کی بات کرتے ہیں۔ اس کی وضاحت تو صحیح کی لیکن دونوں آیات کے رابطہ کا خیال نہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو سب لوگوں کو اپنے محیط میں لیا ہوا ہے۔ وہی نظارہ معراج کے وقت اپنے حبیبؐ کو دکھایا کہ اللہ تعالیٰ کس طرح زمان و مکان پر حاوی ہے۔ اب حضور پاکؐ یہ سب نظارہ تب مشاہدہ فرما سکتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی کچھ وقت کیلئے زمان و مکان پر حاوی کرتا۔ زمان و مکان کا معاملہ حضور پاکؐ کے زمانے میں لوگ ذرا مشکل سے سمجھتے تھے کہ ان زمانوں میں تو پوری کائنات کا تصور بھی سمجھنا مشکل تھا اور جیسا ہم شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ کا ذکر سورۃ یونس پر تبصرہ کے وقت کر آئے ہیں۔ انہوں نے بارہویں صدی عیسوی میں جب اس سلسلہ میں کچھ وضاحتیں کیں تو ان پر اپنوں نے کفر کے فتویٰ لگا دیئے لیکن اب یہ باتیں کچھ سمجھ آ رہی ہیں کہ ٹی وی کی وجہ سے جو مشاہدات نے دور دور کے نظاروں کو نزدیک کر دیا۔ یا تیز رفتار سواریوں نے فاصلوں کو کم کر دیا، تو اگر اس زمانے میں کوئی ایسا کرتا تو اس کو روحانی طاقت سمجھا جاتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کیلئے تو مادی اور روحانی طاقتیں ایک جیسی ہیں۔ بلکہ قرآن پاک کے لحاظ سے ہم نے جو کائنات کی تسخیر کی طرف پیش رفت شروع کی ہوئی ہے۔ سورۃ رحمٰن کے مطابق یہ ایک حد سے آگے نہ بڑھ سکے گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طاقتوں کو ہم بشری پیمانوں سے نہیں ناپ سکتے۔ اس لئے ہم جو غلط بحث میں پڑتے رہتے ہیں کہ معراج خواب میں تھا یا بیداری میں یعنی جسمانی تھا یا روحانی تھا۔ ہم ان باتوں کو بھول جائیں۔ اللہ تعالیٰ مادیات کو کسی وقت روحانی صورت میں تبدیل کر سکتا ہے۔ صرف اس مادی جسم یا مٹی کی کچھ محدودیتیں ہیں۔ اور اگر فرشتے بھی یہ جسم اوڑھ لیتے ہیں تو ان کی طاقت انسان کے برابر ہو جاتی ہے۔ لیکن پیغمبروں کو انسانی جسم دینا اس لئے ضروری تھا کہ وہ ہماری طرح بات کر سکیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے کہ اگر ہم فرشتہ کو پیغمبر بنا کر بھیجتے تو اس کو انسانی شکل دینا پڑتی۔ بہرحال انسانی شکل میں اللہ تعالیٰ پیغمبروں اور اپنے پیاروں کو زمان و مکان کے سلسلہ میں کسی حد تک حاوی کر دیتا ہے لیکن یہ آیت مبارکہ تو اللہ تعالیٰ کے، جو لوگوں کو اپنے محیط میں کرنے، کا ذکر کرتی ہے۔ اس ا

سلسلہ میں اپنے حبیبؐ کو بھی یہی طاقت عطا فرمائی، تو اس کی وضاحت یہ ہے کہ آج ہم ایک کاغذ کو FAX کی مشین میں ڈالتے ہیں۔ وہ کاغذ وہاں بھی صحیح سلامت پڑا رہتا ہے اور کسی دور دراز مقام پر بھی اس کاغذ کے لفظ اسی طرح دوسرے کاغذ پر آجاتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کو مکہ مکرمہ ہوتے ہوئے اپنی طرح لامحدود کر دیا۔ اور سب مقامات پر حاوی کر دیا۔ یہ ہے معراج کی وضاحت، ان الفاظ اور حالات میں اب تک جیسے ہمیں سمجھ آرہے ہیں۔ تو اس پہلو کو کتاب "شان حبیبؐ، حضور پاکؐ کا جلال و جمال" اور بشیر صاحب کی کتاب "حیات بعد الموت" میں تفصیل سے واضح کیا گیا ہے۔ مودودی صاحب ابھی یہاں تک نہیں پہنچ پائے، کہ بد قسمتی سے وہ بھی علماء دیو بند کی طرح سورۃ النجم کے انکشافات کو معراج سے وابستہ نہیں کرتا اور سورۃ انفطار کے بیانات سے وابستہ کرتا ہے۔ ہماری سوچ کے مطابق ان دونوں سورتوں کے انکشافات بھی معراج کے ہی نظارے ہیں کہ ہم سورۃ الحجر کے بیانات میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد لکھ آئے ہیں کہ یہ آیات مبارکہ دہرائی جاتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ مودودی اور علماء دیو بند ابھی بشری چکروں میں ہیں۔ نہ ان کو سائنس کی موجودہ دریافتوں کی کچھ واقفیت ہے نہ حضور پاکؐ کی شان کو سمجھنے میں عاجزی کرتے ہیں اور آپؐ کو بشری پیمانوں سے ناپنے سے گریز نہیں کرتے۔ تو ان کو روحانی معاملات کی بھی سمجھ نہیں۔ اس لئے زمانے سے بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔ آگے جو اور دریافتیں ہوں گی تو ہم حضور پاکؐ کی شان اور معراج کو اور بہتر طور پر سمجھ سکیں گے۔

دے ولولہ شوق جسے لذت پرواز
کر سکتا ہے وہ ذرہ مہ و مہر کو تاراج

39 ۔ سورۃ الکہف:۔

سورۃ الکہف کی آیات مبارکہ 9 سے اصحاب کہف کا قصہ شروع ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی بڑی عجیب وغریب نشانیوں کو ایک واقعہ کہا۔ مودودی کا نوٹ 8 میں اس پر بہت اچھا تبصرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ کائنات یا سورج اور چاند وغیرہ

تندرست جگا دینا ایک معمولی سی بات ہے۔ یہ عاجز اسکے زمان کے پہلو کو البتہ حضور پاکؐ کے زمان پر معراج کے وقت حاوی ہو جانے سے موازنہ ضرور کرے گا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ مادی بدن کے ساتھ یہ نہیں ہو سکتا، وہ نہیں ہو سکتا۔ ان کے لئے یہ سبق آموز واقعہ ہے کہ دنیا کی آبادی کی ایک غار یا کھوہ پر کئی سو سال اللہ تعالیٰ نے زمانے کو اصحاب کہف کے مادی اجسام پر کوئی اثرات نہ کرنے دیئے۔ مودودی نے واقعات کے تاریخی پہلو کو جو چھان بین لکھی ہے وہاں بھی کسی اختلاف کی گنجائش نہیں۔ لیکن اس سورۃ کی آیت مبارکہ 21 نے، جب مودودی کے خانقاہی نظام کے سلسلہ کے عقائد کو پاش پاش کر دیا۔ تو وہ سخت سٹ پٹایا۔ اب اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس واقعہ کو یوں بیان فرمایا "کہ کچھ لوگوں نے کہا، ان پر دیوار چن دو۔ مگر جو لوگ ان کے معاملات پر غالب تھے۔ انہوں نے کہا ہم تو ان پر ایک عبادت گاہ بنائیں گے"۔ اب اللہ تعالیٰ وضاحت نہیں کرتا کہ کونسا کام ٹھیک تھا یا کونسا غلط تھا۔ ظاہر ہے دونوں طریقوں سے کوئی بھی طریقہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند نہ تھا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ ان کو سوچ یا عمل کو ضرور غلط قرار دیتے۔ تو مودودی اس آیت مبارکہ پر نوٹ 21 میں کہتا ہے "کہ لوگوں نے اس آیت کا الٹا معنی لیا اور قبور سے ملحقہ عمارتیں بنانے کو جائز قرار دیا۔ حالانکہ قرآن پاک اس کو گمراہی قرار دیتا ہے (نعوذ باللہ)۔ ہمیں تو گمراہی کے الفاظ کہیں نظر نہیں آئے اور حضور پاکؐ کی قبر مبارک کے ساتھ مسجد نبویؐ موجود ہے، تو قبروں کے ملحقہ عبادت گاہ بنانا غلط بات ہوتی تو صحابہ کرامؓ حضور پاکؐ کی قبر مبارک مسجد سے اتنا نزدیک نہ رکھتے کہ اب تو قبر مبارک مسجد کا حصہ بن گئی ہے اور وہاں پر خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے اللہ کی عبادت بھی ہوتی ہے اور قبر کی زیارت بھی کی جاتی ہے۔ اب یہاں مودودی نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر احادیث مبارکہ کے حوالوں سے جو لعنت کی بات کی ہے۔ میں اس فضول بحث پر وقت ضائع نہ کروں گا کہ مجھے معلوم ہے کہ ایک دفعہ حضور پاکؐ نے قبروں پر جانے سے منع فرمایا کہ لوگ بدعتیں کرتے تھے۔ پھر اجازت دے دی کہ اس سے برزخ اور موت کی یاد ہوتی ہے اور مقصود یہ تھا کہ بدعتیں نہ کی جائیں، میں مودودی کے ساتھ متفق ہوں کہ قبر کی پوجا نہ کی جائے۔ وہاں بتوں کی طرح ڈالیاں نہ چڑھائی جائیں لیکن زیارت کو منع نہ فرمایا گیا۔ اور حضور پاکؐ کے

علاوہ باقی بزرگوں یا رشتہ داروں کی قبروں کی زیارت کرنا یا وہاں کوئی آستانہ بنا ہوا ہو تو اس کو محبت کا بوسہ دینا، ایسے ہی ہے جیسے دو زندہ آدمی ایک دوسرے کو ملتے وقت بوسہ دے دیتے ہیں۔ یا حجر اسود کو محبت کا بوسہ دیا جاتا ہے۔ مودودی اور خاص کر اس کے پیروکاروں کو گزارش ہے کہ آؤ قبر کے فلسفہ کو سمجھیں، جس کا میں نے پیش لفظ میں بھی ذکر کر دیا تھا کہ سورۃ الممتحنہ کی آخری آیت مبارکہ میں واضح ہے کہ اہل قبور سے مایوس کافر ہوتے ہیں۔ قبر ایک استعارہ ہے، جہاں ہمارے جسد خاکی کی آخری کھیپ دفن ہوتی ہے۔ اصلی چیز روح اور نفس ہیں، جو ہماری نظروں سے اوجھل ہوتے ہیں۔ زندگی جاری ہے اور نفس اور روح سے جدا ہونے والے مادی جسم کیلئے آخری مقام پر جا کر روح اور نفس سے مخاطب ہوتا، سنت نبویؐ ہے کہ آپؐ نے جنگ بدر کے وقت مرنے والے کفار سے بھی خطاب فرمایا۔ شہداء احد کے مزاروں پر بھی آپ تشریف لے گئے۔ خدارا ہم اس سلسلہ میں اپنے تفرقوں کو ختم کریں۔

خرد واقف نہیں ہے نیک و بد سے
بڑھے جاتے ہیں ظالم اپنی حد سے

40 ۔ حضرت موسیٰؑ اور جناب خضرؑ کی کہانی:۔

اس سورۃ میں حضرت موسیٰؑ کی جناب خضرؑ سے ملاقات کی جو کہانی بیان کی گئی ہے۔ مودودی کی وضاحتوں سے کوئی زیادہ اختلاف نہیں۔ بلکہ مودودی نے چند عظیم فقراء کا بھی ذکر کیا اور مودودی ان کے ساتھ بھی متفق ہے (الحمدللہ) لیکن ایک مسئلہ جس سلسلہ میں مودودی اور اکثر مفسرین کسی نتیجہ پر نہیں پہنچے وہ جناب خضرؑ کا بیڑی کو توڑنا اور ایک لڑکے کو قتل کرنا ہے۔ جس کے لئے شریعت میں کوئی جواز نہیں، خاص کر قتل کا۔ اس سلسلہ میں ایک سوچ پر دھیان دینے کی ضرورت ہے کہ جناب خضرؑ سے ملاقات سے پہلے حضرت موسیٰؑ اور ان کے خادم دو صاحب تھے اور ہر جگہ جمع کے صیغہ کی بجائے دو کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ اب جناب خضرؑ سے ملاقات کے بعد بھی آیت مبارکہ 71 میں دو کا صیغہ استعمال ہوتا ہے کہ دونوں چلے۔ اگر خادم ساتھ ہوتا تو تین آدمی چلتے اور جمع کا صیغہ استعمال ہوتا۔ تو

ظاہر ہے کہ جو کچھ خواجہ خضرؑ نے کیا وہ صرف حضرت موسیٰؑ نے دیکھا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ خادم کو وہیں چھوڑ کر دونوں صاحبان کسی عالم بالا میں چلے گئے؟ کیا کچھ فقراء کے مطابق اس دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے پہلے وہ عالم بالا میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اور پھر اس کی نقل اس عالم شہادت میں ظاہر ہوتی ہے۔ اگر ایسا ہو تو وہ عالم اس دنیا کی شریعت سے بالا ہے۔ دوسری بات جو نوٹ کرنے والی ہے وہ یہ ہے کہ بیڑی میں سوراخ ڈالنے کی کارروائی خواجہ خضرؑ کے اپنے ارادہ سے ہے کہ وہاں لفظ "فاردت" یعنی "میں نے چاہا" ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خواجہ خضرؑ کو ایسا کرنے کی اجازت تھی یا ایسا کرنا اس کی عملداری میں آتا تھا۔ لیکن لڑکے کے قتل کے سلسلہ میں لفظ "فاردنا" استعمال ہوا ہے۔ کہ "ہم نے چاہا" یا ارادہ کیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم سے اللہ تعالیٰ کے کئی کارکنوں نے یہ کام اللہ تعالیٰ کی رضا سے کیا۔ کہ آگے آیت مبارکہ 81 میں یہ ذکر بھی ہے کہ ان کا رب اس کے بدلے انہیں بہتر لڑکا عطا فرما دے گا۔ تیسری صورت میں الفاظ یہ ہیں کہ "آپ کے رب نے چاہا" یعنی یہ کچھ خالص عطا ہے۔ چنانچہ یہ واقعہ بہت زیادہ تجسس اور تحقیق چاہتا ہے کہ اس عالم خلق یا دنیا کے معاملات کو چلانے کیلئے یہاں تو اللہ تعالیٰ نے تین صورتوں کی جھلکی دی۔ لیکن ایسی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں اور اس دنیا کی شریعت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس عاجز کا ناقص خیال ہے کہ یہ واقعات کسی عالم بالا میں رونما ہوئے۔ جہاں خواجہ خضرؑ، حضرت موسیٰؑ کو کچھ دیر کیلئے لے گئے۔ لیکن اس دنیا میں بھی ایسا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جبار بھی ہے اور قہار بھی۔ یہ دنیا اس کے لئے کھیل تماشہ بھی ہے اور گو وہ ہر نفس کو اتنی تکلیف دیتا ہے جتنی وہ برداشت کر سکے۔ لیکن ہم کون ہوتے ہیں کہ ان تکلیفات کو اپنے پیمانوں سے ناپیں۔ عاجزی کا مقام ہے اور میں نے جہاں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے میں غلط بھی ہو سکتا ہوں۔ (واللہ اعلم بالصواب)۔ لیکن یہاں "شرک" کے مسئلہ پر بھی دھیان کو ضرورت ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کارکنوں کو کچھ "تصرف" دے رکھا ہے۔ یہ پہلو آگے واضح کریں گے۔

41 - ذوالقرنین:۔

اسی سورۃ کہف میں آگے آیت مبارکہ 83 سے ذوالقرنین کا ذکر شروع ہوتا ہے۔

مودودی نے مختلف آراء کا اظہار کرتے ہوئے۔ امام غزالیؒ کی اس سوچ سے اختلاف کیا ہے کہ سکندر یونانی ذوالقرنین تھا۔ اور کانگریسی مولوی آزاد کے ساتھ اتفاق کیا ہے کہ ذوالقرنین سائرس اول، ایک ایرانی بادشاہ تھا۔ آج سے چند سال پہلے میں ان دونوں آراء سے اتفاق نہ کرتا تھا اور میرے خیال میں یہ کوئی استعارہ ہے۔ یہ مستقبل کی کوئی شخصیت ہے اور جیسا کہ اب میں سورۃ یونس پر تبصرہ کے وقت لکھ آیا ہوں۔ اب مجھے امام غزالیؒ سے اتفاق ہوتا جاتا ہے۔ اور سکندر یونانی کو دین حنیف کا پیروکار سمجھتا ہوں۔ چنانچہ ان دنوں یونانی فلسفہ کو دوبارہ پڑھا تو افلاطون کی تحریروں اور سقراط کی باتوں میں مجھے اللہ تعالیٰ بہت نظر آیا۔ اور میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ یونانی فلسفہ بھی یہودیوں اور عیسائیوں کے مذہبوں کی طرح زنگ آلود ہو چکا ہے اور بعد میں آنے والوں نے کئی غلط باتیں اپنے بڑوں کو منسوب کر دیں۔ ساتھ ہی اس نتیجہ پر پہنچا کہ ہمارے زیادہ تر اختلافات ہمارے رہنماؤں کی کم علمی، تکبر اور ضدی رویوں کی وجہ سے ہیں۔ مودودی صاحب سمیت ہم سب تھوڑا کچھ پڑھ کر اپنے آپ کو عالم سمجھنے لگتے ہیں۔ اور یہ رویہ ہمارے لئے "حجاب اکبر" بن جاتا ہے۔ کاش! ہم اوروں کی باتوں کو بھی کچھ وزن دیں۔

42 ۔ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور حضور پاک کی شان:۔

سورۃ الکہف کے آخری رکوع اور آیت مبارکہ 109 میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیبؐ کو خطاب فرما کر اپنی ربوبیت والی صفات کی جھلکی دیتا ہے اور ہم نے سورۃ الفاتحہ کی وضاحت میں ایسی جھلکیوں کی طرف اشارہ کیا تھا کہ مودودی وہاں بھی خاموش ہے اور یہاں بھی خاموش ہے۔ ضرورت تو یہاں تھی کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا یہاں بھرپور ذکر کیا جاتا کہ ہمارے پیچ عاجزی آتی کہ اس سے اگلی اور اس سورۃ کی آخری آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیبؐ کو خطاب فرماتے ہیں کہ "ان کو بتا دو کہ میں بھی تمہاری قسم کا بشر ہوں" نہ کہ جو مودودی نے بے ادبانہ ترجمہ کیا ہے کہ "تم جیسا بشر ہوں" کہ آگے اللہ تعالیٰ وحی کا اور ایک اکیلے اللہ کی طرف سے نزول کا جو ذکر فرماتے ہیں۔ اگر حضور پاکؐ بھی "ہم جیسے" ہوتے تو یہ بوجھ کیسے اٹھاتے۔ لفظ "مثل" کو مودودی نہ سمجھا اور اپنا بشری پیمانہ قائم رکھا (نعوذ باللہ)

)۔ اور یہاں ہی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ اور مودودی کیلیئے یہاں شرک کے مسئلے کو زیر بحث لانا بہتر تھا۔ جس کو اور جگہوں پر اپنی مرضی کے الفاظ سے لکھتا رہا۔ یعنی مودودی نے قرآن پاک کی آیات مبارکہ کی تفسیر تو کی نہیں۔ جہاں چاہا قرآن پاک کے الفاظ کی آڑ میں اپنے عقائد کا پرچار کرتا رہا اور صفحات کے صفحات بھر دیئے۔ چنانچہ سورہ مریم کی آیت مبارکہ 68 میں اللہ تعالیٰ سورۃ الحجر کی طرح پھر اپنے حبیبؐ کے رب کے طور پر قسم کھا کر روز محشر کے واقعات کی جو جھلکی دیتا ہے۔ وہ مضمون بہت وضاحت چاہتا ہے۔ لیکن چونکہ یہاں حضور پاکؐ کی شان محبوبیت اجاگر ہوتی ہے۔ تو مودودی اس شان کو بیان کرنے کیلیئے تیار نہیں۔ تو پوری آیت مبارکہ کی وضاحت میں ایک لفظ بھی نہیں لکھتا۔ (توبہ میرے اللہ)

43 ۔ سورۃ طٰہٰ:۔

سورۃ طٰہٰ کی پہلی تین آیات مبارکہ میں جو یاددہانی کا فلسفہ بیان کیا گیا ہے۔ افسوس کہ مودودی صاحب اس اہم فلسفہ کو سورۃ الاعراف کی آیت مبارکہ 172 کے ساتھ مربوط نہ کر سکے کہ یہاں پر اسلامی فلسفہ حیات میں قافلہ حق کے روز ازل سے روز آخر تک رواں دواں کیلیئے یہ یاددہانی "الست بربکم" کے خطاب سے شروع ہوتی ہے۔ جس کیلیئے صراط مستقیم پر چلنے کے اصول کی وضاحت کی بھی ضرورت تھی۔ لیکن مودودی صاحب یہاں پر فضول باتوں سے کاغذ سیاہ کرتے رہے۔ یہاں پر اس حدیث قدسی کو بیان کرنا بھی ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ جو چھپا ہوا خزانہ تھا جب اس نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں۔ تو آگے تمام کارروائی کی وضاحت کی ضرورت تھی اور آگے چوتھی اور پانچویں آیات مبارکہ اس کارخانہ قدرت کی تخلیق کے سلسلہ میں اگلے مرحلہ اور اللہ تعالیٰ کے عرش معلیٰ پر قرار کے ساتھ رہ کر معاملات کو چلانے کے سلسلہ یا آگے آٹھویں آیت مبارکہ کے بیانات بہت وضاحت چاہتے ہیں جن کی کچھ تفصیل ہم نے اپنی کتاب "حیات بعد الموت" میں دی ہے، کہ اللہ تعالیٰ "لا مکان" میں رونق افروز ہیں۔ تو ظاہر ہے کہ مودودی صاحب کی اس سلسلہ کی ساری وضاحتیں نہ صرف نامکمل ہیں بلکہ بے مقصد ہیں۔ زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ "طٰہٰ" حضور پاکؐ کا ایک صفاتی اسم گرامی ہے۔ جس کے معنی ہیں "ہادی برحق" اور علامہ اقبالؒ

بھی اس سلسلہ میں آگاہ ہے لیکن مودودی خاموش ہے۔ اور حضور پاکؐ کو جو اللہ تعالیٰ "ہادی برحق" کے طور پر سیدھے طور پر خطاب فرماتا ہے۔یہاں شان محبوبیت کو بیان کرنا ضروری ہے، لیکن مودودی بیچارہ بد قسمت معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کچھ بھی نہیں لکھتا۔ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰؑ کے واقعات کو تفصیل سے بیان کر کے آیت مبارکہ 99 میں اپنے حبیبؐ کو فرماتے ہیں کہ یہ تمثیلی واقعات بیان کرنے کے سلسلہ میں آپؐ کو ایک خاص ذکر عطا فرمایا تو یہاں ان واقعات کی تفصیل میں مودودی نے جو صفحات سیاہ کئے ہیں۔ وہ ایک لاحصل مشق ہے۔ ضرورت یہ تھی کہ ان سے نشان راہ تلاش کیا جاتا جو مودودی نہ کر سکا۔ لیکن افسوسناک بات آیت مبارکہ 114 کے سلسلہ میں نوٹ 91 ہے۔ اور مودودی نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو کہ اس نے اپنے حبیبؐ کو قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کرنے کا مشورہ دیا۔ اس کو تنبیہ کہا اور اپنی طرف سے اس آیت کے نزول کا جو تصور پیش کیا۔ اس کے لفظ لفظ سے بے ادبی ٹپکتی ہے۔ بھلا اس تصور پر کاغذ سیاہ کرنے کا کیا فائدہ تھا۔ سوائے اس کے کہ حضور پاکؐ کی شان کو ٹھیس پہنچائی جائے۔ (توبہ میرے اللہ)۔ مودودی سمیت جس کسی مفسر نے اللہ تعالیٰ کے حضور پاکؐ کو خطاب کے کسی لفظ کا "عتاب" یا تنبیہ کے معنی دیئے۔ وہ نہ صرف شان محبوبیت کی سمجھ سے نابلد ہے۔ بلکہ پیغمبروں کی شان کے سلسلہ میں بے ادب ہے۔ یہ پیار محبت کی باتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جن کو پیغام دینے والے کے طور پر چن لیا ہے۔ ان کو تنبیہ نہیں کی جاتی، نظریہ سمجھایا جاتا ہے۔

44 ۔ سورۃ الانبیاء:۔

سورۃ الانبیاء کی آیت مبارکہ 107 میں اللہ تعالیٰ نے جو اپنے حبیبؐ کو "رحمۃ اللعالمین" کے صفاتی اسم سے خطاب فرمایا، تو ہمارے لئے تو سیدھے معنی یہ ہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ تمام عالموں کے رب ہیں۔ ہمارے آقا تمام عالموں کیلئے رحمت ہیں۔ اس میں صرف اگر دو عالم یعنی عالم شہادت اور عالم غیب کی بات ہوتی تو لفظ "رحمت العالمان" ہوتا۔ لیکن یہاں جمع کا صیغہ کئی عالموں کا ذکر کرتا ہے جو زمان کے حساب سے بھی بہت ہیں اور مکان کے حساب سے بھی بے شمار ہیں۔ کچھ روایتوں کے مطابق یہ تعداد اٹھارہ ہزار

ہے۔ مودودی ترجمہ اور وضاحت نمبر 100 دونوں حالات میں ہمارے آقاً کہ اس دنیا والوں کیلئے رحمت تک محدود کر کے بے ادبی کا شکار ہو جاتا ہے۔ یہ کم علمی کی وجہ سے ہے یا ارادتاً حضور پاکؐ کی شان کو ٹھیس پہنچانی ہے۔ دونوں حالات میں یہ رویہ بڑا بھیانک ہے۔ اس دنیا میں تو البتہ پتھروں نے بھی آپؐ کو "السلام علیکم" عرض کی اور آپؐ دنیا کی نباتات اور جمادات وغیرہ سب کیلئے رحمت ہیں۔ لیکن افسوسناک بات یہ ہے کہ دیوبند کے اکثر علماء محمودالحسنؒ، شبیر احمد عثمانیؒ اور اشرف علی تھانویؒ وغیرہ نے تو آپؐ کو صرف دنیا کے لوگوں کیلئے رحمت ہونے تک محدود کر دیا۔ شاید صرف فتح محمد جالندھریؒ نے کچھ ادب ملحوظ رکھا یا اشرف علی تھانویؒ نے بعد میں ایسے ترجموں پر افسوس کیا۔ لیکن ان کے شاگرد عبدالماجد دریا آبادی ایسے ہی نقائص والے ترجموں پر قائم رہے۔ ان نقائص والے ترجموں کی بھی لمبی کہانی ہے۔ اس سلسلہ میں کرنل شیخ عبدالروف صاحب نے تحقیق کر کے مختلف مروجہ تراجم قرآن پاک کے موازنے لکھ کر حکومت پاکستان کو بھیجے۔ یہ سارا ذکر تفصیل سے اگلے باب میں آرہا ہے کہ ہماری یہ بے ادبیاں ختم ہونا چاہئیں۔

45 ۔ سورۃ الحج و سورۃ المومنون:۔

سورۃ الحج کی آیت مبارکہ 54 کے سلسلہ میں مودودی نے جو نوٹ 101 کے ساتھ چھ صفحات سیاہ کئے ہیں۔ اول تو ایسی بھونڈی بات لکھنے کی ضرورت نہ تھی اور اگر ضروری بھی ہوتا تو یہ واقعہ سورۃ نجم کی آیات میں کفار کے ایک شرپسند کے "اضافے" سے تعلق رکھتا تھا۔ وہاں سرسری بیان لکھ دیا جاتا۔ اس شرارت سے جو غلط فہمی پیدا کی گئی وہ تاریخ کا حصہ ضرور ہے، کہ حبشہ میں جو مسلمان ہجرت کر گئے تھے۔ ان میں سے بھی کچھ صاحبان واپس آگئے۔ اور تمام واقعہ کو میں نے اپنی کتاب "حضور پاکؐ کے جلال و جمال" میں تقریباً ایک صفحہ میں واضح کر دیا ہے۔ بات صرف اتنی تھی کہ حضور پاکؐ جب سورۃ نجم کی اونچے الفاظ میں خانہ کعبہ میں تلاوت فرمارہے تھے۔ جب آپؐ لفظ "لات" (بت) پر پہنچے تو ایک شرپسند نے "اضافہ" کر دیا" کہ یہ بت معظم و محترم ہیں اور ان کی شفاعت قبول ہے"۔ حضور پاکؐ اس شرارت کو بھانپ گئے، اور تلاوت کو ختم کر کے سجدے میں چلے گئے اور باقی لوگ بھی سجدے میں چلے گئے اور مشہور یہ کر دیا گیا، کہ کفار اور مسلمانوں کے

درمیان بتوں کی بڑائی پر سمجھوتہ ہو گیا ہے اور جب حضور پاکؐ نے یہ خبر یا شوشہ سنا، تو آپؐ نے اس کی سختی سے تردید کی۔ لیکن تردید کو بھی کئی معنی پہنائے گئے۔ کسی نے کہا کہ مشورہ کے بعد تردید کی۔ کسی نے کہا کہ جبرائیل فرشتہ نے (نعوذ باللہ) حضور پاکؐ کو تنبیہ کی، کہ ایسا کیوں کیا۔ اور حضور پاکؐ تو دل سے کچھ سمجھوتہ کرنا چاہتے تھے وغیرہ (نعوذ باللہ)۔ مودودی نے یہ تمام فتنہ بیان کرکے اپنی تحریر میں جو بھول بھلیاں لکھیں۔ یا جو "چسکے" لئے۔ تو یہ سب پڑھ کر آدمی سرپیٹ لیتا ہے، کہ سیدھی بات کا افسانہ بنا دیا۔ سورۃ الحج میں یہ کچھ تو صحیح کہا کہ جہاد صرف قتال نہیں، لیکن آگے فرار جنگ سیالکوٹی مولوی جس کا ذکر پیش لفظ میں ہو چکا ہے۔ اس کی طرح جہاد کو جدوجہد کے معنی پہنا دیئے۔ اور جہاد کے طرز زندگی ہونے کے پہلو سے فرار اختیار کیا۔ اور سارا زور جہاد بالنفس پر دے دیا کہ حضور پاکؐ کی جنگ سے واپسی پر ایک حدیث مبارکہ کہ ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف آرہے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ امن کے زمانے میں انفرادی اور اجتماعی دونوں طرح سے جنگ کی تیاری کی جاتی ہے۔ مودودی نے تمام نظریہ کو مجاہدہ بالنفس تک محدود کر دیا۔ جیسا کہ آج کل تبلیغی جماعت والے بھی اجتماعی طور پر چلت پھرت اور "چلوں" کے ذریعہ سے سارا زور نفس کے سنوارنے پر ہی دیتے رہتے ہیں۔ لیکن سنا ہے کہ انہوں نے اب اس تربیت کو جہاد کا نام دے دیا ہے۔ کہ لوگ ان پر زور دیتے تھے کہ وہ اجتماعی جہاد کے منکر ہیں۔ بہرحال مودودی ہو یا تبلیغی جماعت، یہ لوگ اجتماعی جہاد کے تقاضوں سمجھتے نہیں یا جان بوجھ کر ہمیں جہاد کو طرز زندگی کے طور پر اپنانے کے عمل سے دور رکھتے ہیں۔ ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ جہاد بالنفس تو ذاتی تربیت (Individual Training) کا بھی آدھا حصہ ہے۔ کہ ساتھ فن سپاہ گیری سیکھنے کے بعد یہ عمل پورا ہوتا ہے اور اجتماعی جہاد کیلئے پوری قوم کو منظم کرکے اسلامی اطاعت امیر کے فلسفہ کے تحت رابطوں اور ضابطوں میں باندھ دیا جاتا ہے۔ مودودی جیسے حرب وضرب سے بیگانہ لوگ ان مضامین پر لکھ کر سارے نظریہ کو بے جان کر دیتے ہیں۔ سورۃ المومنون کی آیت مبارکہ 73 میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیبؐ کو فرماتا ہے کہ آپ لوگوں کو صراط مستقیم کی طرف بلا رہے ہیں اور آگے اللہ تعالیٰ آیت مبارکہ 74 میں وضاحت کرتا ہے، کہ یہ لوگ آخرت کو نہیں مانتے اور صراط مستقیم سے

ہٹ کر چلنا چاہتے ہیں۔ تو مودودی نے نوٹ 71 میں جو وضاحت لکھی ہے وہ زبانی جمع وتفریق ہے۔ اور گو حق وباطل کے الفاظ کا ذکر کرتا ہے لیکن یہ نہیں لکھتا کہ صراط مستقیم پر چلنا کیسے حق ہے۔ اور گمراہی یا انقلاب باطل کس طرح ہے۔ اس کو یہ معلوم نہیں کہ لغوی طور پر بھی صراط مستقیم اور انقلاب ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ لیکن وہ اسلامی انقلاب کا غلط نعرہ لگانے سے گریز نہیں کرتا۔

46 ۔ سورۃ النور:۔

مودودی کی مصیبت یہ ہے، کہ جہاں مسلمانوں کو کچھ تکلیف پہنچی ہو یا منافقین یا کفار نے ان کو وقتی ذق پہنچائی ہو۔ وہ باتیں بہت چبا چبا کر لکھتا ہے۔ جیسا کہ ہم پچھلے پیرامیں کفار کی شرپسندی کے سلسلہ میں لکھ کر آئے ہیں کہ مودودی نے صفحات کے صفحات سیاہ کر دیئے۔ یہی کچھ جنگ حنین کی وقتی افراتفری پر خوب حاشیہ آرائی کر کے کیا۔ اور سورۃ ال عمران کی وضاحت کے سلسلہ میں جنگ احد کے سلسلہ میں مودودی کی غلط بیانی، غلط تجزیوں اور ٹانگ ٹوٹیوں پر یہ عاجز بہت کچھ لکھ آیا ہے۔ لیکن اچھی باتوں کے حوالے بہت کم دیتا ہے۔ میں مانتا ہوں کہ قرآن پاک کے حوالوں کے تابع جو واقعات رونما ہوئے وہ ضرور لکھنا چاہئیں۔ یا واقعات کے سلسلہ میں جتنی آیات مبارکہ نازل ہوئیں ان کا حوالہ دیا جائے۔ اور یہی کچھ میں نے اپنی کتاب "حضور پاکؐ کے جلال وجمال" میں کیا۔ لیکن کوئی اصول وضع کر کے ایسی باتیں کسی توازن کے ساتھ لکھی جائیں۔ مودودی تکلیف پہنچانے والی باتیں چبا چبا کر کیوں لکھتا ہے، اور اچھی باتوں پر خاموش ہے۔ یہ کچھ میری سمجھ سے باہر ہے۔ اب سورۃ النور کے شروع کرنے سے پہلے مودودی نے حضور پاکؐ کی حضرت زینبؓ کے ساتھ شادی پر منافقین کے اعتراضات اور جناب عائشہ صدیقہؓ کے خلاف تہمت کے سلسلہ میں چودہ صفحات لکھ دیئے۔ حالانکہ حضرت زینبؓ کے ساتھ اس شادی کا ذکر سورۃ الاحزاب میں ہے۔ مودودی نے اس سلسلہ میں جو کچھ چبا چبا کر لکھا ہے، مجھے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ "چسکا" لینے کا بھی عادی ہے کہ سورۃ النور کی دوسری آیت کیلئے زانیہ عورت کو سو کوڑے مارنے کے سلسلہ میں نوٹ نمبر2 کے ذریعہ مودودی اپنی کتاب کے 25 صفحات "سیاہ" کرتا ہے۔ سورۃ النور کی آیات مبارکہ 46 سے 52 تک اللہ اور رسولؐ کی شان اور

اطاعت کے نظریہ کی وضاحت کرتی ہیں۔ خاص کر آیت مبارکہ 51 کے الفاظ " سمعنا واطعنا" کہ " سنا ہم نے اور اطاعت کی ہم نے "۔ یہ آیت مبارکہ اسلامی فلسفہ اطاعت امیر کے معاملات کو بڑے پیارے انداز میں بیان کرتی ہیں۔ اور ایسے لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے فلاح کی خوشخبری دی، اور یہ کچھ جہاد کی تیاری سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ لیکن مودودی جب اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کی شان کی بات ہو یا جہاد کی تیاری کا تعلق ہو تو وہاں "خاموش" ہی رہتا ہے۔ حالانکہ اگلی آیت مبارکہ 54 کا تعلق بھی اسی فرمانبرداری کے فلسفہ سے ہے۔ اور آیات مبارکہ 62 اور 63 بھی حضور پاکؐ کی شان میں ہیں۔ کہ آپؐ کی کتنی زیادہ عزت کی ضرورت ہے۔ اور آپؐ جب کسی کو بلوا بھیجتے ہیں تو یہ عام آدمی کو ایک دوسرے کو بلوانے کی طرح نہ سمجھا جائے۔ لیکن مودودی نے ہمارے آقاؐ کی توقیر، عزت، شان اور بلندیوں کو ہرگز نہ سمجھنے کی کوشش کی نہ شان محبوبیت پر کچھ لکھا اور نہ کچھ عاجزی کا اظہار کیا۔ ہر آیت مبارکہ پر زیادہ سے زیادہ خشک قسم کا ایک فقرہ لکھا ہے۔ جہاں ان آیات مبارکہ کے مفہوم کو اپنی زبان میں دہرا دیا۔ حیرانگی کی بات یہ ہے کہ جہاں مسلمانوں کے کسی کمزور پہلو کا اظہار نظر آجائے۔ یا جہاں کوئی " چسکے" کی بات ہو تو وہاں صفحات کے صفحات سیاہ کر دیئے جاتے ہیں۔ اور جہاں شان کی بات ہو، وہاں ایسی " کنجوسی "۔ صرف یہی نہیں بلکہ سورۃ النور کی آیت مبارکہ 35 میں اللہ تعالیٰ کے جو نور السموات کا ذکر ہے۔ اس سلسلہ میں مودودی زیادہ وقت اس بات پر لگاتا ہے کہ زیتون کا تیل کتنا روشن ہے۔ اور چند فقرے لکھ دیئے۔ حالانکہ اس آیت مبارکہ کا تعلق تخلیق کائنات سے ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح اپنے پیغمبروں اور نیک بندوں کے ذریعہ سے مخلوق کو اپنی روشنی اور نور سے آگاہ کیا۔ اور وسیع مضمون کہ سورۃ کا نام بھی النور ہے۔ مودودی نے چند فقرے لکھے۔ لیکن جہاں اس سورۃ میں زنا کی بات ہوئی، لونڈیوں اور قحبہ خانوں کا ذکر آیا، عورتوں کے سنگھار اور شرم گاہوں کی حفاظت کا ذکر آیا، پردے اور محرموں کا ذکر ہے یا " چسکے" کی کوئی بات تھی تو مودودی نے صفحات کے صفحات سیاہ کر دیئے کہ اس سورۃ کی " چسکے والی" وضاحت پر 124 صفحات " سیاہ" کیئے۔ اور اس کے برابر والی سورتوں پر اس سے آدھے صفحات بھی نہ لکھے۔

47 - سورۃ الفرقان و سورۃ الشعرا:-

علامہ اقبال کہتے ہیں ؎

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ

قرآن پاک کی سورۃ الفرقان، عشق و مستی اور معجزات سے بھری پڑی ہے کہ حضور پاکؐ اپنی ذات میں ازخود قرآن پاک ہیں۔ قرآن پاک کی سورۃ الفرقان کی آیت مبارکہ 20 ان بشری تقاضوں کا ذکر کرتی ہے کہ پیغمبروں نے بشر کا لبادہ اوڑھا ہوا تھا اور سب کچھ انسانوں کی طرح کام کاج کرتے تھے۔ کہ یہ سورۃ الکھف کی آخری آیت کی وضاحت بھی ہے۔ کہ ان مادی آلودگیوں کے باوجود سب پیغمبر نور اور روشنی بھی پھیلا رہے تھے اور یہ آزمائش کا طریقہ تھا۔ کہ کون "مواقع تقدیر" کا صحیح فائدہ اٹھاتا ہے۔ اور یہاں سورۃ ال عمران کی آخری ایت مبارکہ میں صبر اور مصابرہ والی بات کو اللہ تعالیٰ دہراتا ہے۔ اور اگلی آیت مبارکہ 21 میں لوگوں کی جہالت کا ذکر ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ فرشتے آکر ان کو راہ راست پر لگاتے۔ لیکن قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرشتوں کے بارے میں بھی فرماتے ہیں کہ اگر وہ آتے، تو ان کو بھی بشری لبادہ اوڑھنا پڑتا اور اس قرآن پاک کو تو اللہ تعالیٰ نے صرف "یاددہانی" کہا۔ وعدہ حق تو ہم روز ازل کے وقت کر چکے تھے۔ پیغمبروں کے نور پھیلانے کا کتنا وسیع مضمون ہے یہاں۔ جس سلسلہ میں مودودی نے اپنے نوٹوں میں چند بے ربط باتیں لکھی ہیں جن کو پڑھ کر رونا آتا ہے۔ کہ کچھ پیغمبروں کے بارے میں رام کہانی لکھ دی۔ ایک جگہ لفظ ظلم کا مفہوم لکھتا رہا۔ اور دو تین فقرے لکھ کر مضمون کا قرآن پاک کی اور جگہوں سے رابطے باندھنے کی بجائے چند مہمل وضاحتیں کر دیتا ہے۔ آگے آیت مبارکہ 41، میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیبؐ پر صورتحال اور واضح کرتا ہے "کہ یہ جاہل لوگ آپؐ کا مذاق اڑاتے ہیں کہ یہ اچھا اللہ کا رسولؐ ہے کہ ہمیں اپنے معبودوں (بتوں) سے گمراہ کرتا ہے۔ جب وقت آئے گا تو گمراہی سے بھی پردے اتر جائیں گے کہ اصل گمراہی کیا ہے۔ مودودی اپنے نوٹ 55 میں کفار کی باتوں کو متضاد کہہ کر "سرخرو" ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ مضمون

وسعت سے وضاحت چاہتا تھا، جہاں چند فقرے لکھ دیئے۔ آگے اس سورۃ کی آیات مبا

56 اور 57 بھی حضور پاکؐ کی شان کے بیانات ہیں۔ لیکن مودودی یہاں بھی

فقروں پر گزارہ کرتا ہے۔ حالانکہ فلسفہ صراط مستقیم کیلئے یہاں اللہ تعالیٰ نے الفاظ "ر

راستہ" استعمال کئے۔ اور سورۃ الفاتحہ کی وضاحت کے وقت سے ہم جو اس وسیع مضمون

بارے میں لکھ آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان باتوں کو کیوں دہراتا ہے۔ اس کی حکمت پر پو

وضاحت سے تفسیر لکھنا ضروری تھا۔ سورۃ الشعراء کی آیات مبارکہ چھوٹے چھوٹے فقر

میں ہیں۔ اور ان آیات کی ساخت وترتیب میں کوئی خاص حکمت پنہاں ہے۔ خاص

آیات نمبر 215 تا 219 کے بیانات پر مفسرین نے بہت کچھ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ آ

215 میں اپنے حبیبؐ کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ اپنی رحمت کے بازو کو اپنی اطاعت کر

والے مومنوں تک پھیلا دیں (سبحان اللہ)۔ اور اگر کوئی نافرمانی کرتا ہے تو اس کے

سے بری یا الگ ہو جائیں۔ اللہ پر توکل کریں جو عظیم عزت والا مہربان ہے۔ وہ جو آپ

دیکھتا ہے جب آپؐ کھڑے ہوتے ہیں۔ اور پھر دیکھتا ہے آپؐ کی گردش کو سجدہ کر

والوں کے بیچ میں۔ مودودی نے ان آیات مبارکہ کا ترجمہ بڑے خشک اور بے ادب لہجہ

لفظ "تم" کے استعمال سے کیا ہے۔ اور وہ بات کو سمجھتا ہی نہیں۔ انہوں نے جو کچھ لکھا

وہ پڑھنے کو دل نہیں چاہتا کہ آخری آیت مبارکہ میں کہا کہ سجدہ گزار لوگوں میں

حرکت پر نگاہ رکھتا ہے۔ مودودی نے نوٹ 139 میں آخری آیت کی تفسیر یہ لکھی ہے

اس آیت مبارکہ کے کئی معنی ہو سکتے ہیں" اور مودودی کے اس سلسلہ کے تمام تر قیاس

بہت بودے ہیں کہ مقتدیوں کے ساتھ آپؐ کے اٹھنا بیٹھنا اور رکوع و سجود، یا رات کو

کر آپؐ کے سجدہ گزار ساتھیوں کو دیکھتے۔ یا آپؐ کی تگ ودو اور دوڑ دھوپ سے اللہ تعالیٰ

واقفیت وغیرہ کی بات کرتا ہے۔ دوسرے مفسرین نے ان آیات مبارکہ کا تعلق فل

حیات سے باندھا ہے کہ حضور پاکؐ کا نفس مبارکہ الست بربکم کے بعد جب اجداد

پشتوں میں چلا گیا تو دنیا میں آنے یا کھڑا ہونے تک، آپؐ حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، حضر

ابراہیمؑ اور دیگر سجدہ کرنے والوں کی پشتوں سے گزرے اور اللہ تعالیٰ سجدوں کی گردش

ذریعہ سے یہ اس طرف اشارہ فرما رہا ہے۔ حضور پاک کا فرمان ہے" کہ میں فواطم وعوا

کی اولاد ہوں"۔ یعنی آپؐ دونوں طرف سے پاکباز اور سجدہ کرنے والوں کی اولاد ہیں۔ اس کی تفصیل میری کتاب "حضور پاکؐ کے جلال و جمال" کے دوسرے باب کے صفحہ 59 اور 127 پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کی سجدہ گزار لوگوں میں حرکت پر نگاہ رکھنے کی بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ مودودی نے جیسا کہ اکثر جگہوں پر تبصرہ ہو چکا ہے۔ فلسفہ موت و حیات اور مسافر کے سفروں اور منزلوں پر رواں دواں رہنے کے نظریہ سے اکثر روگردانی کی ہے۔ اور اپنے آپ کو اسی دنیا کی باتوں تک محدود رکھا ہے۔ یہ کم علمی کی وجہ سے بھی ہو سکتا ہے کہ حیات سے پہلے کی باتیں یا ممات سے بعد کی باتیں جو قرآن پاک میں موجود ہیں۔ اس سلسلہ میں مودودی کا رویہ سرسید "نیچریہ" کی طرح ہے۔ گو وہ یہ بات سیدھے طور پر نہیں کہتا اور کہیں کہیں آخرت کا ذکر کر دیتا ہے۔ اور سرسید بھی ایسا کر لیتا تھا۔

کھو نہ جا اس سحر و شام میں اے صاحب ہوش
اک جہاں اور بھی ہے جس میں نہ فردا ہے نہ دوش

48 ۔ سورۃ القصص:۔

سورۃ القصص کی آیات مبارکہ 44 تا 46 کا ترجمہ سید رفاعی نے، جو عرب تھے اور ان کا ذکر ہو چکا ہے، اس طرح کیا۔ "اور آپؐ طور کی مغربی جانب تھے (اے رسولؐ) جبکہ ہم نے موسیٰؑ کو رسالت عطا کی۔ اور اس وقت آپؐ موجود تھے۔ مگر یہ کہ ہم نے جماعتیں پیدا کیں کہ ان پر زمانہ دراز گزرا اور آپؐ اہل مدین میں مقیم تھے کہ ان پر ہماری آیتیں پڑھتے۔ لیکن رسول بنا کر بھیجنے والے تو ہم ہیں اور آپؐ طور کے کنارے پر تھے جب ہم نے ندا فرمائی۔ البتہ یہ آپؐ کے رب کی رحمت ہے کہ آپؐ کو غیب کے علم دیئے کہ ایسی قوم کو ڈراؤ جس کے پاس آپؐ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ ان کو نصیحت ہو"۔ اب مودودی کا ترجمہ ایسا ہے۔ "(اے محمدؐ) تم اس وقت مغربی گوشے میں موجود نہ تھے۔ جب ہم نے موسیٰؑ کو فرمان شریعت عطا کیا۔ اور نہ تم شاہدین میں شامل تھے۔ بلکہ اس کے بعد (تمہارے زمانے تک) ہم بہت سی نسلیں اٹھا چکے ہیں اور ان پر بہت زمانہ گزر چکا ہے۔ تم اہل مدین کے درمیان بھی موجود نہ تھے کہ ان کو ہماری آیات سنا رہے ہوتے مگر (اس

وقت کی یہ چیزیں) بھیجنے والے ہم ہیں۔ اور تم طور کے دامن میں بھی اس وقت موجود نہ تھے جب ہم نے (موسیٰ کو پہلی مرتبہ) پکارا تھا۔ مگر یہ تمہارے رب کی رحمت ہے (کہ تم کو یہ معلومات دی جارہی ہیں) تاکہ تم ان لوگوں کو متنبہ کرو جن کے پاس تم سے پہلے کوئی متنبہ کرنے والا نہیں آیا، شاید کہ وہ ہوش میں آئیں"۔ اب رفاعی صاحب کا ترجمہ مثبت ہے اور مودودی کا منفی۔ اور فرق عربی لفظ "ما" کے ترجمہ سے پڑا۔ جس کے معنی "جو، یا، جیسے اور نہیں" کے بھی ہیں۔ اور آیت نمبر 60 میں مودودی بھی لفظ "ما" کا معنی "جو" کرتا ہے۔ لیکن یہاں منفی معنی اپنے عقیدہ پر قائم رہنے کی وجہ سے کئے۔ جس کی وضاحت کے بعد مودودی اور ہمارا اختلاف بالکل انشاء اللہ واضح ہو جائے گا۔ ہمارے عقیدہ کے مطابق اور ایک حدیث قدسی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے جب چاہا کہ میں پہچانا جاؤں اور تخلیق کائنات کرکے رب العالمین بن جاؤں۔ تو سب سے پہلے اپنے حبیب کا نور (احمد) کو پیدا کیا۔ کہ وہ رحمتہ اللعالمین ہیں۔ اور زمان ومکان کو پیدا کرنے سے پہلے یہ فیصلہ کیا کہ یہ نور سب واقعات پر گواہ ہوگا۔ اور اسی وجہ سے ہم سورۃ النساء کی آیات نمبر 41 اور 42 میں واضح کر آئے ہیں کہ حضور پاکؐ گواہوں پر گواہ ہیں۔ اور سورۃ ال عمران کی آیت مبارکہ 81 میں پیغمبروں کے میثاق کا ذکر اور اللہ تعالیٰ کی ذاتی گواہی کہ حضور پاکؐ جب اس دنیا میں محمدؐ کے طور پر تشریف لائے تو وہ بھی ہماری قسم یا مثل کے انسان کے طور پر آئے۔ اور مادی جسم کی محدودیتیں ان پر بھی لاگو ہو گئیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے۔ انؐ کو زمان ومکان پر حاوی کر دیتا ہے۔ اور ہم معراج شریف کا ذکر سورۃ بنی اسرائیل میں کر آئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ماضی اور مستقبل (جو ہمارے لئے ہیں) ان کی طرف اپنے حبیبؐ کو متوجہ فرماتا ہے تو "الم تر" کے الفاظ یعنی "کیا نہیں دیکھا آپؐ نے" استعمال کرتا ہے۔ یعنی آپؐ کا نور تو یہ سب کچھ دیکھتا ہے اور حاضروناظر ہے۔ یا ابھی جس واقعہ کا ذکر فرمایا تو رفاعی صاحب نے مثبت معنی لکھے کہ آپ کا نور تو سب کچھ دیکھتا ہے یا دیکھ چکا ہے۔ کہ صحیح بخاری کے مطابق مرنے کے بعد جو تین سوال پوچھے جائیں گے اس میں تیسرے سوال کے وقت حضور پاکؐ کی شبیہہ مبارک ہر مرنے والے کے سامنے آئے گی اور پوچھا جائے گا۔ " ان صاحب کے بارے میں تم کیا کہتے ہو"۔ اب دنیا میں ہر لحظہ کوئی نہ کوئی آدمی مر رہا ہے اور

حضور پاکؐ کا نور ہر وقت اور ہر جگہ موجود ہوتا ہے تو حضور پاکؐ کے حاضر و ناظر ہونے والا مسئلہ بھی حل ہو گیا اور نور و بشر والی بات بھی واضح ہو گئی۔ مودودی بے چارہ حضور پاکؐ کو صرف بشر سمجھتا ہے۔ اس نے تخلیق کائنات کے سلسلہ میں، نفس انسانی، روح اور ہمارے مادی جسم کی باتوں کو نہ سمجھا کہ ہماری پیدائش سے پہلے کیا کچھ ہوا اور مرنے کے بعد کیا ہو گا، یعنی وہ سرسید کا ہم خیال ہے۔ تفصیل کیلئے قارئین ہماری کتاب "حیات بعد الموت" سے استفادہ کریں۔ اور حضور پاکؐ کے حاضر و ناظر ہونے کے سلسلہ میں میری کتاب "حضور پاکؐ کے جلال و جمال" کے صفحہ 30 اور "اسلامی نظام حکومت" کے صفحہ 82 سے استفادہ کریں۔ حیرانگی کی بات یہ ہے کہ سورۃ القصص کی آیت مبارکہ 85، جس میں اللہ تعالیٰ نے حضور پاکؐ کیلئے ایک بہترین انجام کی پیش گوئی فرمائی۔ اس سلسلہ میں نوٹ 108 میں مودودی نے ایک فقرہ اچھا لکھا کہ کیوں نہ ان الفاظ یعنی "بڑی شان اور عظمت" کو ایسے ہی رہنے دیا جائے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ لیکن وضاحت سے پھر بھی باز نہ آیا، اور کچھ بے معنی باتیں بھی لکھ دیں۔

لبھاتا ہے دل کو کلام خطیب

مگر لذت شوق سے ہے بے نصیب

49 ۔ سورۃ السجدہ:۔

مجھے سورۃ السجدہ کی آیت مبارکہ نمبر 9 کا انتظار تھا، کہ مودودی روح کی کیا وضاحت کرتا ہے اور نوٹ 16 میں وہ کہتا ہے کہ روح سے مراد صرف زندگی نہیں ہے۔ اس سے مراد وہ خاص جوہر ہے جو فکر و شعور اور عقل و تمیز و فیصلہ و اختیار کا حامل ہے وغیرہ۔ اور اس سے پہلے سورۃ الحجر کی آیت مبارکہ 29 کے نوٹ 19 میں مودودی وضاحت کرتا ہے کہ روح دراصل صفات الٰہی کا ایک عکس یا پرتو ہے اور اوپر نوٹ 16 میں بیان شدہ خاصیتوں کا ذکر بھی کرتا ہے۔ لیکن روح کے سلسلہ میں سورۃ بنی اسرائیل کی آیت مبارکہ 85 میں جہاں حضور پاکؐ سے لوگوں نے خاص کر سوال کر کے روح کو سمجھنے کی کوشش کی اور اس سوال کے ساتھ لمبے واقعات وابستہ ہیں کہ یہ سوال نہ صرف مکہ مکرمہ کے کفار نے اوروں کی مدد سے پوچھا اور ان کا جواب ملا کہ "روح امر ربی ہے"۔ اس کے بارے میں

تمہارا علم کم ہے۔ پھر مدینہ منورہ میں یہودیوں نے پرسش کی کہ "کیا اس سلسلہ میں کم علم لوگوں میں وہ بھی شامل ہیں" اور ان کو بتایا گیا کہ ایسا ہے، تو مودودی کو اول تو اس چیز کی اپنی زبان میں وضاحت کرنا ہی نہ چاہیئے تھی، اور باقی دو جگہوں پر بھی یہی وضاحت کرتا کہ روح امر ربی یعنی اللہ کا حکم یا طاقت ہے جو خیر ہی خیر یعنی بھلائی ہی بھلائی ہو سکتا ہے۔ لیکن سورۃ بنی اسرائیل کے نوٹ 103 میں مودودی روح کے بارے میں کہتا ہے کہ روح سے مراد "وحی" یا "وحی لانے والا فرشتہ ہے"۔ اس سلسلہ میں وہ سورۃ مومن کا حوالہ بھی دیتا ہے کہ درجات بلند کرنے والا روح کو اپنے حکم سے بھیجتا ہے یعنی وہ "وحی ہو گئی" اور سورۃ مومن کی آیت مبارکہ 52 کا حوالہ بھی دیتا ہے جس میں روح اور وحی کا ذکر ہے۔ یہ ساری باتیں سر آنکھوں پر کہ اللہ تعالیٰ شہد کی مکھی کی طرف بھی وحی کرتا ہے اور وحی لانے والا فرشتہ بھی ایک روح ہے اور اللہ کے امر کی وحی کرتا ہے۔ لیکن میرے سامنے مقصد یہ تھا کہ مودودی صاحب کہیں یہ وضاحت کریں گے کہ انسان کیا ہے۔ کہ ہم علامہ اقبالؒ کی اس بات سے اتفاق کرتے ہیں "کہ حضرت انسان نہ روح ہے نہ بدن" تو پھر انسان کیا ہے؟ ہماری تحقیق ہمیں یہاں تک پہنچاتی ہے کہ انسان از خود صرف نفس ہے۔ اور ہم نے تلاش کیا کہ مودودی صاحب نفس کے بارے میں کیا کہتے ہیں کہ یہ کچھ ہمیں مودودی کی تفہیم میں سورۃ القیامت کی آیت مبارکہ 2 کی وضاحت کے نوٹ نمبر 2 میں مل گیا۔ اور انہوں نے ٹھیک طرح سے قرآن پاک میں بیان شدہ نفس کے تین حالتوں کا ذکر تو کیا۔ لیکن روح اور نفس کے اپنے تعلقات پر کچھ نہیں لکھتا۔ یہ بڑا اہم مضمون ہے اور مختصراً عرض ہے کہ روح امر ربی ہے اور یہ خیر ہی خیر ہے۔ لفظ "بدروح" بھی غلط بیانی ہے کہ "اللہ کا امر" بد نہیں ہو سکتا۔ غلط یا صحیح کام صرف نفس کرتا ہے۔ روح، جس کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے بدن میں پھونک دیا وہ نفس کو نیک کام کرنے کا مشورہ دیتی ہے۔ اور شیطان، یا غلط خواہشات، خراب کام کی طرف مائل کرتے ہیں۔ یہی انسانی شخصیت میں تضاد ہے۔ اور انسانی فلسفہ حیات کو سمجھنے کیلئے اس اہم مضمون کو ہم نے اپنی کتاب "حیات بعد الموت" میں بہت تفصیل لکھی ہے۔ مودودی کا بیان بہت ادھورا اور کچھ مہمل بھی ہے کہ روح کو اس دنیا میں انسانی نفس پر یا انسان پر مکمل اختیار نہیں دیا گیا۔ اور مودودی نفس اور روح کو

خانوں میں بھی نہیں بانٹ سکا۔ تو مودودی نے روح کو جو اختیار دے دیا وہ صحیح نہیں۔ وہ صرف مشیر ہے اور خیر کا مشیر۔ مودودی کی یہ ادھوری وضاحتیں، اور سرسید کی وضاحتیں ایک جیسی ہیں۔ تو مودودی کی "علمیت" کا اندازہ بھی ہو گیا۔

50 - سورۃ الاحزاب:۔

مودودی نے سورۃ ال عمران کی وضاحتوں میں غلط طور پر جو جنگ احد کو مسلمانوں کی شکست لکھا اور اس کا تیا پانچہ ہو چکا ہے۔ لیکن مودودی کا جی نہ بھرا۔ اور سورۃ الاحزاب کے دیباچہ کے چوتھے فقرہ میں بھی "اسلام کے لشکر کو پھر شکست سے دوچار کر دیتا ہے"۔ اور اس صفحہ کے آخر میں کہتا ہے "اس طرح جنگ احد کی شکست سے جو ہوا اکھڑی تھی وہ مسلسل سات آٹھ مہینے تک رنگ دکھاتی رہی"۔ آگے صفحہ 55 پر کہتا ہے کہ "بہت سے گھروں میں عزیز ترین اقارب کی شہادت پر کہرام برپا تھا"۔ (نعوذ باللہ)۔ یہ مودودی اپنی ذہنیت کے تاثرات بیان کر رہا ہے۔ ادھر بے ادبی کی یہ حالت ہے کہ صفحہ 54 پر ذات رجیع اور بیر معونہ دونوں جگہوں کے شہداء کیلئے۔ شہید ہو جانے کی بجائے لفظ "قتل" کا استعمال کرتا ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ حضور پاکؐ کی جارحانہ اور غیرت مندی کی کارروائیوں کا دبی زبان میں ذکر کرتا ہے۔ کہ حمرالاسد تک کفار کے تعاقب کا ذکر بھی ہے۔ شوال 4 ہجری میں ابو سفیان کے چیلنج کے سلسلہ میں حضور پاکؐ کی برتری کا ذکر کرتا ہے کہ مسلمان بدر تک گئے۔ اور ابو سفیان راستے سے واپس مڑ گیا۔ اور یہ نہیں سوچتا کہ کیا کوئی شکست خوردہ فوج اس قسم کی جارحانہ اور بہادرانہ کارروائی کر سکتی ہے۔ کچھ صاحبان میرے ساتھ اختلافات کریں گے کہ مسلمان جارحانہ کرروائی نہ کرتے تھے۔ تو عزیزان! جنگ میں مدافعانہ کارروائی کو بھی جارحانہ شکل دی جاتی ہے۔ کہ گشتی دستے، دشمن پر وار کر کے اس کو اپنے دفاع سے دور رکھتے ہیں۔ یہ جنگ کا اصول ہے۔ خدارا جو لوگ جنگ کے تقاضے نہیں سمجھ سکتے یا فن سپہ گری سے نابلد ہیں۔ وہ مودودی کی طرح ٹامک ٹوئیاں مار کر قوم کو گمراہ نہ کریں اور بزدلی اور موت سے کراہت کی باتوں کو نہ پھیلائیں۔ اس کے علاوہ ہم سورۃ النور میں ثابت کر چکے ہیں کہ مودودی "چسکے" کا بھی شوقین ہے۔ اور سورۃ الاحزاب کی پہلی آیت مبارکہ میں حضرت زینبؓ کے ساتھ حضور پاکؐ کے نکاح کی بات کو

خواہ مخواہ پھر چھیڑ دیتا ہے۔ اول تو سورۃ النور میں بھی یہ کہانی چھیڑنے کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن مودودی ہمارے آقاؐ اور ان کے ازواج مطہرات کے سلسلہ میں بھی یہ باتیں کئی دفعہ دہراتا ہے۔ اگر کوئی مجبوری بھی تھی تو اس سورۃ کی آیت مبارکہ 37 میں جو اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے وہاں وضاحت میں دو چار فقرے لکھ دیتا۔ اب مجھے مجبوراً اپنا نقطہ نظر لکھنا پڑ گیا ہے۔

51 ۔ حضور پاکؐ اور ازواج مطہرات:۔

مودودی بیچارے کی بد قسمتی یہ ہے کہ نہ وہ حضور پاکؐ کی شان کو سمجھتا ہے، نہ جمال نبوت سے قربت کی لطف اندوزی سے آگاہ ہے۔ بلکہ حضور پاکؐ نے جو عورتوں کے مرتبوں کو اوج اور معراج عطا فرمایا، اس حکمت سے بھی نابلد ہے۔ چنانچہ اس نے جو رام کہانیاں لکھی ہیں ان کو کبھی افسانوی رنگ دے دیتا ہے اور کبھی سیاسی اور کبھی فرسودہ معاشرے کی روایتوں کو دین فطرت سے آکر ٹکرا دیتا ہے۔ حضور پاکؐ نے اس سلسلہ میں پسی ہوئی عورتوں کی عزت افزائی کر کے معاشرے پر جو احسان فرمایا اور ماحول کا صاف ستھرا کر دیا۔ اس پر کئی کتابیں لکھی جا سکتی ہیں اور مرد اور عورت کے اس مقدس ازدواجی رشتے میں آپؐ نے جو لطف، محبت، عظمت اور باہمی لبھاؤ پیدا کیا۔ اس سلسلہ میں یہ عاجز اپنی کتاب "حضور پاکؐ کے جلال و جمال" میں جگہ جگہ پر حضور پاکؐ کی ہر شادی کے سلسلہ میں بہت کچھ لکھ چکا ہے۔ قارئین اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ جہاں تک کثرت ازدواج کا تعلق ہے۔ اس سلسلہ میں جو لوگ حضور پاکؐ کے شان کو سمجھتے ہیں ان کے مطابق اگر سینکڑوں خوش قسمت عورتوں کو بھی یہ شرف حاصل ہو جاتا تو اور خوشی کی بات تھی۔ لیکن حضور پاکؐ نے اس سلسلہ میں اتنی خوش قسمت عورتوں کی دلجوئی فرمائی کہ وہ امہات المؤمنین بن سکیں جن کو ہاتھوں کی انگلیوں پر گنا جا سکے اور ان کے ذریعہ سے امت میں ازدواجی تعلقات کے علم کو پھیلایا۔ ورنہ حضور پاکؐ جن کو بہت کم کھانے کی ضرورت تھی وہ ایک عورت کے ساتھ بھی تسلی کے ساتھ زندگی گزار سکتے تھے جیسے کئی سال یہ شرف صرف اکیلی ام المؤمنین جناب خدیجہؓ الکبریٰ کو حاصل رہا۔ اور انہوں نے حضور پاکؐ کو جو

راحت پہنچائی یا خود جمال نبوتؐ کے قرب سے لطف اندوز ہوئیں اس سلسلہ ...

کتابوں میں ختم نہیں ہو سکتا۔ علاوہ ازیں حضور پاکؐ کی انسانی طاقتوں کا ہم اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔ اسی وجہ سے آپؐ نے میدان جنگ میں کبھی کسی پر ہاتھ نہ اٹھایا کہ اٹھاتے تو مقابلہ والا پاش پاش ہو جاتا۔ کہ ابی بن خلف کو جنگ احد میں چھڑی کے ساتھ صرف چونپ دی تو اس کی چیخ و پکار بھی کفار کے احد کے میدان سے فرار کا سبب بن گئی اور وہ کس حالت میں مرا، پوری کہانی پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ اس لئے حضور پاکؐ جتنی زیادہ عورتوں کو ازواج مطہرات میں شامل کرتے سب کے ازدواجی حقوق بھی پورے کرنے کے قابل تھے۔ خواہ وہ سینکڑوں ہوتیں اور ان زمانوں میں حکمرانوں کی عورتیں سینکڑوں میں ہوتی تھیں۔

52 - وسیع تر مضمون:۔

چنانچہ یہ ایک وسیع تر مضمون ہے اور مودودی نے جو ٹامک ٹوئیاں ماری ہیں۔ ان سب کا قلع قمع کر کے یہ عاجز مجبوراً صحیح صورت حال پیش کر رہا ہے۔ اول حضرت زینبؓ کے بارے جو مودودی کہتا ہے کہ جناب زیدؓ جو آزاد کردہ غلام تھے۔ جناب زینبؓ اس شادی پر خوش نہ تھیں۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ حضور پاکؐ کبھی کسی کو اس کی مرضی کے خلاف شادی پر مجبور نہ کرتے۔ جناب زیدؓ، غلام حادثاً بن گئے تھے۔ ورنہ وہ عرب کے ایک معزز قبیلہ بنو کلب سے تعلق رکھتے تھے جو حضرت اسماعیلؑ کی اولاد ہیں۔ پھر جناب زیدؓ کی شان کا کون مقابلہ کر سکتا ہے۔ ماں باپ کی بجائے حضور پاکؐ کا بیٹا بن کر زندگی گزاری، چوتھے مسلمان ہیں۔ صدق و وفا کے پیکر ہیں۔ ان کے ساتھ شادی میں بڑی عزت تھی۔ اور جناب زینبؓ کی رضا سے یہ شادی ہوئی کہ آپ بھی قریش النسل نہیں۔ گو حضور پاکؐ کی پھوپھی زاد ضرور ہیں۔ آپ کا قبیلہ بنو خزیمہ قریش کے جد امجد فہر کے دادا کے دادا سے جا کر قریش سے جا ملتا ہے۔ اور آپ کا قبیلہ بنو عبد شمس (بنو امیہ) کا حلیف قبیلہ تھا۔ پس سیدھی بات یہ ہے کہ شادی کے بعد نباہ نہ ہوا۔ اور جناب زیدؓ ان کو طلاق دینے پر تیار ہو گئے۔ حضور پاکؐ نے جناب زیدؓ کو بہت سمجھایا۔ لیکن قدرت کو یہی منظور تھا۔ اب جناب زینبؓ کی دلجوئی کی ضرورت تھی اور ڈر یہ تھا کہ شاید ان کا کسی اور سے بھی نباہ نہ ہو سکے۔ تو قرآن پاک میں جو ارشاد ہے کہ جو حضور پاکؐ نے دل کی بات پر پردہ رکھا اور اللہ تعالیٰ نے اس سے پردہ اتار

دیا۔ وہ اتنی کچھ ہے کہ منہ سے بیٹا کہنے سے کوئی کسی کا بیٹا نہیں بن سکتا۔ آپؐ معاشرے کی غلط روایتوں کی پیروکاری مت کریں اور جناب زینبؓ کی دلجوئی کیلئے ان کو اپنی زوجیت میں لے لیں۔ اور اصلی بات یہ بھی تھی کہ جناب زینبؓ بہت زیادہ عبادت گزار تھیں اور اس طلاق سے ان کو جو صدمہ پہنچا اور ان کے دل میں عاجزی آئی۔ تو اللہ تعالیٰ کی ایسی عطا حاصل ہوئی جس کی مثال نہیں مل سکتی۔ اب مودودی نے کئی صفحات جو لکھے ہیں اور ان میں کئی حوالے دیئے ہیں۔ اور آگے بھی جو کچھ آرہا ہے وہاں بھی حوالے دیئے ہیں۔ کچھ کو صحیح مانا اور کچھ کو نہ مانا وغیرہ۔ لیکن میں ان حوالوں کے سلسلہ میں اگر بحث میں پڑ گیا تو ایک اور باب لکھنا پڑ جائے گا۔ میں عملی آدمی ہوں اور قرآن پاک کے حوالوں کو اول ترجیح دیتا ہوں۔ اس کے بعد واقعات کے نتائج اور اثرات سے مدد لیتا ہوں۔ میں سب راویوں کی پاؤں کی خاک کے برابر بھی نہیں۔ اور مودودی ایک طرف ان کی باتوں کا نوٹس بھی لیتا ہے۔ دوسری طرف اپنی کتاب تنقیحات کے صفحہ 15 پر لکھتا ہے کہ "پرانے اسلامی مفکرین و محققین کا سرمایہ اب کام نہیں دے سکتا۔ دنیا بہت آگے بڑھ چکی ہے"۔ اور اسی کتاب کے صفحہ 312 پر لکھتا ہے کہ "قرآن و سنت رسولؐ کی تعلیم سب پر مقدم ہے مگر تفسیر و حدیث کے پرانے ذخیرہ سے نہیں"۔ میں ایسی بے ادبی نہیں کر سکتا۔ سب اسلام کے بزرگ میرے سر کے تاج ہیں۔ میں ان کی باتوں سے عطر کشید کر کے اس کو قرآن پاک کے احکام کی مدد سے پرکھتا ہوں اور ان باتوں کے نتائج اور اثرات سے مدد لیتا ہوں۔ اور مختصراً اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ حضور پاکؐ کے زمانے میں سب صحابہ کرامؓ ایک جیسی ذہنی سطح کے نہ تھے۔ پھر کچھ باتیں ان کی طرف ویسے ہی منسوب کر دی گئیں۔

علاوہ ازیں حضور پاکؐ کے جمال اور جلال سے وہ صاحبان متاثر ضرور تھے۔ لیکن ان میں سے اکثر کی سوچ یہ تھی کہ حضور پاکؐ عرب کے ایک سردار اور حکمران کے طور پر ابھر رہے ہیں۔ ساری دنیا اور کائنات پر اس دین فطرت کے کیا اثرات ہوں گے۔ یہ اندازہ ان میں سے اکثر کے لئے مشکل تھا کہ ان کے سامنے جہاں دنیا اور کائنات کا یہ تصور موجود نہ تھا جو اب ہمارے سامنے آیا ہے۔ اس لئے ان میں سے کچھ لوگ حضور پاکؐ کی شان یعنی آپؐ کے زمان و مکان پر حاوی ہونے والے پہلوؤں کو صحیح طور پر بیان نہ کر سکے۔ لیکن یہ جائزے

بہت وسیع ہیں۔ میں چند الفاظ میں پوری حقیقت کو واضح نہیں کر سکتا۔ کہ میں اپنے آپ کو صحابہ کرامؓ کے پاؤں کی خاک کے برابر بھی نہیں سمجھتا۔

53 ۔ مودودی کی ٹامک ٹوئیاں:۔

صفحہ 116 پر مودودی کہتا ہے کہ " حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کے ساتھ نکاح کر کے آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ساتھ اپنے تعلقات کو اور زیادہ گہرا اور مستحکم کر لیا"۔ (نعوذ باللہ) یعنی مودودی کے لحاظ سے یہ شادیاں سیاسی تھیں۔ میرے لحاظ سے حضرت ابو بکرؓ کو یار غار اور وفا وصدق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ عطا اور صلہ ملا کہ آپ کی بیٹی امہات المومنین میں شامل ہو گئی۔ حضرت عمرؓ کی بیٹی جناب حفصہؓ جب بیوہ ہو گئیں۔ تو انہی دنوں دختر رسولؐ جناب رقیہؓ بھی وفات پا گئی تھیں۔ اور حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ کو گزارش کی کہ وہ ان کی بیٹی جناب حفصہؓ کو نکاح میں لے لیں۔ حضرت عثمانؓ خاموش رہے یا جو کچھ ہوا۔ حضرت عمرؓ کو بڑا رنج پہنچا تو یہ بات لے کر جناب عمرؓ رسول پاکؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ " عثمانؓ کو اللہ تعالیٰ تیری بیٹی سے بہتر عورت نصیب کرے گا اور تیری بیٹی کو عثمانؓ سے بہتر خاوند"۔ اور یہ بھی دلجوئی اور شرف ہے۔ اور حضرت عمرؓ کی فاروقیت اور وفاداری کا صلہ بھی ہے۔ جناب ام سلمہؓ کے بارے میں مودودی کہتا ہے کہ اس شادی سے بنو مخزوم یعنی ابو جہل کے خاندان کے ساتھ تعلقات بہتر کرنا مقصود تھا۔ (نعوذ باللہ)۔ ام سلمہؓ اپنے خاوند ابو سلمہؓ جو ان کے چچازاد بھائی تھے، اولین مسلمانوں میں ہیں۔ کہ جناب ابو سلمہؓ حضور پاکؐ کے پھوپھی زاد اور رضاعی بھائی بھی تھے۔ حضور پاکؐ کے ساتھ یہ شادی جنگ بدر اور جنگ احد کے بعد ہوئی۔ بنو مخزوم کے تمام سردار سوائے عکرمہؓ اور جناب خالدؓ کے ان جنگوں میں مارے جا چکے تھے۔ اور کیا جو لوگ بعد میں اس خاندان سے مسلمان ہوئے ان کے بارے میں کہا جائے کہ جمال نبوت کے اثر سے نہیں بلکہ جناب ام سلمہؓ کی حضور پاکؐ سے شادی کی وجہ سے وہ لوگ مسلمان ہوئے۔ (نعوذ باللہ)۔ جناب ام سلمہؓ کا قصہ یوں ہے کہ ان کے پہلے خاوند جناب ابو سلمہؓ فرمایا کرتے تھے کہ مصیبت میں وہ یہ دعا مانگا کریں۔ " اے اللہ میں تجھ سے اپنی مصیبت میں اجر کی امید رکھتا (رکھتی) ہوں۔ اے اللہ تو مجھ کو اس کا نعم البدل عطا فرما"۔

جناب ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جناب ابو سلمہؓ کی شہادت کے بعد وہ بے امید ہو گئیں کہ اب زندگی مشکل ہے کہ ان کے خاندان سے بہت کم لوگ مسلمانوں کے ساتھ مدینہ منورہ آئے تھے۔ لیکن ان کو نصیحت یاد آ گئی۔ اور یہ دعا مانگنا شروع کر دی کہ عدت پوری ہونے کے بعد آپؓ کو جب حضور پاکؐ سے یہ شرف دینے کا پیغام آیا۔ تو آپؓ حیران ہو گئیں کہ آپ حسن و جمال اور غیر تمندی کے لحاظ سے بھی بہت اونچے مقام پر تھیں۔ لیکن ابو سلمہؓ کی یاد اور وفاداری کی وجہ سے وہ کسی اور کی زوجیت میں جانے کا سوچ بھی نہ سکتی تھیں۔ اب حضرت ام سلمہؓ سے نکاح کے بعد حضور پاکؐ نے جناب ام سلمہؓ کے ہاں دو یا تین دن قیام فرمایا۔ لیکن جب آپؐ وہاں سے چلنے لگے تو جناب ام سلمہؓ جمال نبوت کی قربت سے مدہوش ہو چکی تھیں۔ اور دیوانہ وار حضور پاکؐ کے ساتھ لپٹ گئیں کہ یا رسول اللہ! کچھ اور دن یہاں ہی قیام فرمائیں۔ حضور پاکؐ مسکرا دیئے اور فرمایا کہ پھر باقیوں کے پاس بھی اتنے دن قیام کرنا ہوگا۔ مودودی غلطی سے جناب جویریہؓ کو بھی یہودیوں میں شامل کر دیتے ہیں۔ آپؓ کا تعلق بنو مصطلق سے تھا۔ غزوہ بنو مصطلق میں آپؓ مال غنیمت کے طور پر ثابتؓ بن قیس کے حصہ میں آئیں جنہوں نے نو اوقیہ سونے کے بدل آپؓ کو رہا کرنے کا وعدہ کیا۔ آپؓ کی قسمت جو جاگ اٹھی۔ آپؓ حضور پاکؐ کی خدمت میں حاضر ہو گئیں اور عرض کیا کہ "یا رسول اللہ! میں مسلمان ہوتی ہوں۔ اور آپؐ مجھے زوجیت میں لے لیں اور نو اوقیہ سونا، جناب ثابتؓ کو دے دیں"۔ اللہ اور اللہ کے حبیبؐ کو یہ ادا بہت پسند آئی اور آپؓ امہات المؤمنین میں شامل ہو گئیں۔ اور بے شک حضور پاکؐ کی اس شفقت کے بہت اثرات ہوئے اور جناب جویریہؓ کے والد جناب حارثؓ اور قبیلہ کے کئی لوگ مسلمان ہو گئے۔

مودودی جو کہتا ہے کہ جناب صفیہؓ اور جناب ریحانہؓ کے حضور پاکؐ کے ساتھ نکاح کی وجہ سے یہودیوں کی مسلمانوں کے خلاف سرگرمیاں ٹھنڈی پڑ گئیں۔ یہ پڑھ کر ہنسی آئی۔ جناب ریحانہؓ پر یہ رحمت بنو قریظہؓ کے مدینہ منورہ سے خاتمے اور مدینہ منورہ کے یہودیوں سے خالی ہونے کے وقت ہوئی۔ اور جناب صفیہؓ پر جنگ خیبر کے خاتمہ پر، جب یہودی فتنہ کا مکمل قلع قمع کر دیا گیا تھا اور ان کو بے ہتھیار کر دیا گیا تھا۔ حضور پاکؐ چودھویں کے چاند کے طور پر خواب میں جناب صفیہؓ کی گود میں تشریف لا چکے تھے۔ بیچارہ مودودی اگر

54 - جناب ام حبیبہؓ کی کہانی:-

مودودی لکھتا ہے کہ حضور پاکؐ کے ساتھ جناب ام حبیبہؓ کے نکاح کے بعد ان کا باپ ابو سفیان کبھی حضور پاکؐ کے مقابلے میں نہ آیا- میں مودودی سے پوچھتا ہوں کہ کیا وہ اس قابل تھا کہ ایسے کرتا؟ جناب ام حبیبہؓ کی شان ہی اور ہے اور آپؓ کے خاندان بنو عبد شمس سے آپؓ کے ماموں جناب ابو خذیفہؓ، حضرت عثمانؓ اور جناب خالدؓ بن سعید جو چند لوگ اسلام لے آئے- ان کی شان بہت بلند ہے- جناب ام حبیبہؓ کی شادی اپنے خاندان کے حلیف قبیلہ بنو خزیمہ کے عبیداللہ بن جحش سے ہوئی تھی جو حضور پاکؐ کے پھوپھی زاد اور جناب زینبؓ کے بھائی تھے- اور سارے خاندان کی مخالفت کے باوجود آپؓ اپنے خاوند کے ساتھ حبشہ (ابے سینیا) میں ہجرت کر گئیں کہ جمال نبوت کے اثرات رنگ لائے تھے- جنگ بدر میں آپؓ کا بھائی عمرو ماموں ولید نانا عتبہ اور نانے کا بھائی شیبہ مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے- آپ پر اس کا ذرا بھر اثر نہ ہوا- آپ کا باپ ابو سفیان جنگ احد اور جنگ خندق میں مسلمانوں پر حملہ آور ہوا- لیکن آپؓ سچے دل سے مسلمان ہو چکی تھیں- البتہ جنگ خیبر سے تھوڑا پہلے آپ کا خاوند عبیداللہ مر گیا- اور وہ عیسائیت کی طرف بھی کچھ راغب ہو چکا تھا- اب آپ اکیلی تھیں- دیور جناب عبداللہؓ بن جحشؓ جنگ احد میں شہید ہو چکے تھے- باپ کا خاندان کفار میں اور سسرال میں کوئی بڑی ہستی زندہ نہ تھی- حضور پاکؐ سب کچھ جانتے تھے- فوراً بذریعہ قاصد شاہ نجاشی کے ذریعہ آپؓ کو اپنی زوجیت میں لینے کا پیغام بھیج دیا- جب ایک خادمہ یہ پیغام لے کر آپؓ کے پاس پہنچیؓ تو آپؓ نے اپنے تمام زیورات اتار کر اللہ کے نام پر اس خادمہ کو دے دیئے- کہ خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی- چند ماہ بعد مدینہ منورہ پہنچیں اور جمال نبوت کی قربت نصیب ہوئی- تو معصومیت کی یہ حالت تھی کہ رسول کریمؐ کو عرض کی کہ "یارسول اللہؐ! میری فلاں بہن کو زوجیت میں لے کر جمال نبوت سے قربت عطا فرمادیں"- حضور پاکؐ مسکرا دیئے اور فرمایا- "ام حبیبہؓ دو بہنیں ایک خاوند کے پاس اکٹھی نہیں کی جاسکتیں"- کچھ عرصہ بعد ابو سفیان مدینہ منورہ میں صلح حدیبیہ کی تجدید کیلئے حاضر ہوا تو بیٹی کے گھر گیا- لیکن بیٹی نے چارپائی سے وہ بستر اٹھالیا جس پر ہمارے آقاؐ استراحت فرماتے تھے، یہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے- اس میں سیاست یا

اقتدار کی مضبوطی والی کوئی بات نہیں۔ کاش مودودی حضور پاکؐ کے شان کو سمجھنے کی کوشش کرتا۔

55 ۔ انصار مدینہ:۔

اگر اقتدار میں مضبوطی کی بات ہوتی تو حضور پاکؐ ایک آدھ شادی انصار میں ضرور کرتے۔ انصار کی اتنی قربانیوں کے باوجود ان کی کسی عورت کو حضور پاکؐ کی زوجیت میں جانے کا شرف نہ مل سکا۔ لیکن انصار کیلئے اکیلے حضور پاکؐ ہی کافی ہیں جو بہت بڑا مضمون ہے کہ ان کے یثرب کو آپؐ نے مدینتہ النبیؐ بنا دیا۔ اور حرمین شریفین میں داخل کرا دیا۔ انصار کیلئے نہ شہرت ہے نہ حکومت۔ اور وہ لوگ اس زوجیت کے شرف سے بھی محروم رہے۔ جس میں سیاست تو نہیں کہ لفظ سیاست غیر اسلامی ہے۔ لیکن حکمت ضرور ہے کہ گو انصار کے بڑے قبیلے دو تھے۔ لیکن چھوٹے قبیلے بے حساب تھے اور کم از کم بارہ تو ضرور تھے کہ آپؐ نے ہجرت سے پہلے انصار کے بارہ نقیبوں کا تقرر فرمایا۔ تو آپؐ کسی ایک انصار قبیلہ میں شادی کرتے۔ تو انصار جو حضور پاکؐ پر فدا تھے وہ رقابت کیلئے سب کے سب آکر گزارش کرتے کہ ان کے قبیلہ کو بھی یہ شرف حاصل ہو، لیکن یہ اللہ کے راز ہیں۔ یہ شرف حضور پاکؐ کے اپنے قبیلہ بنو ہاشم اور ان کے ساتھ منسلک المطلب خاندان کو بھی نہ حاصل ہوا۔ حالانکہ دیدار عام کے آخری سالوں میں حضرت علیؓ نے آپؐ کو یہ گزارش بھی کی کہ خاندان کو یہ شرف حاصل ہو، اور اس سلسلہ میں امامہؓ بنت امیر حمزہؓ کا نام بھی لیا۔ تو حضور پاکؐ نے فرمایا۔ جناب امیر حمزہؓ حضور پاکؐ کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ اس لئے امامہؓ آپؐ کی بھتیجی ہیں۔ بہر حال عرب چچی کو بھی ماں کہتے ہیں۔ جناب فاطمہؓ زوجہ ابی طالبؑ نے جناب آمنہؓ کی وفات کے بعد حضور پاکؐ کی ماں کے فرائض ادا کئے تو حضور پاکؐ نے ان کے بیٹے جناب علیؓ کو دامادی کا شرف عطا فرمایا۔ جناب فاطمہؓ کی وفات کے بعد جناب ام فضلؓ، حضور پاکؐ کے چچا حضرت عباسؓ کی زوجہ نے حضور پاکؐ کی ماں کے فرائض ادا کئے تو حضور پاکؐ نے زندگی کے آخری ایام میں ان کی بہن جناب میمونہؓ کو زوجیت میں لے کر جناب ام فضلؓ کے دل کو ٹھنڈک پہنچائی۔ اور شاید یہ ام فضلؓ کی حضور پاکؐ کی خدمت کا صلہ تھا کہ ان کی اولاد ...

رہے۔ اور یہ جناب ام حبیبہؓ کا عشق رسولؐ ہے کہ ان کے بھائی معاویہؓ اور امیہ خاندان کو مسلمانوں کی حکمرانی ملی اور جناب ابو طالبؓ اور جناب فاطمہؓ کی اولاد سے جناب علیؓ کی اولاد کو حضور پاکؐ نے اپنی اولاد بنا دیا۔ اور گو دنیاوی حکومت سے ان کی شخصیتوں کو داغدار نہ کرنا تھا۔ لیکن بغیر بادشاہی کے وہ "شاہ" کہلاتے ہیں۔ جمال نبوت کے اثرات کے مضامین پر کئی کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔ مودودی کی طرح جو حضور پاکؐ کی شان کے بیانات کے وقت اخلاص نہیں کرتا۔ اور حقیقت کو بیان کرتے وقت اچھے اور شفیقانہ الفاظ کے استعمال میں فراخدلی کی مظاہرہ نہیں کرتا۔ وہ اسلام کے باغ کی خوشبو سے اپنے دامن کو نہ معطر کر سکتا ہے اور نہ اپنی بصارت کو بصیرت میں تبدیل کر سکتا ہے۔ آنکھ کا نور دل کا نور نہیں جو آدمی حضور پاکؐ کو نور نہیں مانتا اس کو خواب میں بھی حضور پاکؐ کی زیارت نہیں ہوتی۔ اور نہ اس کو مومن کی فراست حاصل ہو سکتی ہے۔ کہ فراست والا مومن تو ہر چیز کو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ گو معراج شریف کا ذکر آگے سورۃ النجم میں آتا ہے۔ لیکن یہاں حضور پاکؐ کے نور ہونے اور اللہ تعالیٰ کے عرش پر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا ذکر پہلے ہی کیا جا رہا ہے۔ ہم اکثر لکھتے آئے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ زمان و مکان پر حاوی ہے۔ تو اس کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ عرش پر سے حکوھت چلا رہا ہے۔ وہاں کوئی "زمان و مکان" والا معاملہ نہیں ہے۔ اور کائنات کی تخلیق کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ زمان و مکان ہماری ضرورت کیلئے پیدا کئے۔ لیکن اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کا نور پیدا کیا۔ اس لئے حضور پاکؐ کے نور کیلئے بھی کوئی زمان و مکان والا مسئلہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور پاکؐ کا نور اللہ تعالیٰ کا دیدار بھی کر سکتا ہے اور ان کی ملاقات بھی۔ باقی سب مخلوق کیلئے زمان و مکان کا مسئلہ ہے۔ اسی وجہ سے جبرائیل فرشتہ بھی سدرۃ المنتہیٰ سے آگے نہ بڑھ سکا۔ کہ عرش معلیٰ پر صرف حضور پاکؐ کا نور ہی دیدار الہی سے مشرف ہو سکتا ہے۔ ورنہ اس اللہ تعالیٰ کے نور کی جھلکی اتنی تیز ہے۔ کہ اس جہان دنیا میں کوہ طور پر اس کا معمولی اشارہ دیکھ کر حضرت موسیٰؑ غش کھا گئے۔ کہ سورۃ القصص کی آیت مبارکہ 44 تا 46 کے مطابق اس وقت بھی حضور پاکؐ کا نور کوہ طور کے مغربی کنارے پر موجود تھا۔ اس لئے ہمیں حضور پاکؐ کی شان کو عاجزی سے سمجھنے کی کوشش کرنا چاہیے۔

56 - پھیکی اور سطحی تاویلیں:-

قارئین! کتاب کے شروع میں گزارش کی تھی کہ اگر میں مودودی کی ساری پھیکی تاویلوں پر تبصرہ کرنا شروع کر دوں، تو مجھے بارہ کتابیں لکھنا پڑ جائیں گی۔ میرا مقصد اور مدعا اختصار ہے۔ لیکن جب مجبور ہو جاتا ہوں کہ میری وضاحت نامکمل یا مہمل نہ ہو تو پھر طوالت اختیار کرنا پڑتی ہے۔ اب ذرا آیات مبارکہ 42 سے 47 تک دھیان دیں کہ یہ وہی بیانات ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو ہماری طرف نور یا روشنی بھیجی۔ مسلمانوں کیلئے خوشخبری ہے۔ لیکن مودودی کی حضور پاکؐ کیلئے "کنجوسی" ہے کہ سراجاً المنیر کا ترجمہ روشن سورج کی بجائے روشن چراغ کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جو ہمیں ذکر اور تسبیح کا حکم فرماتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ جو ہم پر رحمت فرماتا ہے کہ فرشتے بھی ہمارے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ یہ بڑے وسیع مضامین ہیں۔ مودودی نے اس سلسلہ میں جو پھیکی تاویلیں پیش کی ہیں کہ عام طور پر دشمنان اسلام یہ کیا کرتے ہیں اور مسلمانوں کو احساس دلانے تک بات کو محدود کر دیتا ہے۔ یہ سب کچھ افسوسناک ہے۔ ان سب آیات کا تعلق اسلامی فلسفہ حیات سے ہے کہ ہم حضور پاکؐ کے نور ہونے کے پہلو کو سمجھیں، تو تب اللہ تعالیٰ ہمیں اندھیروں سے روشنی یا نور کی طرف لے آئے گا۔ چنانچہ آگے جو آیات مبارکہ 56 میں حضور پاکؐ پر درود و سلام بھیجنے کی بات ہے۔ مودودی صاحب نے اس سلسلہ میں لمبی چوڑی کئی صفحات پر وضاحت کی ہے لیکن اکثر بیانات خشک ہیں۔ اور جگہ جگہ اختلافات کا ذکر ہے۔ مختلف راویوں نے جو الگ الگ الفاظ لکھے ہیں۔ وہ بھی لکھ دیئے لیکن اس سلسلہ میں وہ مسلمانوں میں کوئی وحدت پیدا نہیں کر سکے اور کاش وہ سیدھی بات لکھ دیتا کہ بات نیت کی ہے۔ مسلمانو! جب بھی موقع ملے تو کثرت سے اللہ کے حبیبؐ پر صلوۃ و سلام بھیجو۔ آیت مبارکہ 40 میں جو خاتم النبیین کا ذکر ہے مودودی نے ان الفاظ پر 20 صفحات کا ایک الگ ضمیمہ لکھ دیا ہے۔ جس میں قادیانی فتنہ کا ذکر ہے۔ میں اس پر کوئی تبصرہ نہیں کرتا کہ میں مودودی سمیت اکثر علماء کرام سے اس سلسلہ میں کافی مایوس ہوں، کہ وہ لوگ فتنہ کو مکمل طور پر نہیں سمجھ سکے۔ اسی وجہ سے یہ فتنہ ختم ہونے کی بجائے دن بدن عروج پر ہے۔ میں اس سلسلہ میں کافی کچھ لکھ چکا ہوں۔ قوم میں پمفلٹ تقسیم کر چکا ہوں۔ شرعی عدالت اور

سپریم کورٹ میں جا چکا ہوں کہ سرسید اور غلام کذاب دونوں کو ایک ہی جگہ سے ایک جیسی یہ ہدایات ملتی تھیں۔ اور پیش لفظ میں واضح کر چکا ہوں کہ فتنہ والوں کا بڑا مقصد حضور پاکؐ کی شان کو کم کرنا اور جہاد کو بے جان کرنا ہے۔ جب مودودی صاحب خود پر اس فتنہ کے اثرات ہوں تو ختم نبوت کے مضمون میں وہ اسلام کی خدمت کیا خاک کریں گے۔ کہ غلام کذاب اگر سازش کی کڑی ہے تو مودودی پر بھی سازش کے "اثرات" تو ہیں۔

57 ۔ سورۃ سبا، سورۃ فاطر اور سورۃ یٰسین:۔

سورۃ یونس کی آیت مبارکہ 61 میں جو ذکر ہے کہ سب اصغر اور اکبر باتیں اس کتاب مبین یعنی قرآن پاک میں ہیں۔ وہاں تو مودودی نے ان مضامین کو حق و باطل نظریات تک محدود کر دیا۔ کہ یہاں سائنس کی کوئی بات نہیں" اور ہم ثابت کر آئے ہیں کہ آج تک جو سائنس کی دریافتیں ہو چکی ہیں، نہ صرف وہ، بلکہ اس سے آگے بھی بہت کچھ قرآن پاک میں موجود ہے۔ لیکن یہاں سورۃ سبا کی آیت مبارکہ 3 میں اللہ تعالیٰ نے اصغر و اکبر کے مضمون کو ایک اور تناظر میں دہرایا ہے کہ یہ سب کچھ کتاب مبین میں موجود ہے تو مودودی نے کتاب مبین کا ترجمہ ہی ایک " نمایاں دفتر" کر دیا اور اس سلسلہ میں نوٹ 7 میں اصغر و اکبر کی وضاحت کی بجائے اس آیت مبارکہ میں بیان شدہ آخرت کے فلسفہ کی ایک پھیکی سی وضاحت کر دی ہے۔ یعنی مودودی قرآن پاک کو ام الکتاب کا اختصار ماننے کو تیار نہیں۔ سورۃ سبا کی آیت مبارکہ 28 میں اللہ تعالیٰ جو واضح کرتا ہے کہ ہمارے آقاؐ تمام انسانوں کیلئے بشیر و نذیر ہیں اور یہ بیان کئی جگہ دہرایا گیا۔ اور سورۃ فاطر کی آیت مبارکہ 24 میں ان الفاظ کو اور واضح کیا گیا کہ دوسری امتوں میں بھی ڈرانے والے تھے۔ اور یہاں سمجھنے کی بات تو ہم سورۃ النساء کی آیت مبارکہ 41 اور 42 میں واضح کر آئے ہیں کہ ہمارے آقاؐ گواہوں پر گواہ ہیں۔ اور سورۃ ال عمران کی آیت مبارکہ 81 پیغمبروں کے میثاق کا ذکر کر چکے ہیں کہ پہلی امتوں کیلئے بھی ہمارے آقاؐ نذیر اور بشیر ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو نہ صرف تمام انسانوں کیلئے رحمت بنایا۔ بلکہ تمام عالموں کیلئے رحمت بنایا ہے، لیکن مودودی اپنی روش سے باز نہیں آتا۔ سورۃ فاطر کی آیت مبارکہ 24 کیلئے نوٹ 44 میں کہتا ہے کہ " تمہارا کام لوگوں کو خبردار کر دینے سے زائد کچھ نہیں "۔ (نعوذ باللہ) بلکہ آگے یہ

الفاظ بھی لکھتا ہے کہ "اندھوں کو دکھانے اور بہروں کو سنانے کی خدمت تمہارے سپرد نہیں کی گئی"۔ قارئین! آپ ان الفاظ کو قرآن پاک کی تفہیم یا تفسیر کا نام دیں گے۔ اگر اللہ کا مطلب صرف خبرداری ہوتا تو جگہ جگہ اللہ تعالیٰ کسی ذریعہ سے آواز پیدا کر کے لوگوں کو خبردار کرتا رہتا۔ معلوم نہیں مودودی اللہ تعالیٰ کی زبان پر اپنے الفاظ کیوں بڑھا دیتا ہے۔ حضور پاکؐ رحمتہ اللعالمین ہیں، امت کیلئے حریص ہیں، روف ورحیم ہیں، انہوں نے انسانیت کے سامنے عملی نمونے دینے تھے، امت کو منظم کرنا تھا، جہاد کو طرز زندگی کے طور پر اپنا کر اس کو جاری وساری کرنا تھا، حق کے بول کو بالا کرنا تھا۔ لیکن مودودی بغیر سوچے سمجھے، اور اپنی قلم کو لگام دیئے بغیر جو کچھ چاہے لکھتا چلا جاتا ہے۔ اب ذرا سورۃ یٰسین کی پہلی پانچ آیات مبارکہ پر دھیان دیں کہ حضور پاکؐ نے سورۃ یٰسین کو قرآن پاک کے دل کے نام سے ذکر فرمایا کہ یہ ہر وقت دھڑکتا رہتا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیبؐ کو یٰسین کے پیارے نام سے خطاب فرماتے ہیں جو عربی کے لفظ "سید" کا مخفف ہے یعنی اے سردار۔ پھر اللہ تعالیٰ اسی قرآن پاک کی قسم اٹھا کر اپنے حبیبؐ کی رسالت کی صفت کو دہراتے ہیں اور ساتھ اس صراط مستقیم کو دہراتے ہیں جس سلسلہ میں یہ عاجز سورۃ الفاتحہ پر تبصرہ میں صراط مستقیم کی وسعتوں کو بیان کر آیا ہے۔ اور آگے قرآن پاک کی عظمت کو دہراتے ہیں کہ یہ عظیم وغالب اور مہربان ہستی کی طرف سے اتارا گیا ہے۔ (سبحان اللہ) یہ ہے سورۃ یسین کے دل کی دھڑکن۔ اب مودودی اول تو لفظ یسین کے معنی کو اختلافی بنا دیتے ہیں اور اس سلسلہ میں جن بزرگوں کا حوالہ دیتے ہیں کہ انہوں نے اس کا معنی "اے انسان" یا "اے شخص" بھی لکھا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کو انسان یا شخص کے طور پر خطاب کیا ہے۔ اب عربی زبان میں خطاب کیلئے جب کسی لفظ میں یا طرز خطاب میں عزت ہو تو وہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ مودودی کم تر الفاظ کیوں استعمال کرتا ہے، یہ ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ اس لئے ہم تو زیادہ عزت والے لفظ "سردار" کو ہی صحیح ترجمہ کہیں گے۔ پھر آگے وضاحت نمبر 2 میں اپنے طرز بیان سے اس خطاب کے سارے لطف کو پھس پھسا کر دیتے ہیں کہ بات منفی پہلو سے شروع کرتے ہیں کہ معاذاللہ یہ کوئی شک دور کرنے کی وجہ سے ایسا خطاب نہ کیا جا رہا تھا کہ حضور پاکؐ کو اپنی نبوت پر شک تھا۔ بلکہ کفار قریش جو

حضور پاکؐ کی نبوت سے انکار کر رہے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ تمہد باندھی۔ (نعوذباللہ) اب مودودی کو کون سمجھائے کہ یہ پیار و محبت کی باتیں ہیں اور یہ پیارے خطاب اللہ تعالیٰ جگہ جگہ پر دہراتا ہے۔ کبھی رب نبی محمدؐ کے طور پر قسم کھا کر اور کبھی حضور پاکؐ کے شہر کی قسم کھا کر اور کبھی قرآن پاک وغیر وغیرہ کی قسم کھا کر۔ اب میں مودودی کے اس طرح پھس پھسے طرز بیان کی جگہ جگہ نشاندہی کرنے لگ جاؤں تو کئی کتابیں لکھنا پڑ جائیں گی۔

سورۃ یٰسین کی آیت مبارکہ 65 کی وضاحت میں نوٹ 55 میں منہ بند کر دینے کیلئے اللہ تعالیٰ کی زبان پر ان الفاظ کا اضافہ کر دیتا ہے کہ یہ حکم ان ھیکڑ مجرموں کیلئے ہوگا جو روز قیامت بھی جرائم کے اقبال سے انکار کریں گے۔ گواہوں کو بھی جھٹلائیں گے اور نامہ اعمال کی صحت کو بھی تسلیم نہ کریں گے۔ (نعوذباللہ)۔ (مودودی صاحب! یہ حکم ہم سب کیلئے ہے۔ یہ جج کی کچہری نہیں۔ تم نے اللہ تعالیٰ کی کچہری کا تصور ہی نہیں کیا۔ ہمارے منہ خود بخود بند ہو جائیں گے)۔ توبہ میرے اللہ! آگے ذکر آتا ہے کہ مودودی خود تسلیم کرے گا کہ وہاں ہمارے منہ بند ہو جائیں گے۔ اور ہم وہاں منہ سے کچھ نہ بول سکیں گے۔ روز قیامت کون جرائم کے اقبال سے انکار کر سکتا ہے۔ مودودی کی قلم بے لگام ہے جو چاہے، لکھتا جاتا ہے۔

58 ۔ سورۃ الصفات، سورۃ ص اور سورۃ الزمر:۔

سورۃ الصفات کی آیات مبارکہ 21 سے لے کر 74 تک اس یوم الدین یا قیامت اور حشر و نشر کا منظر ہیں۔ جس سلسلہ میں اس عاجز نے سورۃ الفاتحہ کی وضاحت کے وقت عرض کی تھی کہ مودودی کو ان الفاظ کا رابطہ ایسی سورتوں سے باندھنا چاہئے تھا۔ بہر حال مودودی نے جو ان قریباً پچاس آیات مبارکہ کی وضاحتیں کی ہیں وہ اسی طرح جگہ جگہ اپنے الفاظ کا اللہ تعالیٰ کے بیان پر اضافہ کرتا رہا۔ یہ تمام آیات اکثر صرف ایک ایک فقرہ کی ہیں۔ اور ان اصغر میں۔ بہت بڑا اکبر ہے یا یہ قیامت کی جھلکیاں یا نظارے ہیں۔ ان کو معنی میں بند نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن جیسے مودودی کہہ دیتا ہے کہ یہ خطاب مجرموں کیلئے ہے، فلاں خطاب سب حاضرین کیلئے ہے، یہ قیاسات ٹھیک نہیں۔ ان آیات مبارکہ کی

وضاحت کیلئے حضور پاکؐ کی متعدد احادیث مبارکہ ہمارے پاس موجود ہیں لیکن مودودی نے شاید ہی کسی جگہ کسی حدیث مبارکہ کا حوالہ دیا ہو۔ سورۃ ص کی آیت مبارکہ 7 کے نوٹ نمبر 9 میں نذرونیازیں دینے والوں اور آستانوں کو نکو بنانے کا موقع مل گیا۔ کہ کفار نے جب عذر پیش کیا کہ صرف اکیلے خدا کو رب العالمین ماننے کی بات عام نہیں۔ لیکن مودودی یہ نہیں سوچتا کہ ہمارے پاس جو آستانے ہیں۔ انہوں نے اللہ اور رسول کا نام بلند کرنے میں اہم کام کیا ہے۔ وہاں جو شرک کی باتیں ہوتی ہیں، ان کا قلع قمع بیشک ضروری ہے۔ سورۃ الزمر کی آیت مبارکہ 29 میں اللہ تعالیٰ نے شرک کے مسئلہ کو چند الفاظ میں بیان کر کے دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ مودودی نے اس سلسلہ میں نوٹ 48 تا 50 میں اس پہلو کو تین صفحات میں اپنے پھس پھسے طریقہ سے بھول بھلیوں والی وضاحت کی ہے۔ بات یہ ہے کہ شرک کا مسئلہ بہت مشکل ہے۔ یہ کہنا بھی شرک میں آتا ہے کہ یہ "کچھ میں نے کیا" کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔ تو مودودی نے یہ وضاحت تو کی ہی نہیں کہ ہر اچھا کام اللہ تعالیٰ کو منسوب کر دیا جائے۔ اور برے اور غلط کام کا ذمہ دار اپنے نفس کو ٹھہرایا جائے۔ دوسری بات توحید کی ہے۔ لیکن اس مسئلہ کو تو ابلیس خوب طرح سے سمجھتا ہے تو کیا یہ مسئلہ اس سے سیکھا جائے کہ اس نے تو پیغمبروں کو خلیفۃ اللہ بنانے والی بات پر بھی اعتراض کر دیا کہ سب کام اللہ تعالیٰ خود سیدھی طرح سے کرے۔ ہم سورۃ الکہف کی وضاحت کے وقت تین الفاظ کا ذکر کر آئے ہیں۔ "میں نے ارادہ کیا" "ہم نے ارادہ کیا" "تیرے رب نے ارادہ کیا"۔ مودودی بیچارہ اس فلسفہ کو نہیں سمجھ سکا۔ اور "خاموشی" سے وہاں سے گزر گیا۔ اس لئے شرک کے مسئلہ کو بھی نہیں سمجھا کہ وہ فلسفہ موت و حیات اور جاری زندگی کے معاملات کی گہرائی میں بھی نہیں جا سکا۔ اور سرسید کی طرح بھول بھلیوں کے چکر میں گرفتار رہے۔ اس لئے اس سلسلہ کی مودودی کی تین صفحات کی وضاحت ایک لاحاصل مشق ہے۔ کہ وہ اسی دنیا کو سب کچھ سمجھے ہوئے ہے۔ اور اس کو معلوم نہیں۔

تو اے اسیر مکاں، لا مکان سے دور نہیں
وہ جلوہ گاہ ترے خاکداں سے دور نہیں

59 - سورۃ المومن:-

سورۃ المومن کی آیات مبارکہ 7 اور 8 ہمیں بڑے گہرے مطالعے کی دعوت دیتی ہیں۔ مودودی نے ان آیات مبارکہ کی اپنی مرضی سے بے مقصد وضاحت کرنے کیلئے "یحملون العرش" یعنی عرش اٹھانے والے یا اٹھائے ہوئے صاحبان، عرش الٰہی کے حامل فرشتے بنا دیا۔ حالانکہ کچھ مفسرین نے یہ شرف حضور پاکؐ کے نور اور انبیاء کے نور کو دیا۔ کچھ نے ساتھ صحابہ کرامؓ سے کچھ معززین کو بھی شامل کیا ہے۔ اور آگے سورۃ بروج میں جو عرش المجید کے الفاظ ہیں۔ ان الفاظ کا بھی یہاں رابطہ باندھا ہے۔ اگر سوچا جائے کہ آگے جو آیت مبارکہ 8 میں ماں و باپ وغیرہ کی بخشش کی دعا کا ذکر ہے تو انسان اور جنات میں تخلیق در تخلیق کا عمل ہوتا ہے۔ وہ بات ان کو زیادہ لاگو ہے کہ سورۃ الرعد کی آیت مبارکہ 23، سورۃ الطور کی آیت مبارکہ 21 اور سورۃ ابراہیم کی آیات مبارکہ 40 اور 41 میں ماں باپ کی بخشش اور قرابتداروں کے جنت میں اکٹھا ہونے کا تعلق بھی انسان سے ہی ہے۔ لیکن ہمارے ہاں تو بدقسمتی سے مسلم اور بخاری شریف میں کچھ احادیث ایسی تھیں "کہ لکھا ہوا تھا کہ حضور پاکؐ، ایک سفر کے دوران جب اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کے نزدیک سے گزرے تو قبر پر جانے کی تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دے دی۔ لیکن بخشش مانگنے کی اجازت نہ ملی"۔ (نعوذ باللہ)۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب تجرید بخاری میں اس حدیث کو تلف کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ مودودی کی طرح جن لوگوں کو قبروں، مزاروں اور خانقاہی آستانوں سے ضد ہے ان کو یہ تو معلوم ہونا چاہیئے کہ وہاں جاکر مسلمانوں کی مغفرت کیلئے دعا مانگی جاتی ہے۔ لیکن ان میں سے کچھ (مودودی کے بارے میں کوئی ثبوت نہیں) تو یہاں تک چلے جاتے ہیں کہ ہر آدمی اپنے اعمال سے بخشا جائے گا یا پکڑا جائے گا اور بخشش کی دعا مرنے والوں کو نہیں پہنچتی۔ اب ہم نے قرآن پاک کے چار سورتوں کے حوالوں سے ثابت کر دیا ہے کہ اس دعا والی بات کے فائدے ہیں اور دعا نہ صرف مرنے والوں کو پہنچتی ہے بلکہ دعا کرنے والے کیلئے بھی خوشخبری اور فائدہ ہے۔ اور جو لوگ (شاید مودودی سمیت) قل کی رسم کے قائل نہیں ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ وہاں بھی مغفرت کی دعا کی جاتی ہے۔ اور برسی یا عرسوں پر بھی مغفرت کی دعا کی جاتی ہے۔ مودودی ان آیات

مبارکہ کے سلسلہ میں مغفرت کے معاملہ پر خاموش ہے۔ لیکن ویسے وضاحت بڑی بودی کی ہے۔ کہ یہ آیات مبارکہ نبیؐ اور ان کے ساتھیوں کو تسلی دینے کیلئے اتاری گئیں۔ خدا کے بندے سارا قرآن ہمیں تسلی اور تسکین دینے کیلئے اتارا گیا۔ جہاں مودودی کو اور کوئی وضاحت نہ ملے، وہاں تسلی کی بات کر کے حقیقت سے فرار کرجاتا ہے۔ یہ آیات مبارکہ اللہ تعالیٰ کے عرش پر استوی ہونے اور اس کے کارکنوں کے کارخانہ قدرت کے نظام چلانے سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہاں حمد، تسبیح اور ایمان کی ضروریات کو مغفرت سے وابستہ کیا گیا۔ اللہ کی رحمت اور اس کی شان کا بیان ہے۔ اور انسان جو مرکز کائنات ہے۔ اس کے اس دنیا میں امتحان کے بعد اس کے اور بزرگوں کے اپنے مقصود یعنی جنت حاصل کرنے کی دعا ہے۔ یعنی انسانی فلسفہ حیات کی منزلوں کے طے کرنے کیلئے صراط مستقیم کے بارے میں دعا ہے۔ مودودی کے بارے میں پہلے گزارش ہو چکی ہے کہ وہ نہ یہ واضح کر سکا ہے کہ انسان کیا ہے؟ اور نہ روح اور نفس کو خانوں میں بانٹ سکا ہے۔ اس نے اب تک یہ بھی واضح نہیں کیا کہ قبر ایک استعارہ ہے یا اجداث ہے۔ کہ آگے جب قبروں کو کھلنے کا ذکر آئے گا اور ہم جسد خاکی اور اس کی توقیر کا ذکر کریں گے تو مودودی کی اس سلسلہ میں کم علمی جو اس کیلئے حجاب اکبر بن گئی ہے، اس کو پوری طرح واضح کریں گے۔ مودودی جن تسلیوں کا بار بار ذکر کرتا ہے وہ کچھ سورۃ المومن کی آیات مبارکہ 77 اور 78 میں بڑے پیارے انداز میں بیان کیا گیا ہے ہ ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیبؐ کو زمان پر حاوی کر کے کچھ پیغمبروں یا رسولوں کے حالات کی جھلکی کے ساتھ اور بے شمار رسولوں کا خالی ذکر کرتا ہے۔ لیکن یہاں مودودی نے چند وضاحتیں صرف خانہ پری کیلئے کیں۔ جن پر تبصرہ وقت کا ضیاع ہوگا کہ یہ چند الگ الگ فقرے ہیں۔ یعنی سرسید کی طرح مودودی بھی حیات بعد الموت، یا زمان ومکان، یا انسانیت کے فلسفوں کو ہرگز اچھی طرح سے بیان نہ کر سکا۔

60 ۔ سورۃ حم السجدہ اور سورۃ الشوریٰ:۔

سورۃ حم السجدہ کی آیت مبارکہ 6 میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیبؐ سے محبت میں فرماتا ہے، کہ ان لوگوں کو بتادو کہ میں تو آپ کی مثل ایک بشر ہوں۔ مجھے وحی کے ذریعہ سے بتایا جاتا ہے وغیرہ۔ مودودی اس آیت مبارکہ کے معنی بھی اپنی خشک زبان میں کر کے

اس کے نوٹ نمبر 5 میں خواہ مخواہ حضور پاکؐ کی زبان پر یہ الفاظ ڈال دیتا ہے۔ یعنی "میرے بس میں نہیں ہے کہ تمہارے دلوں پر چڑھے غلاف اتار دوں۔ تمہارے بہرے کان کھول دوں۔ جو حجاب تمہارے اور میرے درمیان میں ہے ہٹا دوں" وغیرہ۔ بیچارے مودودی نے شاید یہ کبھی نہ سوچا کہ آپؐ کے جمال وجلال کے چشموں نے دنیا کے عظیم ترین حکمران، جنرل، علماء اور کیا کیا نہ بنائیے۔ اور ان چشموں سے اب بھی لوگ سیراب ہوتے رہتے ہیں۔ اور آگے سورۃ الشوریٰ کی آیت مبارکہ 52 کا بھی نہایت بے ادبی کے الفاظ میں ترجمہ کرتا ہے کہ "تمہیں کچھ پتہ نہ تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے"۔ سید رفاعی صاحب اسی آیت مبارکہ کا بڑا پیارا ترجمہ کرتے ہیں۔ اور لکھتے ہیں کہ "اس سے پہلے آپؐ کو کتاب (قرآن) اور ایمان کی تفصیلات سے آگاہ نہ کیا گیا"۔

قارئین! آپ خود موازنہ کر لیں کہ ایمان کی بڑی تفصیلات اور تقاضے ہیں جو حضور پاکؐ پر تھم تھم کر نازل ہوئے۔ لیکن حضور پاکؐ کو بالکل بے علم تو نہ بنا دیا جائے۔ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ جو حضور پاکؐ کے نور ہونے اور اس نور سے بندوں کو راہ دکھانے کا بیان فرماتے ہیں۔ مودودی نور کے لفظ سے دور بھاگتا ہے۔ اور کہتا ہے جس روح کی طرف وحی کی گئی وہ روشنی بن گیا۔ یہ مودودی کی "کنجوسی" ہے یا "ضد" فیصلہ قارئین پر چھوڑا جاتا ہے۔ اس سے پہلے سورۃ الشوریٰ کی آیت مبارکہ 38 میں جو "وامرھم شوریٰ بینھم" کے الفاظ ہیں اس سلسلہ میں مودودی نے ایسے ہی حکم کا سورۃ ال عمران کی آیت مبارکہ 159 کا جو ذکر کیا ہے وہ صحیح رابطہ ہے۔ وہاں الفاظ "شاورھم فی الامر" ہیں۔ مودودی نے بھی وہاں کوئی وضاحت نہ کی۔ اور مجھے بھی انتظار تھا کہ اکٹھی وضاحت میں دہرائی سے بچ جائیں گے۔ لیکن افسوس کی بات ہے، کہ مودودی اس اہم مضمون کے اوپر نیچے سے گزر گیا۔ اور بیچ میں کافرانہ جمہوری طریقہ کار کی بھی بات کی۔ اور اکثریت کی تائید بھی کی، حالانکہ اللہ تعالیٰ اکثریت کو جاہلوں میں شمار کرتا ہے۔ اور بنیادی باتوں کو بالکل نظر انداز کر گیا، جو یہ ہیں کہ مشورہ کا حکم اللہ تعالیٰ کے امر (یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر) کو جاری وساری کرنے کے طریقہ کار میں، ہوتا ہے کہ یہ عمل آسان طریقہ سے جاری و ر[ہے]
دونوں آیات مبارکہ واقعاتی بھی ہیں اور تمثیلی بھی۔ مودودی یہ وضاحت نہ کر

سکا۔ اس سورۃ کی آیات مکی ہیں۔ اور سورۃ آل عمران کی آیات مدنی ہیں۔ دونوں صورتوں میں مشورہ "اولی الامر" نے کرنا ہے اور شرط یہ ہے کہ "اولی الامر" اطیعو اللہ واطیعو الرسولؐ ہو۔ مشورہ اکثریت سے نہیں کیا جاتا۔ بلکہ صائب رائے لوگوں یا ایسے لوگوں سے کیا جاتا ہے جو اس حکم یا امر کے تقاضوں کو سمجھتے ہوں۔ اس میں اول ضرورت یہ ہے کہ "اولی لامر" اور "مشیر" کو اسلامی فلسفہ حیات یعنی مومن کے مقاصد زندگی کے اہم نکتوں پر عبور حاصل ہو۔ اور وہ نظریہ جہاد کو طرز زندگی کے طور پر اپنانے کے عمل کے مرحلہ جات سے واقف ہو۔ اس وسیع مضمون کی مودودی بچارہ تمہید ہی نہیں باندھ سکا۔ اور جو کچھ مودودی کے دل میں آیا مودودی کی بے لگام قلم صفحات سیاہ کرتی رہی۔ جس پر میں خاک تبصرہ کروں، کہ میری باقی کتابیں ان مضامین سے بھری پڑی ہیں۔

61 ۔ سورۃ الزخرف، سورۃ الدخان اور سورۃ الجاثیہ:۔

سورۃ الزخرف کی آیت مبارکہ 88 میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیبؐ کے قول کی قسم اٹھاتا ہے۔ یہ شان محبوبیت کے سلسلہ کا ایک اظہار ہے اور حضور پاکؐ کے اس فرمان پر سچائی کی مہر ہے کہ آپؐ نے اپنے منہ مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تھا کہ بخدا یہاں سے صرف حق بات باہر نکلتی ہے۔ اور یہ بیان احادیث مبارکہ کی عظمت اور سچائی کا قرآنی ثبوت ہے۔ مودودی اس سلسلہ میں یہ کچھ لکھنے کی بجائے بیانات کے معنی اور اختلافات اور صرف نحو کے جھگڑوں سے شان محبوبیت کے پہلو کو بے جان کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ (نوٹ 70 سے استفادہ کریں) سورۃ الدخان میں اللہ تعالیٰ کتاب مبین کی قسم پہلی ہی آیت مبارکہ میں کھاتے ہیں۔ یہ بھی حضور پاکؐ کی شان محبوبیت ہے، کہ کتاب انؐ پر اتری لیکن مودودی نوٹ نمبر1 میں اللہ تعالیٰ کے بیانات میں اپنے الفاظ بھی ڈال دیتا ہے کہ "اس کتاب کے مصنف محمدؐ نہیں بلکہ "ہم" ہیں"۔ میں پوچھتا ہوں یہ لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ مصنفین سے بھی بہت بلند ہیں۔ اور ہمارے آقاؐ کی شان ہے کہ وہ کلام الٰہی کے حامل ہیں کہ اس نور کو مادی جسم کے ساتھ بھی برداشت کرتے رہے۔ سمجھ نہیں آتی کہ مثبت پہلو بیان کرنے کی بجائے مودودی ہمیشہ منفی پہلوؤں کی طرف کیوں جاتا ہے۔ سورۃ الدخان کی آیت مبارکہ 10 میں ارشاد ربانی ہے کہ "اس دن آسمان صریح

دھواں لئے ہوئے ہو گا" ۔یہاں ان قیامت کی نشانیوں کے بارے میں مودودی خاموش ہے جن کے بارے میں آگے ہم زیادہ تبصرے کریں گے ۔ کہ خود مودودی نے آیت مبارکہ 16 کیلئے نوٹ 13 میں اس سلسلہ میں اچھی بحث کی ہے ۔ سورۃ الجاثیہ کی آیت مبارکہ 18 کے الفاظ شریعتہ من الامر" بھی "شاورھم فی الامر" کی طرح ہیں ۔ جن کا ذکر ہم ابھی ابھی سورۃ الشوریٰ کے تحت کر چکے ہیں، کہ مودودی اس پہلو کو نہ سمجھ سکا ۔یہاں بھی اللہ تعالیٰ کے امر کے شرعی نفاذ کا حکم ہے ۔ لیکن مودودی نوٹ 23 میں کہتا ہے کہ یہ کام پہلے بنی اسرائیل کے سپرد کیا گیا تھا اور اب تمہارے سپرد کیا گیا ہے ۔ یہ بہت مہمل اور ادھوری وضاحت ہے ۔ بنی اسرائیل کے پیغمبر محدود مدت کیلئے محدود علاقوں میں بھیجے گئے اور مخصوص زمانوں میں مخصوص علاقوں میں پیغمبر تھے ۔ ہمارے آقا تمام انسانوں کیلئے اللہ کے رسولؐ ہیں ۔ انؐ کو صرف بنو اسرائیل کی جانشینی تک محدود کرنا بے ادبی ہے ۔ آپؐ کی نبوت دائمی ہے اور آپؐ پہلے نبیوں کی نبوت کے گواہ ہیں کہ وہ سارے اسی دین پر تھے ۔ لیکن ان باتوں کو حضور پاکؐ کے عاشق ہی سمجھ سکتے ہیں ۔

عشق دم جبرئیل عشق دل مصطفےٰ

عشق خدا کا رسولؐ، عشق خدا کا کلام

62 ۔ سورۃ محمدؐ اور سورۃ الفتح :۔

سورۃ محمدؐ کی آیت مبارکہ 2 شان محبوبیت کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی ایک ادا ہے کہ ایمان لانے اور نیک عمل کرنے کے علاوہ اللہ تعالیٰ یہ اضافہ بھی کرتا ہے کہ "مان لیا ان لوگوں نے جو کچھ محمدؐ پر نازل ہوا" اور اس پر مزید اضافہ کیا کہ یہ سراسر حق ہے اور انؐ کے رب کی طرف سے ہے اور پھر اس کے نتائج بھی واضح کر دیئے کہ ایسے لوگوں سے ان کی برائیاں بھی دور کر دیں اور ان کے حال کو بھی درست کر دیا ۔ اب یہ صاف وشفاف بیان کسی وضاحت کا محتاج نہ تھا ۔ لیکن مودودی اپنی منفی طرز تحریر کے تحت نوٹ نمبر 4 میں کہتا ہے کہ "الذین امنوا" کہنے کے بعد امنوا بما انزل علی محمدؐ کہنے کی حاجت نہ تھی ۔ پھر لمبی چوڑی وضاحت کرتا ہے کہ یہ سورۃ مدنی ہے اور مدینہ منورہ آنے کے بعد حالات میں جو تبدیلی آگئی ۔ تو تشریح کی ضرورت پڑ گئی ۔ آگے نوٹ نمبر 5 میں برائیوں اور گناہوں کے

ساقط ہو جانے کو مرحلوں میں بانٹ کر آدمی کو بھول بھلیوں میں ڈال دیتا ہے۔ اور نوٹ 6 میں حال درست کرنے کے دو اقسام کے مہمل مطلبوں پر وقت ضائع کرتا ہے اور اس سب کچھ کے بارے میں علامہ اقبالؒ کہہ گئے ہیں۔

الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا

آگے آیت مبارکہ 19 میں لفظ "ذنب" کا معنی مودودی نے "قصور" کیا ہے۔ ادب کا تقاضا ہے کہ اس لفظ کا معنی "غلطی" کیا جائے کہ اس میں حضور پاکؐ کا ذکر ہے۔ سعودی عرب سے جو انگریزی کے ترجمے شائع ہوتے ہیں۔ وہاں بھی ترجمہ fault کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں آگے سورۃ فتح کے تحت بھی وضاحت آ رہی ہے۔ سورۃ محمدؐ کی آیت مبارکہ 30 میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیبؐ سے یہ فرماتے ہیں کہ "اگر ہم چاہیں تو آپؐ کو دکھا دیں ان کی صورت۔ آپؐ ان کی صورت سے ان کو پہچان لیں گے اور آپؐ ان کو ان کی بات کرنے کی طرز سے پہچان لیں گے"۔ حضور پاکؐ کی شان کے اس بیان کے سلسلہ میں "کنجوسی" کی وجہ سے مودودی کوئی وضاحت نہیں کرتا۔ اس لئے یہاں مودودی کے خشک ترجمہ کی بجائے میں نے ترجمہ بھی سید رفاعی کا لکھا ہے اور یہ آیت مبارکہ اتنی اہم ہے کہ حضرت علیؓ کا فرمان ہے کہ ان کو کچھ آگاہی ہوئی کہ آدمی اپنی زبان کے نیچے پوشیدہ ہے۔ جب بات کرے گا تو ظاہر ہو جائے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل کر کے میری سوچ کی تصدیق کر دی۔ اس کے علاوہ جناب جابرؓ بن عبداللہؓ اور جناب عبادہؓ بن صامت فرمایا کرتے تھے کہ ہم اپنی اولاد کی پہچان حضور پاکؐ کی محبت میں کیا کرتے تھے۔ جب ہم ان میں کسی کو ایسا پاتے کہ وہ حضور پاکؐ سے محبت نہیں کرتا تو ہم جان لیتے کہ اس کی ولادت صحیح نہیں۔ اور حضرت انسؓ بن مالک فرمایا کرتے تھے کہ اس آیت مبارک کے نازل ہونے کے بعد حضور پاکؐ کے زمانے میں کوئی منافق پوشیدہ نہ رہا تھا۔ مودودی ایسی پیاری باتیں لکھنے سے کیوں محروم رہا اور پھس پھسی باتوں سے کئی صفحات سیاہ کر دیئے، یہ فیصلہ قارئین پر چھوڑا جاتا ہے۔ سورۃ الفتح کی آیات مبارکہ ایک سے لے کر 10 تک اور آیات مبارکہ 26 اور 27 کا تعلق صلح حدیبیہ سے ہے۔ اور ان تمام آیات مبارکہ کی اکٹھی تفسیر لکھ کر ہی پورے معاملات اور حضور پاکؐ کی شان کو سمجھا جا سکتا ہے۔ یہ خوشی کی اور

مبارک باتیں ہیں، اور یہاں پر مودودی کو صفحات کے صفحات لکھنا چاہیئے تھے۔ لیکن اپنی "کنجوسی" کی وجہ سے اس عظیم واقعہ اور ان آیات مبارکہ کے ساتھ وہ انصاف نہیں کر سکا۔ آیت مبارکہ 2 میں لفظ "ذنب" کا ترجمہ یہاں "قصور" کی بجائے "کوتاہی" کیا۔ ادب کیلئے ضروری تھا کہ ترجمہ، خامی یا غلطی یا کمی کرتا۔ لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ شاہ ولی اللہؒ کے زمانے سے لے کر آج تک کے دیوبند کے علماء اس لفظ کا ترجمہ "گناہ" کرتے رہے ہیں۔ ان میں محمود الحسنؒ، شبیر احمد عثمانیؒ، اشرف علی تھانویؒ، شاہ رفیع الدینؒ، عبدالماجد دریاآبادی اور فتح محمد جالندھری وغیرہ شامل ہیں۔ اشرف علی تھانوی البتہ وضاحت والے ترجمہ میں گناہ کی بجائے لفظ "خطا" لکھتا ہے۔ بہر حال ان لوگوں کے ایسے ترجمہ سے فقرے کا ترجمہ یہ بنتا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے تمہارے پچھلے اور آنے والے گناہ معاف کر دیئے"۔ (نعوذ باللہ) ۔ یہ بے ادبی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور پاکؐ نے (نعوذ باللہ) پہلے بھی گناہ کیے جو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیئے اور آئندہ بھی گناہ کر سکتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔ ہر زبان کی ادائیگی میں فرق ہوتا ہے۔ عربی کے الفاظ کا یہاں "تحت الفظ" ترجمہ بے ادبی کی طرف لے جاتا ہے۔ یہ عاجز تو اس کا یہ ترجمہ کرتا ہے کہ ہمارے حضور پاکؐ گناہ یا غلطی کر ہی نہیں سکتے۔ نہ پہلے کوئی غلطی کی نہ بعد میں کریں گے۔ سید رفاعی جیسے باادب لوگ دونوں آیات مبارکہ کا ملا کر ترجمہ کرتے ہیں کہ "بیشک ہم نے آپ کو کھلی فتح عطا کی تاکہ آپؐ کی اگلی اور پچھلی کمی پوری کر دے اور اپنی نعمتیں آپؐ پر تمام کر دے"۔ وغیرہ۔ یہ نقائص والے ترجموں کا مضمون وسعت سے بیان کرنے کی ضرورت ہے۔ اور کرنل شیخ عبدالرؤف نے اس سلسلہ میں حکومت اور قوم کی اس پہلو کی طرف توجہ دلانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اور ہر طرح سے اپنی بساط کے مطابق ارباب اختیار کی توجہ اس اہم ضرورت کی طرف مبذول کرانے کی کوشش کی۔ لیکن افسوس ابھی تک اس سلسلہ میں کوئی مثبت پہلو سامنے نہیں آیا۔ اگلے باب میں اس کوشش پر مزید روشنی ڈالی جائے گی۔ البتہ مودودی کا ہر طریقہ نرالا ہے اور حضور پاکؐ کی شان کو اکثر کم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ آیت مبارکہ 9 کا ترجمہ سید رفاعی صاحب اس طرح کرتے ہیں "تاکہ تم لوگ اللہ اور اللہ کے رسولؐ پر ایمان لاؤ۔ اور رسولؐ کی تعظیم و توقیر کرو اور ان کی اطاعت کے ساتھ صبح اور شام

اللہ کی تسبیح کرو"۔ (سبحان اللہ) ۔اب مودودی ترجمہ تو کچھ اسی طرح کرتا ہے لیکن نوٹ 16 میں کہتا ہے کہ ایک ہی سلسلہ کلام میں ضمیروں کو دو الگ الگ مرجع قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس لئے یہ تعظیم و توقیر بھی صرف اللہ کیلئے ہے۔ اور اس طرح اللہ اور رسولؐ کو الگ الگ کر دیتا ہے۔ اور اتنا بھی نہیں سوچتا کہ اس سے اگلی آیت مبارکہ 10 کا از خود یہ ترجمہ کرتا ہے "اے نبی جو لوگ تم سے بیعت کر رہے تھے وہ دراصل اللہ سے بیعت کر رہے تھے۔ انؐ کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ تھا"۔ اب مودودی کی یہ "مجبوری" تھی۔ تو اس آیت مبارکہ کو بے جان کرنے کیلئے نوٹ 18 میں کہتا ہے کہ "شخص رسول کا ہاتھ نہیں۔ اللہ کے نمائندے کا ہاتھ تھا"۔ میں تو اس تعبیر سے خاک بھی نہ سمجھا، قارئین خود فیصلہ کریں۔ لیکن ہمارے ملک میں کئی لوگ مودودی سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ کہا جاتا ہے حضور پاکؐ غیب کی باتیں بھی جانتے تھے۔یہاں ان کو کیوں نہ معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ کو شہید نہ کیا گیا تھا۔ اب شہادت والی بات تو افواہ تھی۔ اور کافروں نے ان کو روک لیا اور شہید بھی کر سکتے تھے اور جناب عثمانؓ تو بیعت رضوان کا سبب بن رہے تھے۔ اور مسلمانوں کی شان میں بلندی ہو رہی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ بھی اتنا خوش ہوا کہ حضور پاکؐ کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھے ہوئے تھا۔ تو وہ بھی حضرت عثمانؓ کے شہید ہونے یا نہ ہونے سے "بے خبر" تھے۔ توبہ میرے اللہ! یہ کم علمی ہمیں کھا گئی۔ اور اس تھوڑے علم کو ہم نے زیادہ علم سمجھ لیا کہ ہماری عقلوں پر حجاب اکبر چھا گیا۔ اور مودودی کی تحریروں میں مجھے جگہ جگہ یہی حجاب اکبر نظر آیا۔ سورۃ الفتح کا آخری رکوع وہ کچھ بیان کرتا ہے جس پر ایک الگ باب لکھا جا سکتا ہے۔ اس سورۃ کے آخری رکوع کی آیات مبارکہ سے متاثر ہو کر علامہ اقبالؒ نے لکھا ہے۔

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

رکوع و سجود کی باتوں سے اثر لے کر لکھا۔

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

جہاں سجدوں کے اثر کا ذکر ہے۔اس سلسلہ میں علامہ اقبالؒ کہتا ہےؔ۔

وہ سجدہ روح زمین جس سے کانپ جاتی تھی
اس کو آج ترستے ہیں منبر و محراب

اور "لغیظ بھم الکفار" پر تو بہت کچھ لکھا۔یہاں صرف ایک شعر لکھا جاتا ہےؔ۔

لفظ اسلام سے یورپ کو اگر کد ہے تو خیر
دوسرا نام اس دین کا ہے فقر غیور

بہر حال اس سلسلہ میں مودودی صاحب نے 47 سے لے کر 57 تک گیارہ نوٹ لکھے۔پہلے نوٹ میں کہا کہ اللہ تعالیٰ وعدہ کرتا ہے کہ خواب سچ ثابت ہو گا۔دوسرے نوٹ میں اللہ تعالیٰ کے خود لفظ "انشاء اللہ" کہنے کی بھول بھلیوں والی دلیلیں دیں۔تیسرے میں کہا یہ وعدہ اگلے سال پورا ہو گیا۔چوتھے میں کہا ضروری نہیں حج اور عمرہ میں سر منڈوایا جائے۔خالی بالوں کو تراش لینا کافی ہے۔پانچویں وضاحت میں کہا کہ کفار کے کہنے پر جو "رسول اللہ" کا لفظ حذف کیا گیا اس کی فکر نہ کرو۔اللہ کو تو معلوم ہے کہ آپؐ رسول حق ہیں۔چھٹی میں شدید اور اشداء علی الکفار کے الفاظ کے لغوی معنوں اور اثرات پر وقت ضائع کیا۔اور آگے سجدے سے نشان پڑجانے اور حضرت عیسیٰؑ کے ایک وعظ کا ذکر کیا۔جس کا اس نظریہ کے ساتھ ذرا بھر بھی تعلق نہیں۔جو اس رکوع میں بیان کیا گیا ہے۔مجھے مودودی کے ان بیانات پر کوئی خاص اعتراض نہیں۔میرا کہنا یہ ہے کہ اس رکوع میں مسلمان جو اللہ کے سپاہی یا مجاہدین ہیں۔ان کے تمدن اور ثقافت کو چند الفاظ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے، جیسے دریا کو کوزے میں بند کیا جاتا ہے۔

علامہ اقبالؒ جو فوجی نہ تھا لیکن عاشق رسولؐ تھا۔وہ مضمون کی روح تک پہنچ گیا۔مودودی جو حضور پاکؐ کی شان کو اپنے بشری پیمانے سے ناپتا رہتا ہے۔وہ آئیں بائیں شائیں مارتا رہا۔تو مودودی کی "علمیت" کا اندازہ بھی ہو گیا۔

63 ۔ سورۃ الحجرات اور سورۃ الطور:۔

سورۃ الحجراتؔ کی پہلی پانچ آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو سخت تاکید کرتا ہے کہ اللہ کے حبیبؐ کا ادب ہر حال اور ہر لحاظ سے ملحوظ رکھیں۔مودودی اس سلسلہ

کے نوٹ 3 میں کہتا ہے کہ ایسے آداب حضور پاکؐ کے زمانے کے لوگوں کو سکھلائے گئے۔ مگر بعد کے لوگوں کو بھی آپؐ کے ذکر کے وقت یا آپؐ کی احادیث بیان کرتے وقت ادب ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ پھر مضمون کو تبدیل کر کے کہتا ہے کہ بزرگوں کیلئے بھی ایسا ادب ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ یعنی ان لوگوں کو بھی حضور پاکؐ کے آکر برابر کھڑا کر دیا۔ تب ہی مودودی جیسے لوگ "مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام" جیسی اداؤں کو نہیں سمجھ پاتے۔ مودودی کی اس سلسلہ میں طرز تحریر بھی بے ادبانہ ہے۔ کہتا ہے کہ "اگرچہ یہ ادب نبیؐ کی مجلس کیلئے سکھلایا گیا تھا۔ مگر بعد کے لوگوں کو بھی ایسا ادب ملحوظ رکھنا چاہیئے"۔ مودودی صاحب! یہاں "اگر" و "مگر" کی کوئی بات نہیں۔ یہ عاجزی کی باتیں ہیں۔ ہمارا تو ایمان ہے کہ وہ خاک جس نے حضور پاکؐ سے مس کیا، ہمارے لئے افضل ترین ہے اور جناب عرت بخاری فرماتے ہیںؒ۔

ادب گاہست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنیدؒ بایزیدؒ ایں جا

آیت مبارکہ 6 کے نوٹ 8 میں مودودی مفسرین کے حوالے سے واضح کرتا ہے کہ یہ آیت مبارکہ ولیدؓ بن عقبہ بن ابی محیط کی ایک غلط اطلاع دینے کی وجہ سے واقعاتی ہے۔ قرآن پاک کی واقعاتی آیات مبارکہ بہت ہیں۔ اور یہ دین فطرت کے عملی ہونے کی ضرورت تھی کہ ہم نظریات کو بہتر طور پر سمجھ سکیں۔ لیکن جب تک اس سلسلہ میں حضور پاکؐ کی کوئی واضح حدیث مبارکہ موجود نہ ہو جیسے سورۃ الکھف میں حضرت موسیٰؑ کو جو صاحب ملے وہ حدیث مبارکہ کے مطابق خواجہ خضرؑ تھے، تو ہمیں کسی آیت مبارکہ کو کسی کی طرف منسوب نہ کرنا چاہیئے۔ ہم نے اس سلسلہ میں کافی غلطیاں بھی کی ہیں اور نتیجہ مودودی صاحب کے "اگر" و "مگر" کی صورت اختیار کر جاتا ہے۔ اور یہاں جناب ولیدؓ پر خواہ مخواہ حسد کی وجہ سے یہ الزام لگایا گیا، کہ آپ کا باپ عقبہ، قریش کے شیطانوں میں تھا۔ اور بدر کی جنگ میں گرفتاری کے بعد قتل کیا گیا۔ جس کا ذکر مودودی نے بھی ایک جگہ کیا ہے۔ لیکن ان کا بیٹا ولیدؓ، حضرت عثمانؓ کی والدہ کی طرف سے اخیانی بھائی بھی تھا۔ اور دل سے اسلام لایا اور حضور پاکؐ نے اس کی دلجوئی کیلئے ولیدؓ کو جلد ایک امارت سے بھی سرفراز

کر دیا۔ اور اس کے خلاف خواہ مخواہ اس حسد کی وجہ سے الزام تراشی کی گئی۔ سورۃ الطور کی آیت مبارکہ 48 میں الفاظ "فانک عیننا" کا مودودی نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ "تم ہماری نگاہ میں ہو"۔ اللہ تعالیٰ بصیر ہے اور سب کچھ اس کی نگاہ میں ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے عین یعنی آنکھ کو جو لفظ اپنے حبیبؐ کیلئے استعمال کیا۔ اس کا دوسرے مفسرین نے یہ باادب ترجمہ کیا ہے۔ کہ "آپؐ تحقیق درمیان ہماری آنکھوں کے ہیں۔ اور پاکی بیان کر ساتھ تعریف رب اپنے کی"۔ اگر یہ صحیح ترجمہ کیا جائے تو اس آیت مبارکہ کے معنی وسیع ہو جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیبؐ کو اپنی آنکھ کا ایک حصہ بنا دیتا ہے۔ کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے وہ کچھ اپنے حبیبؐ کو بھی دکھا سکتا ہے، یا دکھاتا ہے۔ بات حضور پاکؐ کی شان کی ہے کہ ایک ایک لفظ کے معنی صحیح کئے جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی "آنکھ" یا صفات کے معاملات ہماری سوچ سے بہت بالا ہیں۔ پس عاجزی کا مقام ہے، لیکن صحیح ترجمہ ضروری ہے۔

64۔ سورۃ النجم (تو معنی والنجم نہ سمجھا تو عجب کیا):۔

جو کچھ ہم اب تک بیان کر آئے ہیں۔ اس سے بالکل ظاہر ہے۔ کہ مودودی صاحب اور ہمارے درمیان بہت واضح اختلافات ہیں۔ وہ حضور پاکؐ کو نور کہنے یا ماننے کیلئے تیار نہیں۔ وہ حضور پاکؐ کو صرف بشریت تک محدود کرتا ہے۔ وہ واضح نہیں کر سکا کہ انسان کیا ہے اور نہ روح اور نفس کو خانوں میں بانٹ سکا ہے۔ نہ تخلیق کائنات کے سلسلہ میں اس نے ہمارے ازل سے ابد کے سفر کی منزلوں کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ اور نہ زمان ومکان کی پیدائش اور اس پر اللہ تعالیٰ کے حاوی ہونے یا اللہ تعالیٰ کے اپنے حبیبؐ کو ضرورت کے وقت بشر کے طور پر زمان ومکان پر حاوی کرنے کے سلسلہ میں کچھ سمجھ سکا۔ یعنی وہ فلسفہ موت وحیات کی وسعتوں کو بھی نہ سمجھ سکا۔ اور حیات وموت پر بھی سرسید کی طرح انگل پچو تبصرے کئے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے لامحدود ہونے والی بات کو تو سمجھتا ہے۔ لیکن وہ یہاں تک نہیں پہنچ پایا کہ اللہ تعالیٰ لامحدود رہتے ہوئے اپنے آپ کو محدود کر کے دیدار الہی سے کسی کو مشرف کر سکتا ہے۔ وہ یہ بھی نہیں سمجھا کہ مادی یا روحانی طاقتوں کو الگ خانوں میں بانٹنا ہمارے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کیلئے سب طاقتیں ایک جیسی ہیں۔ اور زمان ومکان یعنی ماضی اور مستقبل یا فاصلے ہمارے لئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کیلئے نہیں۔ وہ ایک

طرف کہتا ہے کہ پرانے مفکرین اور محققین کا سرمایہ اب کام نہیں دے سکتا۔ لیکن اپنے استدلال کو صحیح ثابت کرنے کیلئے وہ ان مفکرین اور محققین کے جائزوں کا سہارا لیتا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ پرانے محققین ہمارے سر کے تاج ہیں۔ ان کے جائزوں سے ہم عطر کشید کریں گے۔ لیکن نئی دریافتوں اور علوم میں بہت زیادہ عروج کی وجہ سے ہمیں ان عظیم انسانوں کے جائزوں کو اس زمانے کے تناظر میں پرکھنا چاہئے کہ ہمارے لئے ہر زمانے میں رہبر و رہنما مصطفیٰ" مصطفیٰ" ہیں۔ ان وضاحتوں کے بعد ہم گزارش کریں گی کہ سورۃ بنی اسرائیل، سورۃ النور اور سورۃ القصص پر تبصرہ کرتے وقت ایک طرح سے ہم پہلے ہی واضح کر آئے ہیں کہ مودودی سورۃ النجم کا جو ترجمہ کرے گا یا جو وضاحتیں پیش کرے گا۔ ہمارے لحاظ سے وہ مودودی کے عقائد سے مطابقت رکھتی ہوں گی۔ چنانچہ مودودی نے سورۃ النجم کے سلسلہ میں پیش لفظ کے چار صفحات لکھے اور پہلی 18 آیات مبارکہ کا جو ترجمہ کیا یا اس سلسلہ میں جو وضاحتیں پیش کیں۔ ان کی اکثر باتوں کے ساتھ ہمیں اختلاف ہے کہ یہ وضاحتیں نہیں، مودودی کی "سوچیں" ہیں۔ اب یہ سب کچھ لکھ کر ان باتوں پر اگر میں اپنے تبصرے لکھوں تو مجھے مودودی سے دگنے صفحات لکھنا پڑیں گے۔ اس لئے میں ان پہلی 18 آیات مبارکہ کا ترجمہ اپنے ایک ہم خیال بزرگ سید رفاعی کا لکھ رہا ہوں۔ اور مودودی کو ہم جہاں غلط سمجھیں گی اس پر سرسری تبصرہ کر دیں گے۔ سید رفاعی صاحب کا ترجمہ اس طرح ہے۔

65 ۔ سید رفاعی کا ترجمہ :۔

اور قسم ہے چمکتے ہوئے تارے کی جب وہ اترا۔ تمہارے صاحب نہ بھولے نہ چوکے۔ اور وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے۔ مگر وہ جو وحی کی جاتی ہے، انہیں سکھایا ہے اس نے جو زبردست قوتوں کا مالک ہے۔ پھر وہ جلوہ گر ہوا۔ اور قصد فرمایا اور وہ آسمان کے سب سے بلند کنارے پر تھا۔ پھر وہ نزدیک ہوا اور بہت قریب ہو گیا۔ تو وہ دو کمان یا اس سے کم فاصلے پر تھا۔ پس وحی فرمائی اپنے بندے کو جو کچھ وحی فرمائی۔ اس نے غلط نہ سمجھا جو کچھ اس نے دیکھا۔ تو کیا تم ان کو دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو۔ اور انہوں نے اسے دو طرح یا دوسری مرتبہ پھر دیکھا۔ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس (شب معراج میں) اس کے پاس رہا ساتھ جنت الماوی

ہے۔ جب کہ سدرۃ پر چھا رہا تھا جو کچھ کہ چھا رہا تھا۔ نہ ان کی نظر نے دھوکا کھایا، نہ وہ بھکی۔ یقیناً اس نے اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں"۔ رفاعی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ جو زبردست قوتوں والے کا ذکر ہے یہ خود اللہ تعالیٰ ہیں اس کے بعد دو کمان یا اس سے کم فاصلہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ عرب کا رواج تھا کہ جب کوئی کسی قبیلہ کا سردار کسی دوسرے سردار کے پاس مہمان ٹھہرتا تھا یا کوئی معاہدہ کیا جاتا تھا تو دونوں سردار کھلی جگہ پر باہر نکل کر اپنے ساتھیوں کے سامنے اپنی کمان ایک دوسرے کی کمان پر رکھ دیتے تھے۔ جس کا مطلب تھا کہ دونوں کمانوں سے ایک ہی دشمن کے خلاف تیر برسائیں گے۔ اور اعلان بھی کرتے تھے کہ تمہارا دشمن، ہمارا دشمن اور تمہارا دوست، ہمارا دوست ہے وغیرہ۔ نظر کے نہ بھکنے اور نہ غلطی کرنے پر بھی رفاعی صاحب وضاحت کرتے ہیں۔ کہ جو کچھ دیکھا اس کو برداشت کر گئے۔ اور یہاں پر اللہ تعالیٰ جو چمکنے والے تارے کی قسم کھاتے ہیں کہ جب وہ اترا، اس کو آج کل کی زبان میں خلائی جہاز کہہ لیں۔ جس کے ذریعہ سے حضور پاکؐ، اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچے۔ اور ہم حضور پاکؐ کی ایک حدیث مبارکہ کا ذکر کر چکے ہیں کہ حضرت جبرائیلؑ جس تارے کو ہزاروں سال بعد دیکھتے رہے، یہ حضور پاکؐ کا نور ہوتا تھا۔

66 ۔ معراج شریف:۔

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰؐ سے مجھے
کہ عالم بشریت کی زد میں گردوں

ہمارے لحاظ سے یہ اشارے معراج شریف کیلئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کو زمان و مکان پر حاوی کیا۔ اور فرمایا کہ انہوں نے بہت بڑی نشانیاں یا معجزے دیکھے اور سب حجاب اٹھ گئے۔ میرا اسلام سینہ بہ سینہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اولاد علیؑ ہوں۔ ہمیں بچپن میں اس سلسلہ میں بہت کچھ بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ بے پناہ، بے شمار اور عظیم طاقتوں کا مالک ہے، جو لامحدود ہیں۔ اور اس نے کچھ طاقتیں اپنی مخلوق میں ودیعت کر دی ہیں وغیرہ۔ اور وہ خود عرش معلیٰ پر استویٰ ہے۔ جہاں زمان و مکان کا وجود نہیں۔ اور ان الفاظ کا یہاں بھی ذکر ہے کہ وہاں سے اپنی تمام قوتوں کو چلا رہا ہے یا کنٹرول کر رہا ہے۔ اور اس لامحدود اللہ تعالیٰ نے اپنی حبیبؐ کے ساتھ لامحدود رہتے ہوئے اپنے آپ کو محدود کر کے

اپنے حبیبؐ کی میزبانی کی اور دیدار الہی سے مشرف کر کے پیار و محبت کی باتیں کیں اور جو دو مرتبہ یا دو صورتوں میں دیکھنے کا ذکر ہے اس کی جناب عبداللہؓ بن عباسؓ اس طرح وضاحت کرتے ہیں کہ حضور پاکؐ نے اپنے رب کو دو دفعہ دیکھا ایک بار سر کی آنکھوں سے اور ایک بار دل کی آنکھوں سے یعنی اپنے نور سے۔ جو شاید اس وقت کی بات ہے جب اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آپؐ کے نور کو پیدا کیا۔ اور آپؐ احمد تھے اور ہم اس چیز کی وضاحت پہلے کر آئے ہیں (واللہ اعلم بالصواب) ہم مادی آنکھوں کی بات کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ جو فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ میں کیوں جھگڑتے ہو تو آگے جواب بھی دے دیا کہ دو صورتوں میں دیکھا یا دو دفعہ دیکھا، اور جناب ابن عباسؓ کی روایت قرآن پاک کے تابع بیانات کی وضاحت ہے۔ اور امام احمدؒ بن حنبلؒ وغیرہ سب بزرگان دین یہی وضاحت کرتے رہے۔ نظر کے نہ بہکنے یعنی مازاغ وما بصر میں موازنہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ تو تجلی کو نہ برداشت کر سکے اور غش کھا کر گر گئے۔ لیکن ہمارے آقاؐ نہ صرف دیدار الہی کو برداشت کر گئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے پیار و محبت کی باتیں بھی کیں اور ہم نے تو اپنے بزرگوں سے یہ بھی سن رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے حبیبؐ جب دوست دوستوں کے پاس جاتے ہیں تو تحفے لے جاتے ہیں۔ آپؐ میرے لئے کیا تحفہ لے آئے ہیں۔ تو حضور پاکؐ نے فرمایا۔ "عاجزی" سبحان اللہ یہ ہے شان ہمارے آقاؐ کی کہ رب العالمین نے آپؐ کو رحمتہ اللعالمین بنایا۔ لیکن آپؐ عاجزی سے شکر گزار ہو رہے ہیں کہ خالق کی شان کے سامنے مخلوق کو بڑے سے بڑے انعام کے بعد بھی عاجزی سے شکر گزاری کرنا چاہیئے۔ اور ہمیں رحمتہ اللعالمین کی شان کو بھی عاجزی کے ذریعہ سے سمجھنا چاہئے۔ اور کاش اگر مودودی ایسے کرتا، تو وہ بھی ہمارے سر کا تاج بن جاتا ہے۔

سینہ روشن ہو تو ہے سوز سخن عین حیات
ہو نہ روشن تو سخن مرگ دوام اے ساقی

67 ۔ مودودی کا عقیدہ:۔

چنانچہ مودودی نے ان آیات مبارکہ کے جو معنی کئے ہیں۔ وہ کافی خشک اور بے

مراد اللہ تعالیٰ لی ہے۔ لیکن وہ ان مفسرین اور راویوں سے متفق ہے جو کہتے ہیں کہ یہ اشارہ جبرائیلؑ فرشتہ کی طرف ہے۔ اور یہ جبرائیلؑ فرشتہ تھا جو آسمان پر نمودار ہوا اور پھر نیچے جھکتا رہا اور اتنا نزدیک آگیا کہ فاصلہ دو کمان کے برابر رہ گیا۔ دوسری ملاقات بھی حضرت جبرائیلؑ کے ساتھ سدرۃ المنتہیٰ کے نزدیک کراتا ہے اور سدرۃ کے لغوی معنی لکھنے میں کافی وقت ضائع کرتا ہے۔ اس کے بعد نظر نے جو کچھ دیکھا، واقعی اس کو دل نے حضرت جبرائیلؑ تسلیم کیا کہ جبرائیلؑ فرشتہ کو دیکھ کر نظر نہ چندھیائی۔ اور آیت 18 کے بارے میں کہتا ہے کہ یہ جو حضور پاکؐ نے بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ صرف نشانیاں دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھا (نعوذ باللہ)۔ ہم تو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا ذکر آیت مبارکہ سے اخذ کر رہے ہیں کہ بسم اللہ ہی تارے یا خلائی جہاز کے اپنے رب کے پاس اترنے کی قسم سے کی۔ اور آخر میں اللہ تعالیٰ Sum-up کرتا ہے کہ ملاقات سمیت حضور پاکؐ نے اور بھی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ بہر حال یہ سب کچھ پڑھ کر رونا بھی آیا۔ سر بھی پیٹ لیا کہ مودودی، دیدار الٰہی کے سلسلہ میں حضور پاکؐ کی شان کو گھٹانے پر تلا ہوا ہے۔ جبرائیلؑ فرشتہ تو غار حرا میں بھی آیا۔ لطیفہ کے طور پر آپؐ کے دل پر بھی نازل ہوتا تھا۔ انسانی شکل میں بھی آیا کہ جنگ خندق کے بعد غزوہ بنو قریظہ کے احکام لے کر انسانی شکل میں آیا اور لوگوں نے سمجھا کہ ضیاٗ بن خلیفہ کلبی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بجائے وہ کیسے زبردست قوتوں والا بن گیا۔ اس نے کیسے عرش پر استویٰ کیا جس عرش کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ یہاں اس سورۃ میں حضرت جبرائیلؑ کی ایسی شان بلند کرنے میں مقصد کیا تھا کہ جناب جبرائیلؑ تو صرف پیغام رسانی کا کام کرتے ہیں۔ پھر اگر معراج کا مقصد اللہ تعالیٰ کا صرف حضور پاکؐ سے متکلم ہونا تھا تو جیسے اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰؑ سے کلام کرتا رہا۔ ہمارے حضور پاکؐ سے بھی کرتا۔ پھر حضور پاکؐ وحی کے نازل ہونے کی بات تو پہلے بھی کرتے تھے۔ آپ نے معراج کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ سے ملاقات یا دیدار الٰہی کا ذکر کیا۔ تو کفار نے اتنی سخت مخالفت کی۔ پھر ہمارے آقاؐ کی شان کا باقی پیغمبروں سے موازنہ کرنا اصولی طور پر صحیح نہیں کہ سب پیغمبر محدود وقت کیلئے محدود علاقوں میں بھیجے گئے۔ ہمارے آقاؐ کی رسالت دائمی ہے اور تمام انسانیت کیلئے پیغمبر ہیں۔ جو زمان و مکان کو اپنے محیط میں لئے ہوئے ہے۔ اس لئے

کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کو بشر کی حالت میں بھی زمان و مکان پر حاوی کر دیا۔ اس سلسلہ میں معراج کے دوسرے دن لوگوں نے حضور پاکؐ سے مسجد اقصیٰ کے دروازوں اور کھڑکیوں کے بارے میں سوالات کئے تو مسجد اقصیٰ حضور پاکؐ کے سامنے آ گئی یا بعد میں مدینہ منورہ میں جنگ موتہ کے وقت حضور پاکؐ مسجد نبویؐ میں بیٹھے صحابہ کرامؓ کو جنگ کے حالات سے آگاہ فرماتے رہے۔ چنانچہ کنزالعمال جلد 6 فتح الکبیر میں ذکر ہے کہ ہمارے آقاؐ نے فرمایا کہ ساری کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ وہ سب کچھ ایسے دیکھ رہے ہیں، جیسے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو۔ کاش! ہم بشری محدودیتوں اور تقاضوں کو سمجھتے کہ حضور پاکؐ کا نور اور جمال مبارک ہم سے کچھ پوشیدہ رکھا گیا، کہ نسل انسانی میں حقیقت محمدیؐ کو نہ دیکھنے کی طاقت ہے اور نہ برداشت کرنے کی۔ کیونکہ حضور پاکؐ نے جناب ابو بکرؓ کو بتایا۔ "اے ابو بکرؓ آپ اچھی طرح جان لیں کہ میری حقیقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ علماء دیوبند بھی مودودی کی طرح، ان مفسرین سے اتفاق کرتے ہیں جو معراج کے دیدار الہی والے پہلو کے منکر ہیں۔ کہ دہلی کے نزدیک کے اسلامی اداروں پر انگریزوں کی سازش کہ "روح محمدؐ ان کے بدن سے نکال دو" کے اثرات بہت زیادہ تھے کہ مودودی نے بھی دہلی کے نزدیک فتح پور میں تعلیم حاصل کی تھی۔ لیکن انگریزوں کی سازش تو سیالکوٹ اور گورداسپور میں بھی پروان چڑھی۔ کہ ان علاقوں کا چناؤ ایک خاص ضرورت کے تحت کیا گیا، جو لمبا مضمون ہے۔ کہ مسلمان جہاں اقلیت میں تھے، وہاں بھی جھوٹے نبی کے خلاف سخت رد عمل ہوتا اور اکثریت کے علاقوں میں بھی۔ گورداسپور میں مسلمان آبادی کا آدھا حصہ تھے اور غربت میں لپے ہوئے تھے۔ تو اس گرد و نواح میں سخت رد عمل نہ ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان علاقوں کو 1947ء میں عبرتناک سزا ملی۔ گھر بار چھوڑنے پڑے اور ستر ہزار نوجوان عورتیں کفار کے پاس چھوڑ آئے۔ اب پنجاب کے مرکز ربوہ میں ہم نے جھوٹے نبی کا مرکز بنا دیا ہے۔ اور یہ کام لیاقت علی اور دولتانہ نے کرایا۔ سزا شروع ہے۔ شیعہ، سنی فسادات ربوہ کے گرد و نواح میں ہو رہے ہیں۔ سخت سزا بھی مل سکتی ہے۔

68 ۔ سورۃ القمر:۔

قرآن پاک کی سورۃ القمر کی پہلی چار آیات مبارکہ میں معجزہ شق القمر کا ذکر ہے۔ مودودی نے اس سلسلہ میں اس سورۃ کے پیش لفظ میں بھی اور وضاحتوں میں بھی جو راہ اختیار کی۔ اس کو پڑھ کر انسان حیران ہو جاتا ہے کہ وہ کہتا ہے۔ کیا یہ معجزہ تھا یا واقعہ؟ دراصل آج سے سو سال پہلے تو سائنسدان اس بات کو بھی تسلیم نہ کرتے تھے کہ کیا چاند پھٹ بھی سکتا ہے کہ ان کے مطابق یہ کائنات دائمی تھی اور ذرہ ٹوٹ نہیں سکتا۔ تو اس زمانے میں مودودی کی قسم کے لوگ اس واقعہ کے ہونے سے بھی انکار کرتے رہے۔ اب سائنس نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ چاند جیسے سیارے نہ صرف پھٹ سکتے ہیں بلکہ پھٹنے کے بعد کشش ثقل سے جڑ بھی سکتے ہیں۔ اور حضور پاکؐ کے زمانے میں اتنے عینی شاہدوں نے یہ کچھ ہوتے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور احادیث مبارکہ کی کتابیں ان گواہیوں سے بھری پڑی ہیں۔ تو مودودی نے کئی صفحے سیاہ کر کے یہ راہ اختیار کی کہ چاند پھٹا تو تھا، لیکن جناب انسؓ بن مالک کے بغیر کسی نے اس واقعہ کو معجزہ نہیں کہا۔ یعنی مودودی کی تحریر سے، اس نے حضور پاکؐ کی شان کم کرنے کیلئے چاند کے ٹکڑے ہونے کو معجزہ کی بجائے ایک حادثاتی واقعہ بنا دیا۔ (نعوذ باللہ)۔ ویسے معجزہ واقعہ تو ہوتا ہے ہم اس کو قرآن پاک کی مدد سے معجزاتی واقعہ ثابت کریں گے۔ کہ معجزہ شق القمر کے باقی متعدد شاہد یعنی حضرت علیؓ، جناب جبیرؓ بن معطم وغیرہ کسی تفصیل میں اس لئے نہیں جاتے کہ جب تک وہ زندہ تھے ان کے ہم عصر لوگوں نے اس واقعہ کو معجزہ کے طور پر آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اور کسی شک کی گنجائش تھی ہی نہیں۔ جناب انسؓ بن مالک اور جناب عبداللہؓ بن عباسؓ اس معجزہ کے عینی شاہد نہ تھے۔ انہوں نے بزرگوں سے سن کر یہ پورا واقعہ ان لوگوں کے سامنے بیان کیا۔ جو اس معجزہ کے بعد پیدا ہوئے تو وہ صاحبان پوری تفصیل بتاتے تھے، کہ کافروں کو اپنے حبیبؐ کی شان واضح کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کی انگلی کے اشارہ سے اس معجزہ کا ظہور پذیر ہونا دکھایا۔ لیکن مودودی تو یہاں تک چلا جاتا ہے کہ اگر یہ معجزہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ پہلے یہ نہ کہتا کہ قیامت قریب آگئی ہے۔ خدا کے بندے ایسے الفاظ قرآن پاک کی کئی سورتوں میں موجود ہیں اور عام طور پر ڈرانے کیلئے اللہ تعالیٰ ایسے الفاظ پہلے ادا کرتے ہیں۔

اور قیامت اب قریب آ بھی گئی ہے کہ نبی آخرالزمانؐ مبعوث ہوئے۔ لیکن اسی سورۃ کی تیسری آیت پڑھ کر مودودی اور ان کے مداحوں کو کچھ شرم ضرور آنی چاہیئے۔ جب ارشاد ربانی ہوا کہ اگر وہ کوئی نشانی یعنی معجزہ کی قسم کی چیز دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ تو جادو ہے، جو چلا آتا ہے۔ چنانچہ اس معجزہ کو کافروں نے جادو کہا۔ تو یہی گواہی کافی ہے۔ لیکن مودودی صاحب کے سامنے ہر وقت صرف اور صرف، حضور پاکؐ کی شان کو کم کرنا ہوتا ہے، اس لئے وہ بے لگام باتوں سے باز نہ آئے گا۔ افسوس صد افسوس! کہ سرسید اور مودودی حضور پاکؐ کے کسی معجزہ کو تسلیم نہیں کرتے۔

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

69 ۔ سورۃ الرحمن و سورۃ الواقعہ:۔

سورۃ الفاتحہ کی وضاحت کے وقت گزارش کی تھی کہ اس کائنات کی تخلیق اور اس میں اللہ تعالیٰ ہر روز نئی شان میں ہونے کیلئے اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک الرحمن بڑا اہم ہے اور سورۃ الرحمن اس اسم مبارک سے شروع ہوتی ہے۔ اور آگے علم القرآن کا ذکر ہے۔ جس کے بارے میں ایک حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تخلیق کائنات یا تخلیق انسانیت سے پہلے قلم کو پیدا کیا، جس نے اللہ تعالیٰ کا سارا منشور لکھ دیا۔ جو ام الکتاب میں ہے اور یہ قرآن پاک اس کتاب کا اختصار ہے۔ اور اصغر و اکبر اس میں موجود ہے وغیرہ۔ ہم اپنی سوچ اور عقائد کا بھرپور بیان کر چکے ہیں کہ ہمارے آقا خود قرآن یا قرآن کا علم یا اللہ کا نور ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسانوں یا نفوس کی تخلیق سے پہلے قرآن پاک کا علم یا اپنے حبیبؐ کا نور پیدا کیا وغیرہ۔ تو ان تین آیات مبارکہ کی مکمل وضاحت ایک بہت بڑا مضمون ہے۔ لیکن مودودی اس کا ترجمہ اس طرح کرتا ہے کہ رحمن نے قرآن کی تعلیم دی اور اسی نے انسان کو پیدا کیا۔ اور آگے وضاحت میں اپنی منفی طرز تحریر سے کام لیتا ہے کہ حضور پاکؐ اس کے مصنف نہیں۔ مانا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے لیکن حضور پاکؐ اس کے حامل ہیں۔ بات تو ... سے کرنا چاہیئے، لیکن بہتر طرز تحریر کی بجائے وہ منفی بیانات سے زیادہ لطف اندوز ہوتا

ہے۔ اب ذرا سورۃ الواقعہ کی آیات مبارکہ 90 اور 91 پڑھیں، جن کا سید رفاعیؒ، شاہ رفیع الدینؒ اور اشرف علی تھانویؒ یہ ترجمہ کرتے ہیں۔ "یہ جو داہنی طرف والے صاحبان ہیں (تو اے حبیبؐ) آپ پر سلام ہو داہنی طرف والوں سے"۔ یہ عاجز اس فلسفہ کو سورۃ الفاتحہ پر تبصرہ کرتے وقت ازل سے ابد کی طرف صراط مستقیم پر رواں دواں قافلہ حق کے حضور پاکؐ پر سلام بھیجنے اور حضور پاکؐ کے جواب مبارک کا اختصار سے ذکر کر آیا تھا لیکن مودودی کو حضور پاکؐ پر سلام بھیجنے والی ادا پسند نہیں ہے۔ وہ ان آیات مبارکہ کا ترجمہ یہ کرتا ہے "اگر وہ اصحاب یمین والوں سے ہو تو اس کا استقبال یوں ہوتا ہے کہ سلام ہو تجھے۔ اصحاب یمین سے"۔ یعنی "اگر" اور "مگر" کی مدد سے پورے معنی تبدیل کر دیئے۔ اور لفظ "لک" جو حضور پاکؐ کیلئے تھا۔ اس کے معنی اپنی مرضی سے کر دیئے۔ اور مقصد حضور پاکؐ کی شان کو کم کرنا تھا۔ تو یہ میرے اللہ جو آدمی حضور پاکؐ کی شان کم کرنے کیلئے غلط ترجمے سے باز نہیں آتا، اس کے بارے میں قارئین خود فیصلہ کر لیں کہ اس صاحب کے سامنے کوئی خاص "مقاصد" تھے۔ ظاہر ہے کہ وہ کسی سازش کی "کڑی" ہے یا پیداوار۔ یعنی

ترا وجود سراپا تجلی فرنگ
کہ تو وہاں کے عمارت گروں کی ہے تعمیر

70 ۔ سورۃ الحدید، سورۃ المجادلہ اور سورۃ الحشر:۔

سورۃ الحدید کی آیت مبارکہ 3 میں اللہ تعالیٰ کے اول وآخر وظاہر وباطن اور ہر چیز کے علم رکھنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ اپنے زمان ومکان پر حاوی ہونے کے وسیع مضمون کو چند الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ جس کی وضاحت میں مودودی صرف باطن (مخفی) پہلو پر چند فقرے لکھ کر ثابت کرتا ہے کہ وہ زمان ومکان کے وسیع مضمون سے کافی نابلد ہے۔ جو صاحبان اس مضمون سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ وہ ہماری کتاب "حیات بعد الموت" پڑھیں اور خاص کر صفحہ 376 سے 382 پر زیادہ دھیان دیں۔ سورۃ المجادلہ کی پہلی پانچ آیات مبارکہ عورتوں اور مردوں کے تعلقات کے بارے میں ہیں۔ ایسی "چسکے" والی باتوں پر مودودی کا قلم بے لگام ہو جاتا ہے اور اس نے سولہ صفحات سیاہ کر دیئے۔ لیکن اس سورۃ کی

آخری آیت مبارکہ جو اللہ کی فوج (حزب اللہ) کے فلاح پانے کے بارے میں ہے، وہاں اول تو ترجمہ میں فوج کی بجائے پارٹی کیا اور اس اہم ضرورت کی وضاحت پر ایک لفظ بھی نہ لکھا۔ جو صاحبان اس ضرورت سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ وہ کتاب "اسلامی نظام حکومت" پڑھیں اور خاص کر صفحہ 29A اور 53-52 سے استفادہ کریں۔ یہ وسیع مضمون کہ حزب اللہ کے طور پر ہمارے مقاصد حیات کیا ہیں۔ پوری کتاب کا مضمون ہے۔ سورۃ الحشر کی آخری آیات مبارکہ اللہ تعالیٰ کی شان میں ہیں اور کافی اسماء مبارکہ وہاں اکٹھے بیان کئے گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں مودودی وضاحت بڑے اختصار سے کرتا ہے۔ جس پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں۔ لیکن وضاحتوں میں توازن بالکل نہیں۔ اور ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ کی ان صفات کی خوب تر وضاحت کی جاتی۔ کہ ان صفحات کا تعلق ہمارے فلسفہ حیات سے ہے۔

71 ۔ سورۃ الممتحنہ:۔

سورۃ الممتحنہ کی آخری آیت کا مودودی بالکل ہی غلط ترجمہ کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ "جس طرح قبروں میں پڑے کافر مایوس ہیں"۔ پھر اس کو خیال آتا ہے کہ یہ ترجمہ میں واضح غلطی ہے، تو وضاحت میں کہتا ہے کہ اس آیت مبارکہ کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ اور ایک معنی صحیح معنوں کے نزدیک کے الفاظ میں بھی کر دیتا ہے "کہ وہ لوگ آخرت کی بھلائی اور اس کے ثواب سے اس طرح مایوس ہیں۔ جس طرح زندگی بعد موت سے انکار کرنے والے اس بات سے مایوس ہیں"۔ حالانکہ سید رفاعی کے مطابق صحیح ترجمہ یہ ہے۔ "اے ایمان والو! ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ غضبناک ہوا ہے۔ اور وہ آخرت سے مایوس ہو چکے ہیں، جیسے کافر آس توڑ بیٹھے ہیں، اصحاب قبور یا قبر والوں سے "۔ مودودی قبروں اور مزاروں سے بہت "الرجک" ہے اور ان کے نزدیک مسجدوں کے تعمیر کے بھی خلاف ہے اور ہم سورۃ کہف کے بیان میں یہ سب تبصرہ کر چکے ہیں۔ تو یہاں اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی ہو گی تو غلط معنی کر کے اور مہمل وضاحت سے اپنے پرانے استدلالوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ بات اعتدال کی ہے اگر مودودی اسلامی فلسفہ حیات کو سمجھنے کی کوشش کرتا کہ انسان کیا ہے۔ اور قبروں کو برزخ کیلئے استعارہ سمجھتا، اور صرف قبروں کی پوجا سے

منع کرتا یا مزاروں پر ڈالیاں چڑھانے سے منع کرتا لیکن قبر کی توقیر کے اس طرح پرخچے نہ اڑاتا تو مودودی یہاں یہ مہمل بیانات لکھنے سے بچ جاتا۔ اس سلسلہ میں طبقات ابن سعد میں روایات ہے کہ حضور پاکؐ کے بیٹے حضرت ابراہیمؓ جب فوت ہوئے، تو حضور پاکؐ نے فرمایا۔ "قبر کو اوپر سے ٹھیک کر دو۔ قبر والے کیلئے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن یہ ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ (سبحان اللہ)۔ یعنی قبر کی توقیر ضروری ہے۔ اور قبر ہمیں قبر والے کی یاد دلاتی ہے۔ جناب عبداللہؓ بن عمرؓ جب کسی سفر سے واپس آکر مدینہ منورہ پہنچتے تھے۔ تو مسجد نبویؐ کے ساتھ حضور پاکؐ کی قبر مبارک پر حاضر ہونے کے بعد عرض کرتے تھے السلام علیکم یا رسول اللہ۔ السلام علیکم یا ابابکر صدیقؓ، السلام علیکم یا عمرؓ بن خطاب۔ اور آج بھی ہم روضہ رسولؐ پر حاضری کے وقت ایسا سلام عرض کرتے ہیں لیکن مودودی کے ہم خیال تو آج کل ہم اگر "یا رسول اللہ" کے لفظ کہہ دیں تو کہتے ہیں یہ شرک ہے کہ یہ لوگ مردوں کو پکار رہے ہیں حالانکہ جنگ یمامہ میں مسلمانوں کا نعرہ "یا محمدؐ" تھا۔ اور ہر نماز میں ہم "اسلام علیک یا ایھا النبی" ور حمتہ اللہ وبرکاتہ پڑھتے ہیں۔ شرک کیا ہے ہم وضاحت کر آئے ہیں۔ ہماری سوچوں میں اعتدال والے رویہ کی ضرورت ہے۔ اور ان فضول تفرقوں کو ختم کرنا چاہیئے۔ اور عمل کے فلسفہ کو اپنانا چاہیئے۔ اور یہ مدنظر رکھنا چاہیئے کہ ہمارا عمل خیر کے تابع ہے یا شر کے۔ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ شرک کا مضمون بہت وسیع ہے۔ کاش ہماری سوچوں میں اعتدال اور وحدت پیدا ہو جائے۔

آہ اس راز سے واقف ہے نہ ملا نہ فقیہ
وحدت افکار کی بے وحدت کردار ہے خام

72۔ سورۃ الصف و سورۃ الطلاق:۔

سورۃ الصف کی آیات مبارکہ 10 اور 11 نظریہ جہاد کے سلسلہ میں بڑے اونچے پایہ کی ضرورت کی نشاندہی کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حکم دیتے ہیں کہ "اے ایمان والو! کیا میں تمہیں وہ تجارت نہ بتاؤں جو تمہیں عذاب الیم سے بچائے"۔ حضور پاکؐ کے زمانے کے غیرتمند مسلمان اس عذاب الیم میں گرفتار نہ تھے۔ جس عذاب میں آج ہم گرفتار ہیں تو

یہ ہدایات تو خاص طور پر ہم جیسے لوگوں کیلئے ہیں، کہ آگے حکم ہے کہ جہاد کرو اپنے مالوں سے اور جانوں سے"۔ یعنی جہاد صرف مال اور جان ہی سے جائز ہے۔ یہ قلمی جہاد اور زبانی جہاد۔ جہاد کو بے جان کرنے کی سازشیں ہیں۔ اور مودودی صاحب نے کتاب " جہاد فی الاسلام" لکھ کر اور کشمیر کے جہاد کے سلسلہ میں ایک رائے دے کر نہ صرف جہاد کو بے جان کر دیا ہے بلکہ ہمیں جہاد سے دور کر دیا ہے۔ اور یہ ذکر میں پہلے باب میں کر آیا ہوں۔ یہاں بھی مودودی ان آیات مبارکہ کی وضاحت میں دو تین بے جان فقرے لکھتے ہیں۔ افسوس صد افسوس! جو لوگ نظریہ جہاد کو اور جہاد کے تقاضوں کو سمجھنا چاہتے ہیں۔ وہ کتاب " حضور پاکؐ کے جلال و جمال" کے پچیسویں باب اور " اسلامی نظام حکومت" کے پانچویں اور چھٹے ابواب سے استفادہ کریں۔ مودودی جو " چسکے" والی باتوں پر ہزاروں صفحے سیاہ کر چکا ہے۔ نظریہ جہاد کو بے جان کرنے کے بغیر اس سلسلہ میں کچھ بھی نہیں کرنا چاہتا۔ کاش! وہ یہاں جہاد کے تقاضوں پر دو صفحات ہی لکھ دیتا۔ سورۃ الطلاق کی پہلی دو آیتیں، عورتوں اور مردوں کے تعلقات پر تھیں۔ تو مودودی نے " چسکے" کے طور پر اس موضوع پر دس صفحات سیاہ کر دیئے اور آیت نمبر 10 زیادہ اہم تھی جہاں حضور پاکؐ کے لوگوں کو اندھیروں سے روشنی میں لانے کا ذکر ہے کہ مومن کی فراست کے پہلو کو زیر بحث لایا جاتا کہ حضور پاکؐ کا فرمان ہے کہ ڈر مومن کی فراست سے کہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔ وہاں مودودی کی وضاحت چند فقروں میں ختم ہو جاتی ہے۔ کہ مودودی جب حضور پاکؐ کو نور لکھنے کو تیار نہیں، تو وہ یہ کیسے سمجھ سکے گا کہ " آنکھ کا نور دل کا نور نہیں"۔

73 ۔ سورۃ المزمل، سورۃ المدثر اور سورۃ القیامت:۔

مودودی سورۃ المزمل کے آیت مبارکہ ایک کے نوٹ 1 میں خود بخود مفہوم نکال کر حضور پاکؐ کیلئے اللہ تعالیٰ کی زبان پر یہ الفاظ ڈالتا ہے۔ یعنی اب وہ دور گزر گیا جب آپ آرام سے پاؤں پھیلا کر سوتے تھے۔" یہ بے ادبی کے تحت آتا ہے۔ سورۃ المدثر کی آیت مبارکہ اول کے نوٹ 1 میں یہ کہنا کہ آسمان و زمین کے درمیان حضور پاکؐ نے حضور

جبرائیلؑ کو جو کرسی پر بیٹھے دیکھا تو حضور پاکؐ ہیبت زدہ ہو گئے۔ اور اس لئے کپڑا اوڑھ لیا"
یہ بڑی زیادتی ہے۔ ہم نے اکثر احادیث مبارکہ میں یہ بات پڑھی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ
"مجھے اڑھاؤ، مجھے اڑھاؤ" لیکن اس کی کئی اور وجوہات بھی ہو سکتی ہیں۔ یعنی موسم، تھکاوٹ
یا گہری سوچ وغیرہ۔ لیکن ہیبت اور ڈر کی بات کرنا بے ادبی ہے۔ سورۃ النجم میں ہمارے لحاظ
سے تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملاقات کے وقت "مازاغ وما بصر" کا ہم ذکر کر آئے ہیں۔ مودودی
اس کو فرشتہ کے ساتھ ملاقات تو مانتا ہے۔ وہاں آنکھ نہ جھپکی تو یہاں کونسی ہیبت تھی۔ تو
اس کو اپنی اس تضاد بیانی پر سوچنا چاہیئے۔ سورۃ القیامت کی آیات مبارکہ 17 اور 18 میں
اللہ تعالیٰ اپنے حبیبؐ کو باور کرا دیتے ہیں کہ انؐ کو قرآن پاک کا یاد کرانا اور پڑھوا دینا
ہمارے ذمہ ہے۔ اب اگر مودودی کو یاد ہوتا کہ سورۃ النجم کی وضاحت میں وہ آیت مبارکہ
5 میں نے صرف سخت قوت والے کو اللہ تعالیٰ کی بجائے جبرائیلؑ فرشتہ کو بنا آئے تھے۔ تو
ضرور اپنی ساری غلطیوں کی تصحیح کرتے کہ یہ عاجز سورۃ الکہف میں جو "فارونا" کے لفظ کی
وضاحت کر آیا ہے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کارداروں کو یہ نظام خدائی
چلانے میں کچھ "شرکت" کی سعادت عطا فرماتا ہے کہ یہاں بھی جمع متکلم کا صیغہ ہے۔ اگر
مودودی قرآن پاک کی ان ساری باریکیوں کو سمجھ کر اپنے استدلال میں اعتدال پیدا کرتا۔ تو
شرک یا اہل قبور کے معاملات میں ایسی "بے لگام" تاویلیں نہ پیش کرتا، جو اس نے کی
ہیں۔ یعنی

اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا
آج تک فیصلہ نفع و ضرر کر نہ سکا

74 ۔ سورۃ عبس:۔

سورۃ عبس کے پیش لفظ میں مودودی عجیب وغریب تحریر سے آدمی کو تذبذب میں
ڈال دیتا ہے۔ اور موضوع کے بارے میں کہتا ہے کہ ایک نابینا سے بے رخی برتنے اور
بڑے بڑے سرداروں کی طرف توجہ کرنے کی بنا۔ پر اس سورۃ میں نبیؐ پر عتاب فرمایا گیا۔
(نعوذ باللہ)۔ لیکن آگے خود تسلیم کرتا ہے کہ پوری سورۃ پر مجموعی طور پر غور کیا جائے تو یہ

عتاب کفار قریش کے سرداروں پر تھا جو تکبر اور ہٹ دھرمی کر رہے تھے۔ مودودی اس سورۃ کی پہلی دو آیات مبارکہ کا ترجمہ تو کچھ صحیح کرتا ہے اور لفظ "ہ" کیلئے غائب کا صیغہ کو مدنظر رکھ کر کہتا ہے کہ یہ دو آیات حضور پاکؐ کیلئے براہ راست خطاب نہیں۔ لیکن علماء دیوبند تو ان پہلی دو آیات کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں۔ کہ "تیوری چڑھائی اور بے رخی برتی (حضور پاکؐ نے) کہ وہ اندھا انؐ کے پاس کیوں آگیا"۔ مودودی یہ صحیح ترجمہ کرنے کے بعد وضاحت نمبر1 میں کہتا ہے کہ "اگرچہ بعد کے فقروں میں براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا گیا۔ جس سے یہ بات خود ظاہر ہو جاتی ہے کہ ترش روئی اور بے رخی برتنے کا یہ فعل حضور پاکؐ ہی سے صادر ہوا تھا۔ (نعوذ باللہ)۔ لیکن کلام کی ابتداء اس طرح کی گئی کہ گویا حضور پاکؐ کا یہ فعل نہیں، یہ کسی اور شخص کا فعل ہے"۔ اب یہ کچھ جب مودودی نے تسلیم کر لیا ہے تو اگر اس کی سوچ مثبت ہوتی، تو وہ سوچتا کہ ہمارے آقاؐ جو خلق عظیم کے مالک ہیں وہ ایسی بے رخی کیوں برتتے۔ جناب سید رفاعی نے اپنی وضاحتوں میں ان غلط ترجمہ کرنے والوں یا غلط وضاحتوں والوں کے خلاف بڑے پیارے دلائل دیئے ہیں کہ یہ لوگ حضور پاکؐ کی شان کو سمجھنے کی کوشش کرتے تو یہ غلطیاں کبھی نہ کرتے۔ لیکن مودودی نے اپنے مزید دلائل میں بڑے فضول نکتے اٹھائے ہیں کہ جناب ابن ام مکتومؓ جو نابینا تھے اور ان کی آمد پر حضور پاکؐ نے تیوری چڑھائی کہ وہ جناب خدیجہؓ ام المؤمنین کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ اس لئے ان کو اپنا سمجھ کر ان کی پرواہ نہ کی اور بنی امیہ کا سردار (شاید عتبہ بن ربیعہ) جو پاس بیٹھا تھا۔ اس کے اسلام میں آنے کے بڑے خواہشمند تھے کہ اس کے مسلمان ہونے سے اسلام کو طاقت حاصل ہو گی۔ اور اس نابینا کی کیا بات ہے لیکن اللہ کے گھر میں یہ نابینا اہم ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عتاب آیا۔ (نعوذ باللہ)۔ اب ہم تقریباً اختتام کو پہنچنے والے ہیں تو ہمیں یہ لکھنے میں کوئی عار نہیں کہ مودودی چونکہ حضور پاکؐ کی شان کو سمجھنے کے سلسلہ میں عاجزی نہیں کرتا۔ تو اس پر یہ لاگو ہے۔ "میری نگاہ الجھ کے رہ گئی میرے توہمات میں"۔ علامہ اقبالؒ چونکہ حضور پاکؐ کی شان میں عاجزی کرتا ہے۔ تو "ان کی نگاہ تیز چیر گئی دل وجود کو"۔ اور حضور پاکؐ کے بارے میں گزارش کرتے ہیں۔

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر

وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ

ان کا سارا کلام عشق رسولؐ اور نظریہ جہاد کے گرد گھومتا ہے اور یہاں صرف قرآن پاک سے متعلقہ چند شعر لکھے جاتے ہیں کہ قارئین موازنہ کریں کہ مودودی قرآن پاک کا صحیح مفسر ہے یا علامہ اقبالؒ۔

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب

گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ

ذرہ ریگ کو دیا تو نے طلوع آفتاب

شوکت سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود

فقر جنیدؒ و بایزیدؒ تیرا جمال بے نقاب

75 ۔ سورۃ التکویر:۔

سورۃ التکویر کی آیات مبارکہ 14 تا 19 اپنے اندر بے حساب علوم کو سموئے ہوئے ہیں۔ سورۃ الفاتحہ میں ہم نے جو لفظ "رب العالمین" کا ذکر کیا ہے یہ سورۃ اس عظیم لفظ سے ختم ہوتی ہے کہ حضور پاکؐ یعنی رحمتہ اللعالمین وہی چاہتے ہیں جو رب العالمین چاہتا ہے۔ اور یہ قرآن پاک "ذکر للعالمین" ہے۔ قارئین! اس عاجز نے سورۃ الفاتحہ کی وضاحت میں جو گزارش کی تھی کہ مودودی کی تفہیم بے مقصد ہے۔ اور اب آپ لوگ اندازہ لگائیں کہ جگہ جگہ سورۃ الفاتحہ کے قرآن پاک کے مقدمہ ہونے کا ذکر خود بخود ہوتا رہا۔ کاش مودودی صاحب اس فلسفہ کو سمجھتے اور ان تین الفاظ کیلئے یہاں صفحات کے صفحات لکھتے کہ وہ جو حضور پاکؐ کے علم غیب کے سلسلہ میں بھی طرح طرح کے ریمارکس لکھتے رہے ہیں۔ یہاں آیت مبارکہ 14 تو صاف کہتی ہے کہ رحمتہ للعالمین لوگوں تک وہ علم غیب پہنچانے تشریف لائے ہیں جو اللہ نے چاہا کہ وہ لوگوں تک پہنچائیں۔ گو مودودی کا ترجمہ منفی الفاظ میں ہے کہ آپؐ یہ علم لوگوں تک پہنچانے میں

بخیل نہیں ہیں۔ اور کاش مودودی صاحب حضور پاکؐ کی شان میں عاجزی کر کے مومن کی فراست حاصل کر لیتا۔ کہ علامہ اقبالؒ کہتا ہے کہ

دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

76 ۔ سورۃ الانفطار:۔

مجھے سخت انتظار تھا کہ سورۃ الانفطار کی آیت مبارکہ 4 میں اللہ تعالیٰ جو قبروں کو کھولنے کا ذکر کرتے ہیں۔ مودودی وہاں کیا کہتا ہے کہ میں سورۃ الکہف اور سورۃ الممتحنہ میں اس سلسلہ میں کئی وضاحتیں پیش کر چکا ہوں۔ اب مودودی نے یہ صحیح طور پر اس آیت کا معنی یہ لکھا ہے کہ "مراد لوگوں کو زندہ کرنا ہے"۔ لیکن یہاں مودودی کوئی "اگر" یا "مگر" کرنے کے قابل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدھے طور پر یہ کیوں نہیں لکھ دیا کہ جب لوگ دوبارہ زندہ ہوں گے یا موت سے اٹھیں گے، تو قبر کو کھولنا کیوں لکھا۔ تو ظاہر ہے کہ جب تک یہ دنیا موجود ہے تو اللہ تعالیٰ قبروں کے وجود اور ان کی توقیر کو تسلیم کرتا ہے۔ اور ان کے نزدیک جو مسجدیں بنائی گئی ہیں یا جو آستانے ہیں اور وہاں اللہ اور رسول کا نام بلند ہوتا ہے تو ہم ان مقامات کے ساتھ وہ نفرت نہ دکھائیں جو مودودی نے دکھائی ہے۔ غلط کام اور جگہوں پر بھی ہوتے ہیں۔ ان کو دوسری جگہوں پر اور مزاروں پر بھی روکنا چاہیئے۔ اور بعض مزاروں پر (جگہوں کے نام نہیں لکھ رہا) جا کر میں خود بڑا مایوس ہوا۔ بلکہ کئی دفعہ تو ایسے تاثر پیدا ہوئے کہ اہل مزار بھی ان بدعتوں کی وجہ سے بہت نالاں ہیں۔ اور مجبور ہیں، لیکن مرنے کے بعد ان کو دنیاوی یا طبعی تصرف صرف دعا تک محدود ہو جاتا ہے۔ بہر حال قبروں پر اسلامی طریقہ سے حاضری دنیا کوئی غلط کام نہیں کہ حضور پاکؐ کی قبر مبارک کی زیارت سے ہمارا ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔

زیارت گاہ اہل عزم و ہمت ہے لحد میری
کہ خاک راہ کو میں نے بتایا راز الوندی

77 ۔ سورۃ البلد، سورۃ الضحیٰ اور سورۃ الانشراح:۔

یہاں پہنچ کر مجھ پر رقت طاری ہو گئی کہ حضور پاکؑ کی شان کے بیانات میں جو ارتقاء اور بلندی واقعہ ہو رہی تھی، وہ اس کے مشابہ تھی۔ جو میں نے اپنی کتاب "شان حبیبؑ نگاہ رب العالمین میں حضور پاکؑ کی شان کو قرآن پاک کی ایسی ہی ترتیب کے بیان کے وقت ان آخری سورتوں میں محسوس کی۔ کہ ساتھ ذکر ہے کہ ملک کے مشہور سائنس دان سلطان بشیر محمود نے اس سلسلہ میں ارتقاء کا جو چارٹ بنایا ہے۔ وہ بھی میری اس سوچ سے مطابقت رکھتا ہے۔ اب بشیر صاحب اور یہ عاجز مل کر قرآن پاک کی ترتیب اور نزول کے معجزات کے سلسلہ میں سائنس اور روحانیت کو شیر و شکر کر کے جو چھوٹی سی کتاب لکھ رہے ہیں۔ وہ بھی انہی دنوں میں اشاعت کی منزلیں طے کر رہی ہے۔ اور اس کو پڑھ کر قارئین اس دائمی معجزہ کو بہتر طور پر سمجھ سکیں گے۔ اور مجھے بھی ایسے معلوم ہوا کہ غیب سے آواز آتی ہے کہ "اے سپاہی تجھے اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت دے دی ہے کہ تو یہ نعرہ لگاتا پھر کہ بزرگوں کا خوب ادب کرو۔ لیکن اپنے لئے نشان راہ قرآن پاک اور اس کے تابع سنت نبویؐ میں تلاش کرو کہ ہمارے لئے ہر زمانے کیلئے رہبر و رہنما مصطفیٰؐ ہیں۔ اب آخری چند سورتوں میں اختلاف کی بجائے حضور پاکؑ کی بیان شدہ صفات کو اختصار کے ساتھ بیان کرو"۔ سورۃ البلد کی آیات مبارکہ نمبر1 سے 3 میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیبؑ کے شہر مکہ مکرمہ جہاں اللہ کا اپنا گھر بھی ہے، اس کی قسم اٹھاتا ہے اور آگے اسی شہر میں حضور پاکؑ کے قوت کے ساتھ رونق افروز ہونے کی خوشخبری ہے۔ تفصیل کتاب حضور پاکؑ کے جلال و جمال کے انیسویں باب میں ہے۔ سورۃ الضحیٰ تو پوری کی پوری اللہ کے حبیبؑ کی شان کے بیانات پر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرتوں میں سے دن چڑھے اور رات کے اندھیروں کی قسموں کے بعد، اپنے حبیبؑ کو تسلی دیتے ہیں کہ وہ ان کو کبھی ناخوش نہ رکھیں گے اور پچھلی حالت یعنی بعد کی حالت پہلی حالت سے بہتر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نبوت کے ارتقاء کا فلسفہ بیان فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے حبیبؑ کی تمام زندگی کے واقعات ان کے سامنے کھول دیتے ہیں کہ وہ یتیم تھے اور کہاں تک پہنچ گئے ہیں اور بشری صورت میں کیا ارتقاء ہوئی۔ اور شاید رحمتہ اللعالمین تک کی ساری ارتقاؤں سے اپنے حبیبؑ کو بشر کی حالت میں بھی آگاہ

کرنے کی اس سورۃ میں بسم اللہ کی۔ آگے سورۃ الانشراح بھی حضور پاکؐ کی صفات پر ہے کہ "کھول دیا ہم نے سینہ آپؐ کا۔ اور اتار رکھا ہم نے آپؐ سے بوجھ آپؐ کا اور بلند کیا ہم نے واسطے آپؐ کے ذکر آپ کا۔ (سبحان اللہ) یعنی سختی کے ساتھ آسانی کے پہلو کو دہرایا۔ (سبحان اللہ)۔ اور آگے فرمایا کہ جب آپؐ فارغ ہوں تو عبادت میں محنت کریں اور طرف رب اپنے کے پس رغبت کریں" ۔ چنانچہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی پوری کائنات کیلئے ربوبیت کے نظریہ کی عاجزی سے سمجھنے کی کوشش کریں تو انہیں اللہ تعالیٰ مقام محمدؐ کو سمجھنے کی بھی توفیق عطا کر دیتا ہے:۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

78 ۔ سورۃ البینہ، سورۃ الکوثر اور سورۃ النصر:۔

سورۃ البینہ کی آیات مبارکہ 1 سے 3 میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیبؐ کو دلیل روشن والے صفاتی اسم سے نوازنے کے بعد قرآن پاک کو پاکیزہ صفت کا نام دیتا ہے۔ (سبحان اللہ)۔ اور سورۃ الکوثر کی تینوں آیات مبارکہ آپؐ کی شان کے بیان میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو اپنے حبیبؐ کو کوثر عطا فرمانے کا مژدہ سنایا تو مودودی سمیت تمام مفسرین نے اس شان پر بڑے پیارے تبصرے کئے۔ کہ کوثر اتنی کثرت والا انعام ہے جس کیلئے اعداد و شمار کی پہنچ نہیں ہو سکتی۔ اس کو حوض کوثر بھی کہا گیا۔ جس کی وسعتوں کو ناپا نہیں جا سکتا۔ اور اس کو نہر کوثر بھی کہا گیا۔ جس کے طول اور بہاؤ کے بیان کیلئے ہماری زبان میں الفاظ ہی موجود نہیں۔ بیشک دنیاوی زبان میں یہ بڑی تعریفیں ہیں۔ لیکن سیدھی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کو انعامات اس کثرت سے عطا کر دیئے جن کو شمار میں نہیں لایا جا سکتا۔ اب آپؐ کا ایک صفاتی اسم مبارک قاسم بھی ہے۔ یعنی تقسیم کرنے والا۔ یعنی آپ دونوں جہانوں میں نعمتیں تقسیم فرما رہے ہیں۔ اس جہان میں یہ نعمتیں نیک عمل، تقویٰ اور صراط مستقیم پر چلنا ہے۔ اور یہی ذکر ہم نے بھرپور طور پر سورۃ الفاتحہ کی تفسیر میں کیا تھا اور جگہ جگہ اسی ضرورت کو دہراتے آئے ہیں۔ اور آخرت میں بھی ہمیں اپنے عملوں کی بجائے اللہ کی

رحمت اور حضور پاکؐ کی شفاعت پر زیادہ بھروسہ ہے۔ بہر حال سورۃ النصر اس دنیا میں حضور پاکؐ کی وساطت سے انعام لینے والے مجاہدین کا انعام لینے کا نظارہ ہے اور جن مفسرین نے اس سورۃ کے بیانات کو فتح مکہ کے نظارہ تک محدود کر دیا، وہ صحیح نہیں۔ وہ نظارہ تو سورۃ البلد میں بیان ہو چکا ہے۔ ہمارے آقا زمان و مکان پر حاوی ہیں۔ مسلمان جب بھی فی سبیل اللہ فوج در فوج جہاد کیلئے نکلتے ہیں تو اس سورۃ مبارکہ کو اس منظر کی نشاندہی کیلئے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کا حصہ بنا دیا، جو دائمی ہے۔ الفاظ یہ ہیں "اور جب آوے مدد اللہ کی اور فتح، اور دیکھے گا تو لوگوں کو داخل ہوتے ہیں دین اللہ میں فوج در فوج۔ پس پاکی بیان کر ساتھ تعریف پروردگار اپنے کے اور بخشش مانگ اس سے کہ وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔ (سبحان اللہ)۔ جہاد مسلمانوں کیلئے طرز زندگی ہے اور دین میں داخلہ گروہ در گروہ تب صحیح مانا جائے گا۔ جب مسلمان جہاد کو جاری وساری کر دیں۔

79 ۔ رب نبی محمدؐ! تیری بڑی مہربانی کو تو اس باب کا خاتمہ اپنے قرآن پاک سے بھی حضور پاکؐ کی صفات جمال اور صفات جلال سے کرا رہا ہے کہ عشق رسولؐ اور جہاد فی سبیل اللہ کو تو نے میرے لئے اوڑھنا بچھونا بنا دیا ہے۔ اب جس قافلے کی تلاش میں اور آمد کیلئے مجھ سے آپ خبیثہ کلمات پر جھاڑو دلوا رہے ہو۔ مہربانی سے ان کو جلد ظاہر کر۔

کون سی وادی میں کون سی منزل میں ہے
عشق بلا خیز کا قافلہ سخت جان

(از تیرے حبیب پاک کا سپاہی)

باب سوم

اختتامی وضاحت

1 ۔ مودودی کی شخصیت:۔

ان سارے جائزوں اور تبصروں کے بعد میرے سامنے مودودی کا جو Aura یعنی شخصی تصویر بنتی ہے۔ میں اس کا خاکہ نہیں پیش کر رہا کیونکہ کچھ لوگ کہیں گے کہ مودودی نے قادیانیوں کے برخلاف، جو اینگلو امریکن بلاک کا شجرہ خبیثہ ہیں، بہت کچھ لکھا۔ اور 1953ء کی اینٹی قادیانی تحریک ۔ ان کی تحریروں کی مرہون منت ہے۔ میں عملی آدمی ہوں اور ہر چیز کو اس کو نتائج اور نتائج کے اثرات سے پرکھتا ہوں کہ ہم نے اس تحریک سے کچھ حاصل کرنے کی بجائے الٹا بہت نقصان اٹھائے۔ غریب مسلمان ہزاروں کی تعداد میں شہید ہوئے۔ جس کے بارے میں قوم اب بھی بے خبر ہے۔ مودودی کو جو پھانسی کی سزا سنائی گئی۔ اس کا اس کے دل میں ذرا بھر خوف نہ تھا، کہ اس کو "معلوم" تھا کہ اس کو کوئی پھانسی نہیں چڑھا سکتا۔ جسٹس منیر انکوائری نے اسلام کی ایسی تیسی کر دی اور صرف مودودی کی "علمیت" کو چار چاند لگائے گئے۔ لوگوں کو اتنا دبایا گیا کہ اگلے بیس سال انہوں نے قادیانیوں کے خلاف چوں بھی نہ کی۔ کیا یہ نورا کشتی کسی بڑی سازش کا کوئی "ایکٹ" تھا؟ مودودی کے بارے میں یہ بات نوٹ کر لیں کہ جو آدمی حضور پاکؐ پر سلام بھیجنے کا اتنا منکر ہو کہ سورۃ واقعہ کی آیت 91 کا ترجمہ غلط کرے۔ یا قرآن پاک کے ترجمے اپنے غلط فہمیوں والے عقائد کے مطابق کرے۔ کس طرح سچے دل سے قادیانیت کے خلاف برسرپیکار ہو کر تحفظ ختم نبوتؐ کر سکتا ہے۔ فیصلہ صاحب عقل کی رائے پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

2 ۔ قادیانیوں کی سازش:۔

1973ء میں قادیانیوں کے خلاف سازش حادثتہً شروع ہوئی۔ اس میں ہم جیتی ہوئی بازی ہار گئے۔ اور قادیانیوں کو "اقلیت" تسلیم کر کے ہم نے ان کو ایک "مذہبی گروہ"

تسلیم کر لیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ وہ "مسلمان" ہیں۔ لیاقت علی اور ممتاز دولتانہ جو پاکستان کے دل میں ربوہ کے مقام پر قادیانیوں کو کوڑیوں کے بھاؤ زمین دے کر جھوٹے نبی کا مرکز بنوا گئے ہیں۔ جب تک یہ مقام دریا برد نہیں ہوتا پاکستان میں اسلام نافذ نہیں ہو سکے گا۔ اور نہ ملک صحیح راہ پہ چل سکے گا۔ غیروں کی یہ سازش بہت گہری ہے۔ کچھ لوگ سازش کی "کڑیاں" ہیں۔ اور کچھ پردانستہ یا نادانستہ اس سازش کے اثرات ہو رہے ہیں اور جو ہمارے بدن سے روح محمدؐ نکال رہے ہیں یا جہاد کو جمود دلوا رہے ہیں، وہ کون ہیں؟ قارئین! آپ خود اندازہ لگالیں۔

3 ۔ ہمارے بیرونی دشمن:۔

ہماری جاہل قوم صرف ماؤنٹ بیٹن، ریڈ کلف یا زیادہ سے زیادہ ایٹلی کی لیبر حکومت کو اپنا دشمن سمجھتی ہے۔ در حقیقت پورا اینگلو امریکن بلاک مسلمانوں کے جانی دشمن ہیں۔ میں اپنی کتاب جہاد کشمیر میں غیروں کی پوری سازش کے بخیئے ادھیڑ چکا ہوں۔ کہ غیروں نے ہمیں اندر سے کھوکھلا کر دیا ہے اور ہم مومن کی فراست سے عاری ہو چکے ہیں۔ ہمارے سب سیاستدانوں کا رخ واشنگٹن اور لندن کی طرف ہے۔ ہمارے انگریزی کے اخبار، اسلام کے دشمن ہیں۔ اور "جنگ" اخبار بے حیائی پھیلا رہا ہے اور "نوائے وقت" نے سنجیدگی اور دائیں بازو کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کا نقصان غلام کذاب قادیانی اور سرسید سے بھی زیادہ کیا ہے اور کر رہا ہے۔ اور ستار نیازی، راجہ ظفر الحق اور جسٹس تارڑ "جیسے" اسلام پسندے "نوائے وقت" کے بانی حمید نظامی کو "پیرو پیمبر" بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ زاہد ملک اور الطاف قریشی بھی غیروں کے "بندے" معلوم ہوتے ہیں۔ اور منہاج برنا کی "امت" کے جعفری وغیرہ کفر اور الحاد پھیلا رہے ہیں۔

ہوائیں ان کی، فضائیں ان کی، سمندر ان کے، جہاز ان کے
گرہ بھنور کی کھلے تو کیونکر، بھنور ہے تقدیر کا بہانہ

4 - سازشوں کے اثرات:-

اب ان حالات میں قوم کو کون باور کرائے کہ مودودی کی تحریریں یا علمائے دیوبند کی چند غلط فہمیاں ہمارے بیچ کیا تفرقہ پھیلا رہی ہیں - اور ہم رسول اکرمؐ کے اسلام سے کتنے دور ہو رہے ہیں کہ بیچ میں غلام احمد پرویز کو بھی "لانچ" کر دیا گیا ہے - کہ 1968ء میں ایوب خان فوج کو سرکاری طور پر پرویزی اسلام کا پیروکار بنانا چاہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ چھوٹے سے میجر سے اس سازش سے فوج کو کیسے نجات دلوائی - وہ لمبی کہانی ہے - لیکن پرویز کا فتنہ غیروں کی مدد سے اب بھی جاری ہے - بلکہ اس سلسلہ میں ایک برگیڈیئر نذیر احمد سے اسلام کے بخیئے ادھیڑنے کیلئے ان سازش والوں نے انہی دنوں میں انگریزی کی ایک کتاب لکھوا ڈالی ہے - کہ ہمارا موجودہ اسلام زنگ آلود ہے - ہمیں نیا اسلام تلاش کرنا چاہیئے - اس شرارت کو ختم کرنے کیلئے ہماری کاوشیں جاری ہیں -

5 - سازش کے شرکا:-

قارئین نے اندازہ لگا لیا ہو گا کہ ہمارے اندر اور باہر دونوں اطراف سے رسول عربیؐ کے اسلام پر کتنے زیادہ حملے ہو رہے ہیں - لیکن افسوسناک بات یہ ہے کہ نہ ہم اپنے بیرونی دشمنوں کو پہچانتے ہیں - اور نہ یہ سوچتے ہیں کہ ہمارے اندر بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے سازش کی "کڑیاں" کون ہیں - یا کم علمی یا ناسمجھی سے سازش کے اثرات کن لوگوں پر ہیں اور میں بھی زیادہ تر تنقیدی کام نہیں کرنا چاہتا - اور زیادہ زور مثبت پہلو پر دیتا ہوں، کہ بامقصد کتابوں میں رسول عربیؐ کے اسلام کی نشاندہی کی ہے اور مومن کے مقاصد حیات کی تفصیل لکھی ہے کہ ہم کہاں ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ اور کہاں جا رہے ہیں؟ صرف کتابوں "تاشقند کے اصلی راز" "پنڈورا باکس" اور "جہاد کشمیر" میں کھل کر اندرونی اور بیرونی دشمنوں کو ننگا کیا ہے - میں نے جو بار بار اپنی کتابوں سے حوالوں کا ذکر کیا ہے - خدارا اس کو "خود نمائی" نہ سمجھا جائے - اس کتاب میں یہ عاجز اپنی مثبت باتوں کو اگر دہراتا تو اس کتاب کا حجم بہت بڑھ جاتا - تو میں غریب آدمی اتنی بڑی کتاب کیسے شائع کرتا - میرے سامنے مقصد یہ باور کرانا ہے کہ ان معاملات پر وسعت سے تحقیق ہو چکی ہے -

6 - مودودی کی منفی تحریریں:-

اب آپ اندازہ لگائیں کہ مودودی کی منفی تحریروں کے بارے میں مجھے 1971ء سے آگاہی تھی۔ لیکن کسی کے کام کو آپ منفی تب کہہ سکتے ہیں کہ آپ خود اس پہلو کے مثبت نظریوں سے آگاہ ہوں۔ چنانچہ 1971ء میں اس عاجز نے جب ملک غلام علی کو اس سلسلہ میں اپنا نقطہ نظر بھیجا، تو مودودی تاڑ گیا کہ میں اس کی "کم ظرفی" والے پہلوؤں سے آگاہ ہوں۔ تو ایک طرح سے میرے ساتھ ملاقات کرنے کی بات کو وہ "ٹال" گیا۔ لیکن اس وقت کوئی ایسی کتاب لکھنے کی بجائے میں نے اپنے مطالعہ کو جاری رکھا۔ اور اپنی سوچوں کے مثبت پہلوؤں کو مزید مطالعہ سے تطہیر کی منازل سے گزارتا رہا۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو 1979ء سے پہلے اخباروں میں لکھنا شروع کیا۔ وہاں "نوائے وقت" نے مجھے مایوس کیا تو 1980ء سے بامقصد کتابیں لکھنا شروع کر دیں جن کی تفصیل اس کتاب کے آخری صفحات پر ہے۔

7 - دوستوں کی خواہشات:-

اب ان کتابوں میں خاص کر "جہاد کشمیر" اور "اسلامی نظام حکومت" میں ایک دو جگہوں پر میں نے مودودی کی منفی تحریروں کی جھلکیاں دیں اور ساتھ مثبت پہلو بھی لکھا۔ تو میری طرف خطوط کا تانتا بندھ گیا کہ "خدارا مودودی کی منفی تحریروں کے مثبت علمی جائزے پیش کر کے قوم کو صورت احوال سے آگاہ کیا جائے"۔ اور میرے رفیق دوست جو میرے ارد گرد رہتے ہیں انہوں نے تو اس ضرورت کو اپنا وطیرہ بنا لیا کہ میرے پاس دور دراز مثلاً علاقہ جیکب آباد سے کندکوٹ کے سمرانی بلوچ یا بنیر شریف یا نزدیک سے بھگواڑی کے حافظ حبیب اللہ یا فیصل آباد سے بابو محمد اشرف یا گوجرہ سے ماسٹر حیدر یا خانپور اور رحیم یار خان وغیرہ سے جو خطوط آتے تھے اور میرے دوست پڑھتے تھے۔ تو کرنل محبوب الہی اور کرنل شیخ عبدالرؤف وغیرہ تو پچھلے ایک سال سے مجھ پر زور دے رہے تھے کہ یہ کام مجھے ضرور کرنا چاہیئے، اور ان ہی صاحبان کی تسلی کیلئے میں نے اپنی کتاب "اسلامی نظام حکومت" میں جو کچھ لکھا ہے۔ اس کا ذکر پیش لفظ میں ہو چکا ہے۔

8 - کرنل شیخ عبدالرؤف:۔

کرنل شیخ عبدالرؤف تو البتہ اس سلسلہ میں دیوانگی کی حد تک اس ضرورت کو محسوس کرتے تھے، جس کی جھلکی میری کتاب "اسلامی نظام حکومت" کے دوسرے ایڈیشن میں بھی ہے کہ جنرل ضیاء الحق نے جب فوج میں مودودی کی تفہیم کو پھیلانا شروع کیا تو کرنل عبدالرؤف جو پاکستان کو دو جنگوں میں شریک ہو چکے تھے۔ان کو دھچکا لگا کہ سپاہی لوگ عشق رسولؐ سے لبریز میدان جنگ میں اترتے ہیں۔مودودی کی تفہیم ان کے عشق کو ٹھیس پہنچائے گی۔اور انہوں نے دوستوں اور رفیقوں کی مدد چاہی کہ کچھ کیا جائے۔لیکن ان کو بڑی مایوسی ہوئی۔ بلکہ ان کی مایوسی اور زیادہ بڑھی جب ضیاء الحق کی وفات کے بعد لیفٹیننٹ جنرل غلام محمد ملک نے الفجر ٹرسٹ کراچی کے ناقص ترجموں والے قرآن پاک فوج میں بٹوائے۔یہ ترجمے محمود الحسنؒ کے تھے اور ساتھ تفسیر شبیر احمد عثمانیؒ کی۔اور ساتھ وزارت مذہبی امور کی طرف سے ان ترجموں کی مستند اور مصدق ہونے کا سرٹیفکیٹ بھی لگا ہوا تھا کہ یہ اردو زبان کے بہترین ترجمے اور تفسیر ہے۔اور میں اب اس کتاب میں ثابت کر آیا ہوں کہ بعض آیات مبارکہ کے سلسلہ میں دیوبندی علماء اور مودودی کے ترجمے ایک جیسے ہیں۔کرنل عبدالرؤف نے البتہ بڑی محنت کر کے معاملہ 1992ء میں وزارت مذہبی کو بھیجا اور موازنوں سے ثابت کیا کہ وہ ترجمے کتنے ناقص ہیں۔لیکن وزارت مذہبی امور میں جو ضیاء الحق ڈاکٹر طفیل اور عبدالرحمن قریشی جیسے بے ادب لوگ چھوڑ گیا ہے۔انہوں نے کرنل موصوف کو گول مول جواب دیا کہ یہ معاملہ "علمی نوعیت" کا ہے، جو ہونا تھا ہو گیا ہے۔کرنل عبدالرؤف یہ معاملہ فوج کے سامنے بھی لے گئے اور ملک کے صدر اور وزیراعظم کو بھی آگاہ کیا کہ اس سلسلہ میں کچھ کیا جائے۔لیکن کسی کے کان پر جوں بھی نہ رینگی۔

9 - موجودہ کتاب کا پس منظر:۔

اب کرنل عبدالرؤف مجھے عرصہ سے کہہ رہے ہیں کہ میں ایک بنیادی کام کروں

کہ مودودی کے ترجموں اور تفہیم پر تبصرہ اختصار سے کر کے اس کو کتابی شکل دوں اور ہم یہ ناقص ترجمہ والا پہلو قوم کے سامنے پیش کریں کہ خدارا ہم جاگیں اور حضور پاکؐ کی یہ بے ادبی بند ہونی چاہئے۔ اور یہ ہے پس منظر اس کتاب لکھنے کا۔ لیکن میں کسی کتاب کو کوئی منفی عنوان نہیں دینا چاہتا۔ اور میں نے اختصار کے ساتھ یہ باور کرایا ہے کہ ہمارے ہاں رسول کریمؐ کے اسلام سے کتنی روگردانی ہو رہی ہے اور ہم بزرگوں کو اپنے سر کا تاج بنائیں۔ لیکن ہر زمانے کیلئے " رہبر و رہنما مصطفیٰ " کا نعرہ لگائیں اور ساتھ مثبت باتیں بھی لکھیں۔ تو قارئین اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں۔

10 ۔ جہاد کو بے جان کرنا اور حضور پاک کی بے ادبی:۔

قارئین! میں اپنے کام پر خود کوئی تبصرہ نہ کروں گا۔ اختصار میری مجبوری تھی کہ لمبی تاویلیں پڑھنے کو کوئی تیار نہیں۔ اول تو ہماری قوم کتابیں خرید کر پڑھتی ہی نہیں۔ پھر میرے پاس اتنے مالی ذرائع نہیں، کہ میں بڑی بڑی کتابیں شائع کروں اور اگر ذرائع ہوتے بھی تو میں اپنی اس کتاب سمیت سب کتابیں لاکھوں کی تعداد میں قوم میں مفت بانٹ دیتا۔ البتہ میرے سامنے مقصد یہ تھا کہ میں ثابت کروں کہ مودودی نے نہ صرف جہاد کو بے جان کیا ہے بلکہ واقعات کے سلسلہ میں غلط بیانی سے کام لیا ہے اور جنگوں کے غلط نتائج نکالے ہیں۔ دوسرا میں یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ حضور پاکؐ کے ساتھ عاجزی سے محبت کرنے والی تو دور کی بات ہے مودودی نے جان بوجھ کر حضور پاکؐ کی شان کو کم کیا ہے۔ اور بعض جگہ بے ادبی بھی کی ہے۔ میں اس سلسلہ میں کتنا کامیاب ہوا ہوں، وہ میرا اللہ جانتا ہے۔ اور قارئین اپنا فیصلہ خود کر لیں۔ اور مودودی کے " بت " کا پوجا کیلئے فکر مودودی کا جو ادارہ بنا ہے۔ نہ صرف اس کو پاش پاش کرائیں بلکہ مودودی کی بے ادب تحریروں پر حکومت سے پابندی لگوائیں۔

11 ۔ مودودی کی علمیت:۔

اس تناظر میں مودودی کی " علمیت " جو زیر بحث آگئی ہے وہ میرے مقاصد کا حصہ نہ تھا۔ لیکن اس پہلو نے قدرتی طور پر آشکارا ہونا تھا اور کیا آشکارا ہوا۔ وہ فیصلہ بھی قارئین

خود کر لیں۔ لیکن ہمیں معلوم ہے کہ مودودی کسی مذہبی درسگاہ کا سند یافتہ عالم نہیں۔ عربی زبان پر بھی اس کو عبور نہیں۔ اور میری طرح حادثاتی طور پر وہ صحافی بن گیا۔ تحریر کے فن کا وہ ماہر ہے اور اردو زبان پر بھی اس کو عبور حاصل ہے۔ اور وہ بہت بڑا "نقال" ہے۔ اور قارئین ہم سب "نقال" ہیں۔ بنیادی نظریات تو اللہ اپنے رسولوں کے ذریعہ ہم تک پہنچاتا ہے لیکن مودودی نے اتنی شہرت کیسے حاصل کر لی۔ اور میں حیران ہو گیا کہ مودودی کے اکثر "مداحوں" میں سے "اکثر" نے مودودی کی کوئی کتاب نہ پڑھی تھی اور زیادہ حیرانگی اس بات کی ہے کہ مودودی کے "مخالفین" میں سے بھی "اکثر" نے مودودی کو پڑھا نہیں۔ لیکن انہوں نے سن رکھا ہے، کہ مودودی "بے ادب" ہے۔ اس کے علاوہ کچھ لوگ تو یہاں تک چلے جاتے ہیں کہ مودودی نے سرسید کی نقل کی ہے اور میں سرسید کے کافرانہ اعمال اور "نیچری" ہونے کا ذکر کر آیا ہوں۔ ظاہر ہے کہ مودودی کو بھی اسلام دشمن طاقتوں کی "پیداوار" کہا جا سکتا ہے۔

12 - مودودی کی شہرت:۔

چنانچہ مودودی کو یہ شہرت دلانے میں جو "چھپے ہاتھ" کام کرتے رہے اور کچھ آج کل بھی "فکر مودودی" کی تحریک چلا رہے ہیں۔ یہ بہت بڑا مضمون ہے اور سب کچھ مودودی کے "مددگاروں" کے بل بوتے پر چل رہا ہے۔ ورنہ جماعت اسلامی اپنے ہاں کسی بڑے عالم یا دانشور کو متوجہ نہ کر سکی، سوائے خرم مراد مرحوم کے۔ اور اس شخص نے ان لوگوں کے ساتھ کیسے گزارا کیا، یہ میری سمجھ سے باہر ہے۔ جو جماعت مودودی کے بعد مولوی طفیل یا قاضی حسین احمد جیسے عامیانہ ذہن سے بھی بہت نچلے ذہن کے لوگوں کو اپنا "امام" منتخب کرتی ہے۔ ان لوگوں کے ذہنی معیار پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں۔ اور ملک غلام علی اور رحمت الٰہی کی نانگی، حوالداری کی بات ہو چکی ہے۔ جو پڑھے لکھے لوگ جماعت میں آ گئے ان میں سے پروفیسر غفور سے آج تک میں نے مومن کی فراست والی ایک بات بھی نہ سنی۔ اور خیر پروفیسر خورشید جو عامیانہ ذہن کا آدمی ہے وہ تو "لبادے" تبدیل کرتا رہتا ہے۔ وہ خود کیا ہے، میں تو نہیں سمجھ سکا۔ لوگ اس کو "امریکی مسلمان" کہتے ہیں۔ ہمارے ملک کی تمام

دینی وسیاسی جماعتیں اپنا اپنا "واٹرلو" دیکھ چکی ہیں۔ صرف جماعت اسلامی ایک ایسی تنظیم ہے جس میں کچھ جان ہے یا کچھ اچھے لوگ جماعت کے ساتھ وابستہ ہو گئے ہیں۔ لیکن یہ لوگ اگر "مودودیت" سے توبہ نہیں کرتے تو یہ جماعت بھی قوم کی کوئی خدمت نہیں کر سکے گی۔

میں جانتا ہوں جماعت کا حشر کیا ہو گا
مسائل نظری میں الجھ گیا ہے خطیب

13 - **ایک معجزہ:۔**

میں نے یہ کام کیسے مکمل کر لیا ہے۔ میرے لئے یہ تکمیل کسی معجزہ سے کم نہیں۔ میں کرنل شیخ عبدالرؤف کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے میری ڈھارس بھی بندھوائی۔ اس مسودہ کو پڑھا بھی اور بڑے اچھے مشورے بھی دیئے۔ میرے دوستوں میں سے جنرل عبدالغنی ممتاز، کرنل محبوب الہی، حاجی عبدالمجید، میجر عجائب حسین، ڈاکٹر ذاکر حسین اور سلطان بشیر محمود نے بھی مجھے حوصلہ دیا کہ میں یہ کام کر سکتا ہوں اور یہ وقت کی ضرورت ہے۔ ورنہ اب آنکھوں پر موتیا آ رہا ہے۔ اور ٹانگیں جواب دے رہی ہیں۔ بدن میں اکثر درد رہتا ہے اور دوائیوں کا استعمال بھی ضروری ہو گیا ہے۔ ذہنی طور پر بھی بہت تھکاوٹ محسوس ہوتی ہے لیکن میری قوم کے نوجوان مزے سے سوئے ہوئے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ ان دنوں عزیزم کرنل محمد انور مدنی عشق رسولؐ سے لبریز میدان میں آگیا ہے۔ قارئین! میں نے آپ صاحبان کو ایک بہت بھاری ذمہ داری کی طرف توجہ دلا دی ہے کہ کچھ کریں۔

14 - رب نبی محمدؐ! تیرے دربار میں پھر سجدہ میں جاتا ہوں اور تیرے حبیبؐ پر لاکھوں اور کروڑوں دفعہ درود و سلام بھیج کر کتاب ختم کرتا ہوں۔ اور اپنی خانہ کعبہ کی دعائیں یاد کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے وہاں وہ دعائیں مانگنے کی سعادت دی۔ اور اپنی جھولی کو پھر پھیلا رہا ہوں کہ میری جھولی بھر دے کہ میری قوم کو مومن کی

فراست عطا کر دے۔ اور ان کو غیرت مند مسلمان بنا کر اپنی فوج بنا دے کہ تمام دنیا کے مسلمان امت واحدہ کے طور پر سیسہ پلائی دیوار بن جائیں۔

آمین ثم۔آمین

از حضور پاک کا سپاہی

ضمیمہ "الف"

مصنف کے خطوط

پہلے باب میں ملک غلام علی اور جنرل ضیاء الحق کی طرف جو خطوط کا ذکر ہے۔ یہ بڑا وسیع مضمون ہے۔ کہ حضور پاکؐ کی سنت کے طور پر اس عاجز نے ملک کے سربراہوں، اپنے بالا افسروں جنرلوں، ججوں اور دانشوروں کو تبلیغی خطوط لکھے۔ ان کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ لیکن ایسے خطوط کبھی کسی بے دین ادارہ یا جو آدمی زندگی کو فراڈ سمجھتا ہے ان کو نہ لکھے گئے۔ بعض دفعہ ایسے خاص خطوط کی ہزاروں کاپیاں بنا کر لوگوں میں بانٹی گئیں اور پوری قوم کو کھلے خط بھی ہزاروں کی تعداد میں چھپوا کر بانٹے گئے۔

2 ۔ میں نے یہ سلسلہ پاکستان بننے کے فوراً بعد حاضر نوکری کے دوران ہی شروع کر دیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ اور رسول پاکؐ کی طرف اپنے بڑوں کو ان کی ذمہ داری یاد دلاتا رہا۔ لیکن ستمبر 1965 کی جنگ نے میرے لئے بڑی تبدیلی لائی، کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے ثابت کر دیا کہ میری ساری سوچیں ٹھیک تھیں۔ اور ہمارے بڑے بڑے افسران اور لیڈروں نے غلط طور پر اپنی شخصیتوں کے گرد ریت کی بنیادوں پر جو قلعے تعمیر کئے ہوئے تھے۔ وہ میرے سامنے مسمار ہو گئے تھے۔

3 ۔ اس کے بعد میرے دل سے اللہ تعالیٰ کے ڈر کے بغیر تمام ڈر ختم ہو گئے تھے۔ اور میں نے کوئی لگی لپٹی نہ رکھی۔ دوسرے باب میں سورۃ الانفال کی وضاحت میں میرے ساتھیوں اور ماتحتوں کی عظیم قربانی کا جو ذکر ہے کہ انہوں نے بھارتیوں کا بے پناہ نقصان کر کے لاہور کو بچایا۔ وہ میرے پاس بہت کچھ چھوڑ گئے۔ ہمارے اوپر والے آخری دنوں میں جھوٹی کہانیاں لکھ کر اپنے بہادری کے تمغوں کی سفارشات میں لگ گئے۔ اور ہمیں ایسے بھولے کہ ہمیں بی آر بی کے آگے گھیرا پڑ گیا۔ اور میں دشمن کا قیدی ہونے والا تھا۔ کہ میں پکار اٹھا۔ "اے رب! میرے لئے کوئی گولی نہ بنی تھی کہ مجھے ٹھنڈا کر دیتی۔ اب اس ذلت سے بچا"۔ تو میں چند ساتھیوں کے ساتھ دشمن کا گھیرا توڑ کر بی آر بی پر پہنچ گیا۔ اس وقت سے میں نے

اوپر والوں کے سامنے ان کی سب کوتاہیاں بیان کرنا شروع کر دیں اور بڑے بڑے جنرلوں اور جنرل ہیڈ کوارٹر کو باور کرایا کو وہ لوگ نظریہ جہاد کو اپنائیں۔ ورنہ اگلی جنگ کے وقت ذلت کیلئے تیار ہو جائیں۔ 1970 میں یحییٰ خان کو پہلے زبانی اور پھر لکھ کر دیا کہ وہ قوم کو اسلام کے راستے پر لگائے ورنہ وہ ملک کے ٹکڑے ہونے پر صدارت کریگا۔ 1971 کی ذلت آمیز شکست کے بعد ذوالفقار بھٹو کو منہ پر کہا کہ اس ذلت کی ذمہ داری اس اور مجیب الرحمن پر آتی ہے۔

4 - یہ تبلیغی سلسلہ اتنا وسیع ہے کہ 1979 سے صرف اخبار نوائے وقت کو جو خطوط لکھے ان کی تعداد سینکڑوں میں ہے۔ اور ضیاء الحق کو جو خطوط لکھے یا نوائے وقت کے منافقانہ رویہ کا ذکر کیا تو ایسے خطوط کی سینکڑوں کاپیاں بنوا کر قوم میں بانٹی گئیں۔ لیکن 1990 کے بعد بے حساب خطوط لکھے جن میں زیادہ خطوط جنرل آصف نواز اور فوج کے جنرلوں کو تھے کہ وہ میری کتاب "جہاد کشمیر" کے سلسلہ میں اپنے معائدہ سے روگردانی کر رہے تھے۔ تو معاملات بذریعہ خطوط اس وقت کے صدر غلام اسحٰق اور وزیر اعظم نواز شریف کو بھی لکھے۔ بلکہ معاملات شرعی عدالت میں بھی پیش کئے لیکن میری پکار کسی نے نہ سنی اور میں نے اپنے خرچ سے کتاب "جہاد کشمیر" شائع کر دی جہاں سب غداریوں اور کوتاہیوں سے پردے اتار دئے۔ اور یہ غداریاں کیا تھیں۔ ان کا کچھ ذکر کھلے خط میں آگے آرہا ہے۔ لیکن ذرا سوچیں تو سہی کہ بہادری سے لڑنے والوں کو جیل میں ڈال دیا گیا۔ اور جن لوگوں نے انگریزوں کے ساتھ ملکر غداریاں کیں۔ ان کو بہادری کے تمغوں سے نواز دیا گیا۔

5 - بہر حال یہ قومی معاملات بھیانک صورت اختیار کرتے رہے اور میں نے جو پیش بینیاں کیں وہ سب صحیح ثابت ہوئیں اور یہ باتیں اب میری کتابوں کا حصہ ہیں کہ نواز شریف اور غلام اسحٰق میں جب جوتیوں میں دال بٹ رہی تھی اور آصف نواز کی قبر جب اس کو ایک دفعہ باہر پھینک چکی تھی، تو جنرل عبدالوحید کو شامل کرتے میں نے غلام اسحٰق اور نواز شریف کو راہ راست پر لانے کی بہت کوشش کی۔ لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہوا اور انہوں نے اپنا "واٹرلو" دیکھ لیا۔ اور نومبر 1993 میں جب فاروق لغاری صاحب صدر بن گئے تو میں نے ان کو صاف طور پر لکھا، کہ نہ یہ کافرانہ نظام زیادہ دیر چل سکے گا اور نہ غدار کی مکار

بیٹی اور کچی بچی بے نظیر زیادہ دیر حکومت میں رہ سکے گی۔ صدر فاروق بروقت اللہ اور رسولؐ کی طرف اپنی ذمہ داری پوری کریں۔ اور خطوط کا یہ سلسلہ جاری رکھا۔ جن میں سے ایک آدھ خط اخبار میں بھی شائع ہوا۔

6 ۔ اکتوبر 1994 میں سیاسی دینی جماعتوں کے سربراہوں کے نام لے کر شرعی وسپریم کورٹ وغیرہ اور ملک کے دانشوروں کو اور پوری قوم کو ایک کھلا خط لکھا۔ جو اب میری کتاب " شان حبیبؐ " کا حصہ ہے اور ان کو بہت سمجھایا کہ وہ رسول عربیؐ کے اسلام کو سمجھیں اور ان کافرانہ سیاسی نظاموں سے توبہ کر کے نظام مصطفیؐ کے نفاذ کیلئے متحد ہو جائیں۔ اور ان درجن بھر خطوط کا حوالہ بھی دیا جو میں ان کو پچھلے تین سال سے لکھ چکا تھا کہ میری ساری پیش بینیاں پوری ہوئیں کہ 1993 کے انتخابات میں " اسلام پسندوں " نے اپنا حشر دیکھ لیا تھا۔ نواز شریف کو بھی میں گاہے بگاہے خط لکھتا رہا لیکن جو خط نومبر 1995 میں لکھا وہ تو اخبار نوائے وقت میں شائع بھی ہوا۔ اور نواز شریف نے مجھے اسلامی نظام حکومت پر اخبار نوائے وقت میں مضامین لکھنے کی گزارش کی۔ لیکن مجید نظامی کو یہ سچے مضامین شائع کرنے کی توفیق نہ ہوئی۔ تو یہ خط اب میری کتاب " اسلامی نظام حکومت " کا حصہ ہیں۔

7 ۔ بہر حال کتاب کی اشاعت کے بعد بھی فاروق لغاری، نواز شریف دینی سیاسی جماعتوں اور مجید نظامی کو میں نے کئی متحدہ خطوط لکھے اور آخری ایسا متحدہ خط 9 دسمبر 1996 کو لکھا۔ میں ایسے خطوط کچھ قریبی دوستوں میں بھی سرکولیٹ کر دیتا تھا۔ تو اس خط کو پڑھ کر جنرل سید رفاقت کی فرمائش تھی کہ یہ ایک منفرد تاریخی دستاویز ہے اس کی ہزاروں کاپیاں بنا کر قوم میں بانٹی جائیں۔ چنانچہ اس خط کے کچھ اقتسابات کو میں یہاں پر لکھ رہا ہوں کہ قارئین کو میری تبلیغ اور تحریک کی شدوبد ہو جائے کہ میرے " اہداف " میں اکیلے مودودی صاحب نہیں ہیں۔ یہ بڑی لمبی لسٹ ہے۔ چرب زبان ڈاکٹر اسرار احمد۔ طاہر القادری۔ رحمۃ اللعالمینی تحریک کے ڈاکٹر نصیر احمد ناصر۔ " اسلام پسندے " دانشور، جس کسی کی تحریر یا تحریک نے مجھے موقع فراہم کیا۔ کہ میں ان صاحب کی کچھ اصلاح کر سکوں کہ وہ صاحب رسولؐ پاک کے اسلام کو سمجھنے کی کوشش کرے اور اس کے نفاذ کیلئے پہلے اپنی اصلاح کر

کے میدان میں نکلے تو میں نے ان صاحب کو ضرور تبلیغی خط لکھا۔ اب فاروق لغاری، نواز شریف وغیرہ کی طرف دسمبر 1996 کے متحدہ خط جس کی ہزاروں کاپیاں قوم میں بانٹی جا چکی ہیں۔ اس کے کچھ اقتسابات پیش کئے جاتے ہیں:۔ محترمان ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"ا۔ اب رہ گئے صاف شفاف انتخابات ہوں گے یا نہ ہوں گے؟ میری بلا سے۔ یہ ملک اللہ اور رسولؑ کے نام پر بنایا گیا۔ اور یہاں قرآن پاک اور قرآن پاک کے تابع سنت نبویؐ کے قانون کا نفاذ ہونا چاہیے۔ اللہ کا قانون اور آئین ہمارے پاس موجود ہے اور مشورہ اس امر کو جاری کرنے کے طریق کار پر ہو سکتا ہے۔ لیکن جب ہم کوئی قانون ساز اسمبلی بناتے ہیں۔ یا اس اسمبلی کیلئے ممبروں کیلئے ووٹ دیتے ہیں۔ تو یہ کافرانہ عمل ہوتا ہے۔ کہ ہم اسمبلی کے ممبروں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کی غیرت، انتخابات کرانے والوں یا منتخب ہونے والوں کو ذلت یا عبرتناک صورت سے دوچار کر دیتی ہے پچھلے پچاس سالوں کی تاریخ پر نظر دوڑائیں۔ اور عبرت حاصل کریں کہ ہمارے ساتھ کیا ہوتا رہا۔

ب۔ یہ ملک ہم نے نہ لہو سے خریدا نہ اسلام کی طرز زندگی والے فلسفہ جہاد سے حاصل کیا۔ کہ غالب حکمران طاقت یعنی انگریز اس کی اجازت نہ دیتا تھا تو کافرانہ سیاسی نظام کی ایک آئینی ضرورت پوری کر کے اور بھیڑ بکریوں کی طرح قربانی دے کر لنگڑا لولا پاکستان حاصل کیا۔ قائداعظمؒ بیچارہ ایک دیانتدار وکیل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو مومن کی فراست عطا کر دی تھی۔ اس بیچارے نے کوئی فلسفہ نہیں دیا۔ اور نہ علامہ اقبالؒ نے کوئی فلسفہ دیا۔ وہ دونوں حضور پاک محمدؐ کے غلام تھے۔ ان کو آج کل ہم حضور پاکؐ کی نبوت میں "شرکت" دے رہے ہیں۔ اس سے توبہ کریں۔ اور ہر زمانے کیلئے رہبر و رہنما محمد مصطفیٰؐ کا نعرہ لگائیں۔ اور قائداعظمؒ کے پاکستان کی بجائے اپنے ملک کو اللہ و رسول کا پاکستان کہیں۔

پ۔ 14 اگست 1947 سے اسلام کا نفاذ ضروری تھا، کہ جہاد کو طرز زندگی کے طور پر اپنا لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے سبب بھی پیدا کیا کہ مشرقی پنجاب میں فسادات شروع ہو گئے۔ خان قیوم نے لیاقت علی کو مشورہ دیا کہ قبائلی مجاہدین کو مشرقی پنجاب میں داخل کر دیں۔ اگر ایسا کرتے تو بھارت میدان جنگ بن جاتا۔ کشمیر آسانی سے حاصل کر لیتے۔ اور ستر ہزار نوجوان عورتیں کفار کے پاس نہ چھوڑتے۔ لیکن ہم نے کافرانہ بین الاقوامی سیاست کا سہارا لیا۔ اور

ذلت سے دوچار ہوئے۔

ت۔ اس کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے کشمیر میں جہاد کے راستے کھول دئے لیکن ہم نے قبائلی مجاہدین کو غلط وقت پر غلط طریقوں سے غلط جگہوں پر استعمال کیا۔ یعنی جموں اور پونچھ کی بجائے سرینگر کی طرف استعمال کیا اس کے باوجود اور کئی غداریوں اور کوتاہیوں کے باوجود پانچ ایسے مواقع آئے، کہ 48-1947 میں ہم بھارتی افواج کو ایسا تہس نہس کر سکتے تھے کہ ہندو، حیدرآباد کی طرف میلی آنکھ سے بھی نہ دیکھتا۔ لیکن افسوس ہم نے نظریہ جہاد کو جمود دیا۔ تو پچاس سالوں سے ایک ہزار لمبی فائر بندی یا کنٹرول لائن پر پتھروں اور جنگلوں میں بیٹھ کر ٹھک کر رہے ہیں۔ اور بھارتی ہماری عورتوں کے ساتھ کیا نہیں کر رہے۔

ٹ۔ کافرانہ سیاسی نظاموں کے تحت یہ انتخابات ہمارے مسائل کے حل نہیں۔ آزادی کے بعد 1950 میں پہلی دفعہ ہم نے اس کافرانہ سیاسی نظام کے تحت صوبہ پنجاب میں انتخاب کرائے۔ اور "جھرلو" سے ممتاز دولتانہ نے اپنے "پروردوں" کو اسملی کا ممبر بنایا۔ اور خود وزیر اعلیٰ بن بیٹھا۔ چنانچہ 1953 میں جب بیعزتی کے ساتھ دولتانہ کو وزیر اعلیٰ کی کرسی سے ہٹایا گیا۔ تو اس کے "پروردوں" نے اس کا ساتھ نہ دیا۔ اسی زمانہ میں یہی کچھ صوبہ سرحد میں قیوم خان نے کیا۔ چند سال بعد جب اس کو وہاں پر اپنا "جانشین" مقرر کرنے کو کہا گیا تو ان "گھپاچوؤں" میں اسے ایک آدمی نہ نظر آیا جس کے سر پروہ "تاج" رکھتا۔ پہلے یہ تاج اپنے پرائیویٹ سیکرٹری غلام اسحق (بعد میں ملک کے صدر) کو پہنانا چاہا۔ وہ نہ مانا تو انسپکٹر جنرل پولیس سردار عبدالرشید کے سر پہ تاج رکھ دیا۔ چند ماہ بعد جب سرحد کے دورے پر آیا تو اس کے "جانشینوں" نے کالی جھنڈیوں سے اس کا "استقبال" کیا۔ اس زمانے کے ان کافرانہ نظاموں کے تحت انتخابات کے "گاڈفادر اور 1949ء کے قرارداد مقاصد میں لوگوں کو اللہ کا شریک بنانے والا لیاقت علی خان بھی، 1951 میں گولی کا شکار ہوگیا، کہ کشمیر بھارت کو دے گیا تھا۔ اور ممتاز دولتانہ کا "گاڈفادر" تھا۔ کہ شریف النفس نواب افتخار حسین ممدوٹ کو بیعزتی سے پنجاب کی حکومت سے فارغ کرایا۔ دراصل ہماری موجودہ مہاجر قومی موومنٹ کا اصلی بانی یہی لیاقت علی خان ہے۔

ش ۔ سندھ میں ان منتخب اداروں کے کرتا دھرتاؤں سے ایوب کھرو، پیر الٰہی بخش، غلام علی تالپور اور پیرزادہ عبدالستار وغیرہ کو جن ذلتوں سے دوچار ہونا پڑا یا 1954ء کے بنگال کے انتخابات میں شریف نورالامین ایک طالب علم سے شکست کھا گیا۔ ہماری قوم ان عبرتناک نتائج پر دھیان کیوں نہیں دیتی کہ پنجاب سے ممتاز دولتانہ کو بے عزت کرنے کے بعد، پہلے فیروز خان نون کو لایا گیا اور پھر عبدالحمید دستی کو اور دونوں کو باری باری بے عزتی سے حکومت سے فارغ کر دیا گیا۔

ج ۔ 1956ء کے کافرانہ آئین بنانے والے چوہدری محمد علی نے غدار میر جعفر کے پڑپوتے سکندر مرزا کو اللہ اور رسولؐ کے نام پر بنائے گئے ملک کا پہلا صدر بنایا۔ پھر اسی صدر اور اس کافرانہ آئین کا پہلا شکار بھی خود بنا۔ اور سکندر مرزا کی لاش کیساتھ جو کچھ ایران میں ہوا، ان باتوں سے ہم عبرت کیوں نہیں پکڑتے کہ حسین شہید سہروردی، اسمعیل ابراہیم چندریگر اور ملک فیروز خان وزیراعظم بن جانے کے بعد اس کافرانہ نظام کیوجہ سے بے عزتی سے حکومت سے نکالے گئے اور اسی بے عزتی سے مغربی پاکستان کو ون یونٹ بنانے والے مشتاق احمد گورمانی اور ڈاکٹر خان صاحب بھی دوچار ہوئے۔ اور یہی بے عزتی ان کے جانشینوں سردار عبدالرشید اور مظفر علی قزلباش کو دیکھنا پڑی۔

چ ۔ ایوب کا 1962ء کا آئین کچھ اسلام کے نزدیک تھا کہ سنجیدہ اور چنیدہ لوگوں سے رائے لی گئی اور ملک کا ایک امیر یا صدر تھا کہ وزیر اپنی مرضی سے بناتا۔ اور لوگوں کے "چنیدہ" اگر وزیر بنتے تو اسمبلی کی ممبری چھوڑنا پڑتی۔ تو ایوب کچھ بچ گیا۔ لیکن بعد میں اس میں ترمیم کر کے آئین کا رخ کافرانہ نظاموں کی طرف کر دیا، تو 65 ۔ 1964ء کے انتخابات کی وجہ سے ملک پر جنگ کی نازک گھڑی نازل ہوئی۔ 6 ستمبر 1965ء کو بی آر بی کے پاس اس عاجز نے چیختے چلاتے بچوں اور کچھ عورتوں کو دیکھا جو کہ رہے تھے کہ بھارتی ہماری نوجوان عورتوں کو لے گئے ہیں۔ اگر خودکشی کی اسلام میں اجازت ہوتی تو یہ بہترین موقع تھا کہ قوم اپنی عورتوں کی حفاظت نہ کر سکی۔ میں البتہ پکار اٹھا۔ اے حجاج بن یوسف! جو تمہیں ظالم کہتے ہیں۔ وہ بکواس بکتے ہیں۔ تو نے دو مسلمانوں عورتوں کی عزت کیلئے موجودہ مغربی پاکستان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ ہم بے غیرت ہیں۔ اور اس

جنگ میں جو جھوٹ بولے گئے تو ایوب خان جس نے 1948ء کے کشمیر کے جہاد میں کشمیر میں داخلے کے بغیر ہلال جرات حاصل کر لیا تھا۔ اس کو یہ جھوٹ اپنے جھوٹ سے بڑے جھوٹ نظر آئے۔ قوم کو بے وقوف بنایا گیا کہ وہ ہماری فتح تھی نتیجہ چھ سال بعد دیکھ لیا۔ البتہ ایوب کے ان "منتخب" لوگوں نے اس کے "پروردہ" ذوالفقار بھٹو کے تحت "ایوب کتا ہائے ہائے" کے نعرے لگائے۔ ہماری قوم جس کو محمدؐ سے وفا کے بدلے لوح و قلم نصیب ہوئے تھے۔ بھٹو نے ان کا دامان تنگ کر کے ان کے ہدف کو روٹی، کپڑا اور مکان کی طرف پھیر دیا۔

ح۔ 1970ء میں یحییٰ خان نے ان کافرانہ نظاموں کے تحت انتخابات کرائے تو پہلے تو ہماری جاہل قوم نے ان "صاف شفاف" انتخابات پر یحییٰ خان کو خراج تحسین پیش کیا۔ کچھ لوگوں کو البتہ ندامت تب ہوئی جب ملک بھی دولخت ہو گیا۔ اور نوے ہزار فوجیوں سے ہتھیار ڈالوا کر ہم نے اپنے ہزار سال کی تاریخ کو ذلت میں ڈبو دیا۔

خ۔ 1977ء میں ذوالفقار بھٹو نے کافرانہ نظام کے تحت انتخاب کرائے تو اس کو پھانسی پر چڑھنا پڑا۔

د۔ ضیاء الحق کے 1985ء کے انتخابات سیاسی گروہ بندی کے بغیر تھے تو وہ کچھ بچ گیا اور اس کو سمجھایا گیا۔ کہ انتخابات مثبت نتائج نہیں پیدا کرتے۔ لیکن اسلام کے ساتھ فراڈ کر کے اپنی مرضی کے "مثبت نتائج" کی تگ و دو میں وہ اپنے بھی پرخچے اڑا بیٹھا۔

ڈ۔ غلام اسحق بے چارہ انتخابات کے بغیر اور کسی چیز کے بارے سوچ ہی نہ سکتا تھا۔ تو پہلے اس کو غدار کی مکار بیٹی اور کچی بچی بے نظیر سے "پالا پڑا"۔ تو اس نے ایک اور "تجربہ" کیا اور اپنی مرضی کے آدمی نواز شریف کو لے آیا۔ تو دونوں کے درمیان جوتیوں میں دال بٹنا شروع ہو گئی البتہ المیہ سے بچ گئے کہ "بددیانت" نہ تھے۔ میں نے دونوں کو بہت کچھ لکھا۔ اور نواز شریف کو تو بعد میں بھی بہت سمجھایا۔ اور 16 نومبر 1993ء کو آخری تنبیہ کر دی، کہ مجھ سے رہنمائی حاصل کر کے اللہ اور رسولؐ کے راستے پر آئے۔ ورنہ اس کے لئے ذلت ہی ذلت ہے۔ یہ کچھ 4 نومبر 1995ء کو نوائے وقت میں شائع بھی ہوا اور اب میری کتاب "اسلامی نظام حکومت" کا حصہ بھی ہے۔ اور باعث بھی بنا۔

ذ۔ آگے بے حساب خطوط ہیں اور لمبی کہانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اب تک میری ہر پیش بینی پوری کی اور آگے بھی انشاء اللہ یہ پوری ہوں گی۔ نواز شریف ایک دفعہ پھر وزیر اعظم بن کر دیکھ لیں۔ اس کافرانہ نظام کے تحت اس کے ساتھ وہی کچھ ہو گا جو پہلی دفعہ ہوا۔ یا جن ذلتوں سے ملک کے باقی وزراء اعظمین دوچار ہوتے رہے۔ مجید نظامی جو دائیں بازو والوں اور خاص کر نواز لیگ کا "گاڈفادر" بنا ہوا ہے وہ اور اس کی اخبار نوائے وقت، رسولؐ کے اسلام کے نفاذ کے خلاف ایک بہت بڑی بین الاقوامی سازش کی "کڑی" ہیں۔ اور میں اس سلسلہ میں کافی ثبوت پیش کر چکا ہوں۔ مجید نظامی خوش ہے کہ میری سچائیوں کی اشاعت نہیں ہو رہی۔ اور لوگ اس سازش سے بے خبر ہیں۔ نادان مجید نظامی! اس بچی والی بات یاد رکھیں جس نے ماں کو کہا تھا کہ عمر فاروق کا خدا تو دیکھ رہا ہے۔

ر۔ صدر پاکستان، عزیزم فاروق لغاری، اگر ان عبرتناک واقعات سے سبق حاصل نہیں کرتے، تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ کہ ان کی تہجد گزاری، ان میں اتنی مومن کی فراست نہ پیدا کر سکی کہ اپنے گرد کوئی ایک مومن کی فراست کا حامل آدمی رکھ لیتے وہ ان تلخ حقیقتوں کے ہوتے ہوئے اس کافرانہ سیاسی نظام کے تحت انتخابات کرانے کا "شوق" فرمانا چاہتے ہیں۔ تو اپنی خواہش پوری کریں۔ ان کو صرف یحییٰ بھٹو اور ضیاء کا "حشر" یاد دلا سکتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تنبیہ کرنے کی بھی مجھے سعادت نصیب کی۔ پھر عزیزم صدر محترم کو میں نے اپنے ایک اور خط میں سر عمر حیات ٹوانہ اور سر سکندر حیات کے خاندانوں کے "حشر" سے بھی آگاہ کر چکا ہوں۔ جناب لغاری صاحب کے خاندان کا یہ "قرضہ" بھی ابھی "باقی" ہے۔ جس سے نجات صرف توبہ و ندامت کے ذریعہ حاصل ہو سکتی ہے۔ جناب فاروق کے ایسے خط نے دریائے نیل پر اثر کر لیا میرا خط ہمارے فاروق پر کب اثر کرتا ہے؟

ڑ۔ اسلام لوگوں سے مشورہ کی اجازت، اللہ تعالیٰ کے امر کو جاری کرنے کیلئے دیتا ہے۔ نہ کہ اللہ تعالیٰ کا شریک بنانے کیلئے۔ جو ہم کر رہے ہیں۔ پہلے اللہ کے امر کو جاری کرو۔ کہ پوری قوم کو اسلامی فلسفہ حیات کی پیروکاری کا پابند کریں۔ کہ ہم کون ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ کہاں جا رہے ہیں؟ اور مومن کے مقصود حیات کیا ہیں؟ کہ انسانیت کی سب سے بڑی خدمت ان کو دوزخ کی آگ سے بچانا ہے۔ اور حکومت کا فرض ہے کہ پوری قوم کو انفرادی

طو ہو پر اور اجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ کے احکام کا پابند کرے کہ اسلام میں پورے طور پر داخل ہونے کا حکم ہے۔ یہ اپنی مرضی کا اسلام نہیں۔ اور جو لوگ بے دین اور موجودہ کافرانہ نظاموں کی پیروکاری کو اپنے ایمان کا حصہ سمجھتے ہیں۔ ان کے مرنے کے بعد ان کے لئے قرآن خوانی یا جنازہ کر ترود کرنا ایک لاحصل مشق ہے۔ بے دین نظاموں کے سب کرتا دھرتاؤں پر یہ اصول لاگو ہے۔ کہ مرنے کے بعد دوسرے سوال کا جواب ہو گا کہ وہ بے دین ہیں۔

ز۔ اسلام میں ایک "اولی الامر" ہوتا ہے۔ اور موجودہ صدر کو اطیعو اللہ واطیعو الرسول بن کر یہ ذمہ داری سنبھالنی چاہئے۔ اگر وہ ایسا نہیں کر سکتا تو پھر کوئی "اولی الامر" اتفاق سے یا انتخابات کے ذریعہ تلاش کرو۔ اور مشورہ کر کے اس سلسلہ میں کوئی طریق کار اختیار کیا جائے۔ یہ "اولی الامر" لوگوں کے منتخب شدہ نہیں بلکہ اپنی مرضی کے اہل لوگوں کو وزیر بنائے۔ جو آدمی اپنے آپ کو رہنمائی کیلئے پیش کرے اسلام میں اس کے لئے امارت کی اجازت نہیں۔

ژ۔ لوگوں کو نمائندے منتخب کرنے کی اجازت ہے کہ ایسے لوگ نہ وزیر بن سکیں نہ امیر۔ بلکہ صرف "واچ ڈاگ" کا کام کریں۔ ان کو کچھ اعزازیہ اور سفری الاونس دیا جائے۔ اور ایسے لوگوں کی مجلس مشاورت بنائی جا سکتی ہے۔ ایسی تمام تر تفاصیل میری کتابوں میں موجود ہیں۔ اور ہم نے کسی سے کچھ نہیں سیکھنا۔ اسلام مکمل دین ہے یہ نہ جدید ہے نہ قدیم اجتہاد کے دروازے کبھی بند نہیں ہو سکتے۔ اس کو تجسس اور تحقیق کہتے ہیں۔ اور میں نے اپنی کتابوں میں اس سلسلہ میں بھی بسم اللہ کر دی ہے۔ میں دینی، سیاسی جماعتوں کو اس سلسلہ میں ان کے اسلام کے ساتھ فراڈ پر جو کچھ لکھ چکا ہوں وہ پوری کتاب کا مضمون ہے۔

س۔ ایسا انتخاب یا نمائندوں کا چناؤ غیر جماعتی ہوتا ہے۔ اور چناؤ کے بعد بھی سیاسی گروہ بندی کی اجازت نہیں۔ مسلمان اللہ کی فوج ہیں۔ جس میں سیاسی یا فرقہ داری یا کسی فقہی گروہ بندی کی اجازت نہیں۔ اللہ کے فضل سے میری کتابوں میں ہر سوال کا جواب ہے"۔

8 ۔ قارئین! ۔ تبلیغی خطوط والا سلسلہ جاری ہے۔ ذرا ہم اپنے ارد گرد نظر دوڑائیں، کہ

چند سال پہلے ایران کے لوگ کس عذاب سے دوچار ہوئے۔ افغانستان کے لوگ یا مقبوضہ کشمیر کے لوگ بھی عذاب سے دوچار ہو رہے ہیں۔ اللہ اور رسولؐ کے ساتھ پچاس سالوں سے ہم جو غداری کر رہے ہیں۔ کچھ نیک لوگوں کی دعائیں آڑے آ رہی ہیں۔ ورنہ ہم کب کے اور زیادہ دردناک عذاب سے دوچار ہو گئے ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ جاؤ فلاں بستی کو برباد کر دو۔ فرشتوں نے عرض کی "وہاں تو ایک بہت بڑا عابد زاہد رہتا ہے"۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "ہاں اس کیوجہ سے کہ اس نے بھی لوگوں کو میری نافرمانی سے نہ روکا"۔ تو اس ڈر کیوجہ سے اس عاجز نے اپنی توفیق کے مطابق یہ تبلیغ جاری کی ہوئی ہے۔ نواز شریف کے وزیر اعظم بننے کے بعد بھی ان کو اور ان کے سن رسیدہ والد بزرگوار کو خطوط لکھ چکا ہوں۔ کہ یہ کشکول ہاتھ میں لے کر غریب عوام کے پاس نہ جائیں۔ "زوال بندہ مومن بے زری سے نہیں۔ سبب کچھ اور ہیں"۔ آؤ ملکر توبہ و ندامت کریں۔ کہ انسانیت کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ ان کو دوزخ کی آگ سے بچایا جائے۔ اس فلاحی مملکت کے چکر سے نکلو۔ یہ زمین یا مادیات میں گھس جانے سے توبہ کرو۔ اور پوری قوم کو منظم کر کے اللہ کی فوج بنا دو۔ کہ امت واحدہ کی عمارت کی بنیاد رکھ دی جائے۔ وغیرہ وغیرہ

وما علینا الا البلاغ۔

مصنف کی دیگر تصنیفات

1 ۔ جلال مصطفیٰ: ۔ دو ایڈیشن شائع ہو کر بک چکے ہیں ۔ اب یہ کتاب اضافوں کے ساتھ کتاب "حضور پاکؐ کے جلال و جمال" کا حصہ ہے۔

2 سے 9 ۔ کلاسوٹز کا فلسفہ جنگ: ۔ مشہور جرمن جنگی ماہر کی آٹھ کتابوں کا ترجمہ کر کے تین جلدوں میں شائع کیا۔ ساتھ قرآن پاک، احادیث مبارکہ، تاریخ اسلام اور علامہ اقبالؒ کے شعروں سے ثابت کیا کہ ہمارے پاس بہتر فلسفہ جنگ موجود ہے۔ تمام کتابیں فوج نے خرید لیں ۔ اور فوجی لائبریریوں میں موجود ہیں۔

10 سے 13 ۔ خلفائے راشدین کی جنگی حکمت عملی اور تدبیرات کے جائزے: ۔ جن میں تقریباً تین سو سے اوپر جنگیں اور مہمات ہیں ۔ یہ چار جلدوں میں ہیں ۔ اول، فتوحات عراق و ایران، دوم فتوحات فلسطین و شام، سوم فتوحات مصر، افریقہ اور متفرق، چہارم وسط ایشیا سے بحیرہ اوقیانوس تک ۔ یہ سب کتابیں موزوں نقشوں سے مزین ہیں۔ اور بری فوج کی ہر بڑی یونٹ اور سٹیشن لائبریریوں میں موجود ہیں۔ تمام کتابیں فوج نے لے لی ہیں ۔ دوسرا ایڈیشن شائع کرنے کی ہمت نہیں۔

14 ۔ تاشقند کے اصلی راز: ۔ اس کتاب میں 1985ء تک ہمارے سب عسکری اور سیاسی المیوں کے علاوہ قادیانیوں کی سازش کو بھی بے نقاب کیا گیا ہے اور مصنف نے صاف گوئی سے ملک کے سربراہوں یا دوسرے لوگوں کو جو کچھ برملا کہا، وہ بھی کتاب میں موجود ہے۔ قیمت ۔/35 روپے، مارکیٹ ریٹ ۔/150 روپے۔ پہلا ایڈیشن ختم ہو گیا ہے ۔ دوسرے کی ہمت نہیں۔

15 ۔ پنڈورا باکس: ۔ 1993ء تک ہماری 46 سالوں کی ذلت کی زندگی اور اللہ اور رسولؐ سے غداری کا مختصر بیان ہے۔ قیمت ۔/20 روپے، مارکیٹ ریٹ ۔/50 روپے۔ دوسرا ایڈیشن بھی ختم ہونے والا ہے۔ تیسرے کی تیاری

ہے۔

16 - حضور پاکؐ کا جلال و جمال: - مجلد کتاب ہدیہ -/180 روپے، سادہ جلد -/150 روپے۔ مارکیٹ ریٹ -/400 روپے۔ پہلا ایڈیشن ختم ہو گیا ہے۔ دوسرے کی تیاری ہے۔ محققین کے مطابق یہ کتاب قرآن پاک کی عملی تفسیر ہے۔ جہاد کتاب کا مرکزی عنصر ہے اور مصنف نے لفظ لفظ عشق رسولؐ میں ڈوب کر لکھا۔

17 - جہاد کشمیر 48-1947ء مجلد کتاب ہدیہ 180 روپے، سادہ جلد 150 روپے، مارکیٹ ریٹ -/400 روپے۔ تمام سازشوں سے پردے اتار دیئے گئے ہیں۔ کہ کشمیر میں بہادری سے لڑنے والوں کو جیل بھیجا گیا۔ اور غداروں کو بہادری کے تمغے دیئے۔

18 - شان حبیبؐ: - نگاہ رب العالمین میں۔ ترتیب سے حضور پاکؐ کی شان میں نازل شدہ تقریباً اڑھائی سو آیات مبارکہ کا ترجمہ اور تبصرہ۔ ہدیہ -/15 روپے۔

19 - روز قیامت اور حیات بعد الموت: - محمد بشیر محمود کی انگریزی کتاب کا ترجمہ اضافوں کے ساتھ۔ جہاں سائنسی دریافتوں کو قرآن پاک کے انکشافات سے شیر و شکر کر کے، سائنس کی پرانی غلط فہمیوں اور موجودہ کمیوں کا بھی ذکر ہے۔ کتاب سلطان بشیر محمود 60 - بی ناظم الدین روڈ، اسلام آباد سے حاصل ہو سکتی ہے۔ ہدیہ روپے۔ -/200 مارکیٹ ریٹ -/300 ریٹ۔ دوسرا ایڈیشن شائع ہو رہا ہے۔

20 - اسلامی نظام حکومت: - یعنی رسول عربیؐ کے اسلام کا نفاذ۔ قیمت -/75 روپے، مارکیٹ ریٹ -/200 روپے۔ دو ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

21 - قرآن پاک کے معجزات: - نزول اور ترتیب کے تناظر میں یہ کتاب سلطان بشیر محمود اور مصنف کی ملی جلی کوشش سے تیار ہوئی ہے۔ اور اشاعت کے مراحل طے کر رہی ہے۔